كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

492

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ

کہ

مسلمانوں کی رہنما، غیر قوموں کی پیشوا اپنی طرز کی پہلی نظیر

یعنی

تفسیرِ ثنائی

جلد اول

جس میں

سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کی تفسیر ہے:

مصنفہ جناب شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء محمد ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہٗ

Marfat.com

۲۹۲۶۱۴
DATA ENTERED
ت
۷ ق
28056
add
5.5.95

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر می شوم تفسیرِ قرآں در بغل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ۝

Marfat.com

492

تعارف

از مولانا محمد اسماعیل صاحب امیر جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان

حضرت مولینا ثناء اللہ صاحب مرحوم تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت بظاہر ہندوستان کی فضا پر سیاسی ہنگاموں کا کوئی اثر نہ تھا۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جو حماقت کی تھی۔ اسی تشدد کی صدائے بازگشت سے جو ہنگامہ بپا ہوا تھا۔ وہ اب بظاہر ختم ہو چکا تھا صرف مجاہدین کی تحریک یا بالفاظ دیگر وہابی تحریک ملک میں موجود تھی مگر وہ بھی انڈر گراؤنڈ۔ یہ تحریک اس وقت اہلحدیث ہی کی مساعی سے چل رہی تھی۔ حضرات دیوبند اس وقت اس تحریک سے اپنا تعلق توڑ چکے تھے۔ اکابر علماء مسند درس کی زینت بن چکے تھے اور اصاغر انکی راہنمائی میں فروعی مسائل اور فقہی نزاع کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ بریلوی حضرات سے تو سیاسی اور اصلاحی اعمال بھول کر بھی کبھی نہیں ہوتے۔ عموماً یہ حضرات بدعات کی راہنمائی فرماتے اور بدعات بھی ایسی جن سے پیٹ کا دھندا چلتا رہے۔ اس سے زیادہ ان حضرات کو کسی چیز سے سروکار نہیں۔ اکابر دیوبند ابتداءً اشاعت توحید کے ساتھ تحریک جہاد میں شریک رہے لیکن اس وقت یہ بزرگ وہابیت کی بدنامی سے دل برداشتہ ہو کر تحریک جہاد کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اس لئے کہ تحریک جہاد ۶ مئی ۱۸۳۱ء سید احمد صاحب اور مولینا اسماعیل کی شہادت کے بعد از اول تا آخر صادق پوری خاندان مولینا ولایت علی مولینا عنایت علی مولینا عبد اللہ کی سرپرستی میں چل گئی تھی اور یہ تمام حضرات مولینا اسماعیل صاحب شہید سے زیادہ متاثر تھے۔ سرحد میں گو عملاً یہ حضرات حنفی مسلک کے پابند تھے مگر ذہنی طور پر یہ حضرات تقلید شخصی سے عقیدت نہیں رکھتے تھے

اہلحدیث حضرات بھی اس وقت ذہنی طور پر بٹ چکے تھے۔ ملک میں فروعی مسائل کی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ایک گروہ مسند درس کی زینت بن چکا تھا فقہی فروع کا گروہ تصنیف و تالیف میں مشغول ہو چکا تھا۔ تقلید جامد کے خلاف ان کی مساعی کسی دوسرے سے کم نہ تھیں۔ حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت نواب صدیق حسن خان مولانا محمد مچھلی شہری حافظ محمد صاحب لکھوی۔ مولانا محمد سعید بنارسی۔ مولانا بقا غازی پوری۔ مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی، حضرت مولینا عبد الجبار صاحب غزنوی۔ مولینا احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولینا محمد لکھوی۔ مولینا ہدایت اللہ راولپنڈی۔ مولینا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ وغیرہم رحمہم اللہ اسی حزب سے تعلق رکھتے تھے۔

پٹنوی خاندان کے علاوہ میاں صاحب کے تلامذہ اور دیگر اکابر سے مولینا حافظ عبد اللہ غازی پوری۔ مولینا عبد العزیز رحیم آبادی۔ مولینا محمد ابراہیم صاحب آروی۔ مولینا عبد الاول صاحب غزنوی۔ مولانا عبد القادر صاحب قصوری۔ مولینا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی وغیرہم ان حضرات کا رجحان تحریک جہاد کی طرف زیادہ تھا۔ یہ حضرات تحریک جہاد کے سرگرم ارکان تھے۔ ان سے پہلے مولانا یحیٰی علی مولینا احمد اللہ مرحوم اور مولانا عبد الرحیم صاحب مولانا جعفر تھانیسری۔ اسیران انڈیمان کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔ انڈیمان سے واپسی کے بعد ماحول سے کافی متاثر تھے اور کھل کر کام نہ کر سکے۔ تاہم ان کی تصانیف تواریخ اور تاریخ عجیب پتہ دیتی ہیں کہ ملت کا عشق ان کے خون میں سرایت کر چکا تھا۔

حضرت مولانا نے جب آنکھ کھولی تو ملک کا رخ مناظرات کی طرف ہو چکا تھا۔ مسیحی مبلغین ملک کے کونے کونے میں پہنچ چکے تھے۔ قادیانی نبوت بھی اپنے لئے جگہ بنا رہی تھی۔ انکار حدیث کا چرچا بھی ہو رہا تھا۔ سرسید احمد خان بانی علی گڑھ کالج ملک میں اپنے افکار کی اشاعت کر رہے تھے۔ آریہ سماج۔ دیو سماج وغیرہ تحریکات اپنا کام کر رہی تھیں۔ حضرت مولینا اس میدان میں ایک تجربہ کار جرنیل کی طرح اترے۔ اپنے مسلک کی حمایت کے علاوہ اسلام کی حمایت اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ مسیحی۔ سماجی اور قادیانی تحریکات کا مقابلہ پوری جرأت سے فرمایا اور اس ہنج پر اسلام کی خدمت کا حق ادا فرما دیا۔

حضرت مولانا کے آباؤ اجداد کشمیر سے پنجاب میں وارد ہوئے تھے وہ امرتسر میں محنت مشقت سے گزر اوقات کرنے لگے ابتدا ہی میں یتیمی سے سابقہ پڑا والد بزرگوار نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولینا تربیت کے لحاظ سے والد کی مشفقانہ توجہات سے محروم رہے۔ مگر مرحوم نے نہایت ذہین طبیعت پائی تھی محنت مشقت کے باوجود مرحوم کی طبیعت میں علم کا شوق روز بروز بڑھتا رہا۔ ابتدائی کتابیں امرتسر ہی میں پڑھیں

Marfat.com

ذہانت کا تقاضا تھا کہ وہ تقلیدِ جمود کی عقلوں سے نکل کر فکر و نظر کے حلقوں تک پہنچیں۔ امرتسر میں اس وقت بریلوی دیوبندی اہلحدیث مکاتبِ فکر کی درسگاہیں موجود تھیں۔ مولینا ثناء اللہ صاحب کی آمدورفت زیادہ تر مولینا احمد اللہ صاحب امرتسری کے پاس تھی۔

جیسے علم کا ذوق بڑھتا گیا مرحوم تمام مشاغل چھوڑ کر بالکل علم کے لئے وقف ہو گئے۔ مرحوم نے تحقیق مسائل اور ذوق علم کے لحاظ سے بڑی کھلی طبیعت پائی تھی۔ تمام ممالک کے علماء آپ کے پاس آتے جاتے مسائل میں گفتگو فرماتے اور کسی ضیق کے بغیر استفادہ فرماتے۔ بقول سعدیؒ

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم — ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

درسیات سے فی الجملہ فراغت کے بعد مولانا نے حدیث مختلف اساتذہ سے پڑھی۔ صحاح ستہ پہلے وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان صاحب سے پڑھی۔ دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب سے استفادہ فرمایا۔ آخر الذکر بریلویت کی طرف مائل تھے۔ ان تمام اساتذہ کرام سے استفادہ کے باوجود مرحوم پر مسلک اہلحدیث ہی کا رنگ غالب رہا۔

فراغت کے بعد

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مسندِ تدریس کو زینت بخشی۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب حمید پوری وغیرہ ان کے ارشد تلامذہ سے تھے مگر ماحول نے مولانا کو مسندِ تدریس خالی کرنے پر مجبور کر دیا۔ طلبِ علم کے وقت بھی مولینا کا رجحان مناظرات کی طرف تھا۔ وزیر آباد میں اب تک مولانا کی مناظرانہ یادگاریں اذہان میں موجود ہیں۔

زندگی کا دوسرا دور

مولانا نے ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث جاری کیا اس وقت ملک مناظرات کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ آریہ سماج اور قادیانی تحریک جوبن پر تھی۔ انکارِ حدیث کے بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی بھی ابتدائی حرکتوں میں تھے بریلوی شیعہ سب حضرات اپنے اپنے افکار کی اشاعت کے لئے بھرپور کوششیں کر رہے تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم اپنے اخبار سمیت ان میں کود پڑے اور پوری عمر اسی خدمت میں صرف کر دی اور انتقال کے آخری ایام تک پوری جوانمردی سے دفاع کی خدمت انجام دی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے قدرت نے ایک خدمت کے لئے ایک انسان کو پیدا کیا۔ جب اس کی عمر کا جام لبریز ہو گیا وہ خدمت بھی ختم ہو گئی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مناظرات کی ہنگامہ آرائی ملک میں ختم ہو چکی ہے۔ گو کچھ شوریدہ سر موجود ہیں۔ لیکن وہ پرانی معرکہ آرائیاں نہیں ہیں بلکہ ملک کا سنجیدہ طبقہ ان جھگڑوں کو پسند نہیں کرتا۔

مرحوم ایک مصنّف کی حیثیت سے

مولانا نے جہاں اخبار اور تقریر و مناظرات سے دین کی خدمت فرمائی وہاں انہوں نے تصنیف و تالیف سے بھی ملت کو ممنون فرمایا۔ مولانا میں بحیثیت مصنف یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ مرحوم انتہائی طور پر مختصر نویس ہیں۔ بڑے اہم مضامین کو بڑے جامع کلموں میں ختم فرما دیتے ہیں اور موضوع کو کسی طرح تشنہ نہیں چھوڑتے۔ دوسری خوبی مرحوم میں یہ ہے کہ وہ جذبات سے مرعوب نہیں ہوتے۔ تقریر اور تحریر میں مرحوم کو اپنے جذبات پر پورا کنٹرول ہوتا۔ سب قادیانی مناظر عموماً بدزبانی سے کام لیتے تھے۔ تیز تلخ گفتگو سے اپنی کمزوریوں اور مرزا صاحب کی خامیوں کو چھپانا چاہتے تھے مگر مرحوم ہمیشہ اپنی زبان پر قابو رکھتے اور تلخی سے پیش نہ آتے۔

راجپال۔ دھرمپال ایسے مصنفین کی کتابیں آپ حضرات نے دیکھی ہوں گی جن میں تلخی اور جذبات کے علاوہ کوئی علمی مواد نہیں۔ تاہم مولانا مرحوم نے اس موضوع پر بڑی سنجیدگی سے لکھا ہے۔ جس کے بعد فریقِ مخالف کوئی قدم نہیں اٹھا سکا۔ مرحوم نے یہ فریضہ تمام امت کی طرف سے ادا فرمایا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مرحوم بلحاظ مفسّر

مرحوم کو قرآن سے بے حد شغف تھا۔ حافظ نہ ہونے کے باوجود ان کو قرآن عزیز پر اتنا ہی عبور تھا جیسے ایک حافظ کو ہو سکتا ہے مولینا نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن۔ عربی تفسیر ثنائی وغیرہ تفسیر القرآن کی اشاعت کے بعد جماعت کے اندرونی حلقوں میں کسی قدر خلفشار کی صورت پیدا ہو گئی۔ مولینا نے اپنی مناظرانہ منطق سے بعض آیات کی تفسیر فرمائی۔ بعض

Marfat.com

آیات کی تفسیر میں مرحوم کا رجحان تاویل کی طرف تھا۔ جماعت اہلحدیث سلفیت اور اثریت کی وجہ سے مزاجاً تاویل پسند نہیں اس لئے یہ انداز تفسیر جماعتی حلقوں میں ناپسند کیا گیا۔ مرحوم نے ان اغلاط کی صحت پر بہت کم اصرار کیا بلکہ عموماً یہ فرماتے کہ غلطی کس سے نہیں ہوتی۔ الکلام المبین میں کسی قدر مناظرانہ انداز بھی آگیا۔ اسی اثنا میں مولینا ۱۹۲۶ء میں حج کے لئے گئے وہاں بھی یہ نزاع مرحوم امام عبدالعزیز کے سامنے پیش آیا۔ لیکن فیصلہ کی کوئی قطعی صورت سامنے نہ آئی البتہ مولانا نے جب دوسرا ایڈیشن شائع فرمایا۔ اس میں بعض مقامات کی اصلاح فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مرحوم کا ذہن بدلتا گیا آخر عمر میں انہوں نے عموماً یہ فرمانا شروع کر دیا تھا کہ میرا مسلک بھی تفویض ہے۔ مگر تفسیر کے دوسرے ایڈیشن میں آیت استوار پر جو مبسوط حاشیہ لکھا ہے۔ اس میں مرحوم نے تفویض کا ذکر جس انداز سے فرمایا ہے۔ اس میں بھی تاویل کی طرح موجود ہے۔ اس کے باوجود مرحوم نے اسلام اور قرآن کی ٹھوس خدمت فرمائی ہے۔ تفسیری حالات پر گفتگو کا یہ موقعہ نہیں۔ اس میں شک نہیں قرآن سے قرآن کی تفسیر کا التزام مرحوم کا بہترین کارنامہ ہے۔ آنے والے لوگوں کو بھی چاہیئے۔ تفسیر کے اس طریق کو ترقی دیں اور مرحوم سے بہتر قرآن کی خدمت کریں۔ حرف گیری آسان ہے۔ کام کرنا مشکل ہے۔

اردو تفسیر

مرحوم نے عربی کے ساتھ اردو کی بھی مبسوط تفسیر لکھی۔ اس پر اس وقت چنداں نقطہ چینی نہیں کی گئی۔ بامحاورہ اور سادہ انداز سے لکھے گئے حواشی میں مخالفین کے شبہات کے ازالہ کی بھی کوشش کی گئی۔ مسلک اہلحدیث کی بھی بقدر ضرورت وضاحت فرمائی گئی ہے۔ مکتبہ اسلامیہ سمندری اور مکتبہ ثنائیہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے تفسیر کی اشاعت کا کام ایسے وقت میں کیا ہے۔ جب کہ بازار میں ایسی چیز کی ضرورت ہے۔ بازار میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اس تشنگی کو پورا کر سکے۔ تفسیر کا ایک انتخاب بطور حواشی ہندوستان میں بھی شائع ہو چکا ہے جس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ امید ہے تفسیر کو بھی قبول عام حاصل ہو گا۔

مولینا کی سیاسیات

مولانا طبعاً علمی آدمی تھے ہنگامہ خیز سیاسیات میں مولانا نے بہت کم کام کیا ہے جماعت مجاہدین کی وہ بے حد عزت کرتے تھے ان کے کام کو پسند فرماتے تھے اپنے صدقات بھی ان کو بھیجتے۔ احباب کو کبھی ان کی طرف رجوع کا مشورہ دیتے تھے مگر ان کا اپنا میدان ہمیشہ علمی رہا۔ ملکی مطالع کے عنوان میں ہمیشہ وطنی سیاسیات پر رائے زنی فرمایا کرتے تھے۔ اس میں قومی نقطۂ نظر کی بڑی معتدل ترجمانی فرماتے تھے مرحوم کی حمایت اور تنقید دونوں میں بہت زیادہ اعتدال تھا۔ سیاسی پارٹیوں کی حمایت یا مخالفت پیش نظر نہیں ہوتی تھی سنجیدہ طبقہ میں ملکی مطالع دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔

مولانا خود شاعر نہیں تھے مگر تقریر اور تحریر میں شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔ مرحوم کی تقریر گو جذباتی نہیں ہوتی تھی مگر جماعتی جلسوں میں جہاں مولانا تشریف نہ لے جائیں عموماً وہ جلسہ پھیکا اور بے رونق سمجھا جاتا تھا۔ مرحوم کے موضوع تقریر عموماً مناظرانہ ہوتے قادیانی بریلوی وغیرہ فرقوں کے متعلق معنی خیز پر مغز ہونے کے علاوہ پر لطف اور جاذب ہوتے تھے۔ مرحوم کی حیثیت جرنیل کی تھی جو جنگ میں پوری دوراندیشی سے محاذ پر کنٹرول کرتا ہے۔ یہی حال مرحوم "اہلحدیث" کا تھا۔ اس کے مضامین میں بھی یہ تنوع موجود ہوتا تھا۔ وہ تمام فرقوں کے متعلق ان کے مقام کے لحاظ سے گفتگو فرماتے اور حق کی حمایت فرماتے تھے مرحوم نے عمر کے کم از کم ساٹھ ستر سال ملت کی خدمت میں گذارے۔ مختلف مجالس میں شریک ہوئے۔ ان کا اصول تھا مشترک امور میں اشتراک عمل سے کام کرنا چاہیے وہ ٹمپرنس سوسائٹی میں منشیات کے خلاف ہندوؤں اور سماجیوں سے مل کر کام کرتے۔ راقم نے قیام امرتسر کے زمانہ میں ٹمپرنس سوسائٹی میں مولانا کی کئی تقاریر سنیں۔ پوری زندگی ہر پنج پر ملت کی خدمت کی مگر خوبی یہ تھی کہ نہ کبھی مسلک کو چھپایا نہ ہی اس کے اظہار میں مداہنت فرمائی۔ کشمیر کانفرنس کے ارباب حل وعقد نے مولانا کے ایک مسودہ میں جو اصلاح رسوم کے متعلق لکھا گیا تھا۔ اپنی مرضی کے مطابق کچھ ترمیم چاہی۔ مرحوم نے پورا مسودہ واپس لے لیا۔ اور فرمایا میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔ کشمیریت میرے نزدیک بہت بعد کی چیز ہے جولائی ۱۹۴۷ء میں میں نے مولانا کو لکھا کہ حضرت پاکستان بننے کے بعد کہاں قیام فرمائیں گے۔ مولینا نے اس طرح جرأتمندانہ جواب دیا گویا وہ تبادلہ آبادی کو نہ پسند فرماتے تھے نہ اس کے لئے تیار تھے دونوں منطقوں کی قیادتوں کی یہ انتہائی کمزوری تھی کہ انہوں نے تبادلہ آبادی کا تذکرہ عوام سے کیا ہی نہیں یا انتہا مجمل کیا کہ

Marfat.com

ایسے ذہین لوگ بھی نہ سمجھ سکے۔ اسی وجہ سے دونوں منطقوں میں بے پناہ کشت و خون ہوا اور اکثر بالکل ناحق موت کی نذر ہو گئے۔

مولانا کی ہجرت

غالباً ۲۶ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا امرتسر سے نکلے جب کہ مولانا کے اکلوتے اور نیک دل لخت جگر مولانا عطاء اللہ صاحب امرتسر ہی میں شہید کر دیے گئے۔ یہ بڑی پریشانی کے دن تھے۔ ہم لوگ حیران تھے صحیح حالات معلوم کرنے کے تمام ذرائع مسدود ہو چکے تھے عید الفطر سے بعد کسی نے بطور یقینی طور پہ بتایا کہ مولانا لاہور پہنچ چکے ہیں۔ راقم الحروف ماسٹر غلام محمد صاحب ڈار ناظم جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ قاضی عبد الرحیم صاحب لاہور پہنچے۔ معلوم ہوا مولانا چینیانوالی مسجد میں اقامت پذیر ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مولانا تشریف لائے تو ہم نے گوجرانوالہ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا مولانا نے منظور فرما لیا کچھ دنوں کے بعد ہم حضرت مولانا کی معیت میں لاہور سے روانہ ہوئے ۱۹۴۷ء کے اس انقلابی ہنگامہ میں یہ ٹرین آخری ٹرین تھی اس کے بعد عرصہ تک گاڑی کی باقاعدہ آمد و رفت بند رہی۔ کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ ہندو جا رہے تھے مسلمان آ رہے تھے۔ ٹرین کی بجائے یہ خدمت بلوچ رجمنٹ کئی دنوں تک بذریعہ کنوائے کرتی رہی۔ حضرت کی تشریف آوری کے ایک دو دن بعد باقی خاندان بھی گوجرانوالہ پہنچ گیا۔ مولانا اور ان کے خاندان کے بخیریت پہنچ جانے سے ایک گونہ تسکین ہوئی۔ مولانا کی مالی حالت سب احباب جانتے تھے مگر اس وقت اس لٹے ہوئے قافلہ کے پاس کل باون روپے تھے جو حضرت نے آتے ہی ماسٹر غلام محمد صاحب ڈار ناظم جمعیت کے سپرد فرما دیئے اور مایوسی کا یہ عالم تھا کہ اس نقدی کے متعلق فرمایا یہ گور و کفن کے لئے ہے۔

مرحوم کا اتقاء

تبادلہ آبادی ہو رہا تھا۔ دونوں حکومتوں نے ان تارکین وطن کے متعلق کسی پالیسی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ بعض لوگ بڑے بڑے مکانوں کوٹھیوں اور دوکانوں کی تلاش میں کوشاں تھے اور بعض طبائع سے حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی تھی۔ وہ ہر ممکن طریق سے متروکہ جائداد ولن کو سمیٹ رہے تھے۔ مرحوم کا یہ خیال تھا کہ ان اموال سے بقدر ضرورت لینا چاہیئے۔ ہوس اور لوٹ کا انداز درست نہیں۔ مرحوم نے پوری احتیاط سے کام لیا اور زائد از ضرورت کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ گوجرانوالہ کے چند ماہ قیام میں جن لوگوں نے مرحوم کو قریب سے دیکھا ہے وہ یقین کرتے تھے کہ اس معاملہ میں مرحوم نے بڑے اتقاء اور احتیاط سے کام لیا۔ بعض افسروں نے اس وقت کشادہ دلی سے احسان کرنا چاہا۔ مرحوم نے اسے شکریہ سے واپس کر دیا۔ مولانا کو سرگودھا میں پریس الاٹ ہوا۔ وہاں کے احباب کا یہ تاثر ہے کہ مرحوم اس مسئلہ میں بڑے بے نیاز رہے۔ گوجرانوالہ میں اقامت کے ایام میں تمام دن مسجد اہلحدیث میں قیام فرماتے منزل روزانہ التزام سے پڑھتے۔ طلبہ کو ترجمہ پڑھاتے۔ یہاں بھی اخبار دوبارہ جاری کرنے کا خیال تھا۔ سرگودھا پہنچ کر بھی یہ خیال بدستور دامن گیر تھا۔ اس کے لئے ڈیکلریشن کی ابتدائی کوشش فرما ہی رہے تھے کہ آخری وقت آگیا۔ مرحوم پر فالج گرا۔ علاج کے باوجود صحت نہ ہو سکی۔ چند دن کی علالت کے بعد یہ مقدس وجود ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو گیا۔ ان نئے حالات میں ہم ان کی رہنمائی سے محروم ہو گئے۔

بڑے غور سے سن رہا تھا زمانہ
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

تفسیر آپ کے سامنے ہے۔ مصنف کی محنت، تفسیر کی افادی حیثیت کے متعلق میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اس کا فیصلہ ناظرین خود فرما سکیں گے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

التماسِ مصنّف

اس تفسیر کے لکھنے کا مجھے دو وجہ سے خیال پیدا ہوا - ایک تو میں نے دیکھا کہ مسلمان عموماً فہم قرآن شریف سے ناواقف بلکہ شناخت حروف سے بھی ناآشنا ہیں۔ ایسے وقت میں عربی تصانیف سے ان کا فائدہ اٹھانا قریب محال ہے۔ اردو تفاسیر سے بھی بوجہ کسی قدر طوالت کے عام لوگ مستفید نہیں ہوسکتے۔ نیز ان کا طرز بیان خاص طریق پر ہے۔

دوم۔ میں نے مخالفین کے حال پر غور کیا۔ تو باوجود بے علمی اور ہیچمدانی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔ خدا کی پاک کتاب پر منہ کھول کھول کر معترض ہورہے ہیں۔ حالانکہ ان کا کل سرمایہ سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں جس میں سے بعض تو تحت لفظی ہیں اور اس کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہوگئے۔ اس لئے وہ بھی مطلب بتلانے سے عاری ہیں۔ مہذا میں نے قرآن کریم کو جامع علوم عقلیہ اور نقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔ دعوی پر دلیل ایسے ڈھب کی ہوتی ہے کہ ہر ایک درجہ کا آدمی اس سے فائدہ لے سکے گو اس کی فاضلانہ تقریر کے لئے بہت بڑے علم اور خوض کامل کی ضرورت ہے۔ گو تراجم با محاورہ بھی ہوں۔ مگر جب تک حسب موقع شرح نہ کی جائے عام بلکہ متوسط درجہ کے خاص بھی فہم مطالب کماحقہ سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔ بالخصوص جبکہ ایک مسلسل بیان کی صورت میں لایا جاوے (جیسا کہ اس عاجز نے کیا) تو عجیب ہی لطف پیدا کرتا ہے۔ آج تک ہمارے مفسرین نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ صرف تفسیر رحمانی کے مؤلف مرحوم مغفور نے کسی قدر التفات کیا ہے مگر ناظرین اس میں اور ان اوراق میں فرق بیّن پاویں گے۔ مؤلف مرحوم کے بیان میں تسلسل نہیں جو ان میں ہے فالحمدُ للہِ علیٰ ذٰلک۔

یہ طرز بیان ایسا مقبول ہوا کہ مولانا اشرف علی جیسے مشہور عالم نے بھی یہی اختیار کیا تقبل اللہ منّا۔[1] پھر میں نے بعض مقامات کے حل مطالب میں شان نزول کا ذکر بھی ضروری سمجھا۔ سو ہر آیت کے متعلق جہاں تک منقول تھا اس کو بھی نقل کیا۔ اور بعض مقامات میں ردّ مخالفین کے طرز پر اور بعض جگہ موافقین ناواقفوں کے جواب بھی لکھے۔ سو الحمدللہ کہ یہ تفسیر جیسی کہ زمانہ کو ضرورت تھی ویسی ہی تیار ہوئی۔ خدا اس کو قبول فرماوے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

اٰمِیْن

---

[1] یہ تفسیر پہلی مرتبہ ۱۳۱۳ھ میں طبع ہوئی تھی۔ (منہ)

Marfat.com

مقدّمہ

اس مقدمہ میں چند دلائل مختصرہ سے سید الانبیاء سید الاصفیاء محمد مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ التحیۃ والسلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا۔ اس لئے کہ ہر کتاب کے دیکھنے سے پہلے صاحب کتاب کی وجاہت کا لحاظ بھی ضروری ہے

آپ کی نبوت کی دلیل اوّل کا اجمالی بیان

مقتضائے عقل ہے کہ جو شخص کل جہان سے مخالف ہو کر منجانب اللہ مامور اور نبی ہونے کا مدعی ہوتا ہے اس کی حالت تین باتوں میں منحصر ہوتی ہے۔[1] یعنی یا تو وہ سچا ہی ہوتا ہے۔ یا دنیا ساز یا مجنون۔ پس اسی قاعدہ سے ہم آپ کی نبوت کی جانچ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ نہ دنیا ساز تھے نہ مجنون اس لئے شق اول ثابت ہوگی۔ ورنہ چوتھی صورت نکالنی ہوگی۔ جو ممکن نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل ہم دو فصلوں میں کریں گے۔ فصل اوّل میں آپ کے انتظام ملکی کا ذکر ہوگا۔ جس سے احتمال جنون آپ کی ذات ستودہ صفات سے رفع ہوگا۔ فصل دوم آپ کے زہد اور توکل علی اللہ کے متعلق ہوگی۔ جس سے الزام دنیا داری آپ کے اعدا سے دور ہو جائے گا۔

فصل اوّل
آپ کے انتظام ملکی کے بیان میں

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کے کمالات خداداد پر نظر کرنے سے ہر فصل کی ابتدا میں اس شعر کے لکھنے پر مجبور ہوں۔ یہ احتمال (جنون) جس کے رفع کرنے کو یہ فصل تجویز ہے ایسا احتمال ہے کہ اس کا قائل کوئی دشمن بھی آپ کی نسبت نہیں۔ مگر چونکہ ہماری دلیل کسی کے مسلّمات پر مبنی نہیں اس لئے اس احتمال کا دور کرنا بھی مناسب ہے۔

پس سنو!

اس میں شک نہیں کہ آپ جب پیدا ہوئے تھے تو عرب کا ملک ایک سخت جہالت میں پھنسا ہوا تھا۔ شراب خوری۔ جوا بازی۔ غارت گری۔ لڑکیوں کا زندہ گاڑنا وغیرہ وغیرہ۔ بداخلاقیوں کا تو عام رواج تھا۔ ان عیوب سے پاک کرنے والا ان کو کون تھا؟ وہی ستودہ صفات فداہ روحی۔ ہمیشہ ہر سال بلکہ کبھی متعدد دفعہ بھی مخالفوں سے کس نے جہاد[2] کئے؟ اور اپنی حسن تدبیر سے کون ان پر غالب آتا رہا؟ وہی صاحب کمالات فداہ ابی وامی تمام عرب کو جاہل سے عالم بلکہ استاد عالم کس نے بنایا؟ رعایا سے حاکم بلکہ درندوں سے انسان کس کی صحبت سے ہوئے؟ اسی فداہ روحی کے ادنیٰ اثر خدمت سے؟ قرآن کریم میں بھی ایک جگہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ جیسے کہ زاہد اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت تھے ویسے ہی عقل خداداد سے بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ جہاں فرمایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ سباع۔ ہم تمہیں ایک بات ایسی بتلاتا ہوں جس سے تمہارے ہمارے سب جھگڑے ہی طے ہو جائیں وہ یہ کہ تم سب ملکر یا علیحدہ علیحدہ ہو کر سوچو اور غور کرو کہ (ہیں جو تمہاری ہر بات ملکی اور تمدنی

[1] یہ قید اس لئے ہے کہ مطلق مخالفت تین شقوں میں منحصر نہیں۔ بسا اوقات انسان اپنی سمجھ میں ایک بات کو صحیح جان کر سب سے مخالف ہو بیٹھتا ہے۔ حالانکہ وہ غلطی پر ہوتا ہے نہ سچا نہ دنیا ساز نہ مجنون۔ بلکہ سمجھ کا پھیر اسے مخالفت پر آمادہ کرتا ہے۔ مگر یہ احتمال اسی صورت میں ہو سکتا ہے جو فہم کے متعلق ہو۔ (بقیہ حاشیہ پر)

نبوت کا مسئلہ فہم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ امر قریب قریب ترتیب کے جیسے ہیں ظہور تین شقوں کے ہوا وہ چوتھی شق ممکن ہی نہیں قند یر (منہ)

[2] مسئلہ جہاد کی بحث تو اپنے موقعہ پر آوے گی یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ میں کوئی ملکی فتور نہ تھا۔ بلکہ آپ بڑے جرنیل پولیٹیشن منتظم ملک تھے (منہ)

بڑے جرنیل۔ پولیٹیشن (منتظم ملک) تھے۔ (منہ)

اور خانگی ہیں مخالف ہو رہا ہوں) مجھ میں کسی طرح کا جنون تو نہیں۔ بلکہ میں تو نہیں بڑے ریفارمروں کی طرح ایک مصیبت قومی اور شخصی کے آنے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں۔ اور اس کی مزدوری بھی تم سے نہیں مانگتا بلکہ اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ سب چیزیں اسی کے پاس حاضر ہیں۔"

چونکہ اس امر کو ہر ایک واقف تاریخ سابقہ خوب جانتا ہے بلکہ کسی اعلیٰ ادنیٰ پر بھی یہ امر مخفی نہیں کہ آپ بڑے مقنن مصلح قوم۔ دور اندیش ریفارمر تھے۔ اس لئے اس مضمون میں طوالت دینا چنداں ضروری نہ ہوگی پس اس مختصر بیان پر قناعت کر کے ناظرین سے نتیجہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

فصل دوم

آپ کے زہد کے بیان میں

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پہلے آپ کی آوردہ کتاب قرآن کریم سے معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس کتاب نے دنیا کی محبت کی نسبت کیا تعلیم دی ہے۔ ایک جگہ مختصر الفاظ میں بیان ہے مَتَاعٌ قَلِيلٌ کہ دنیا کا اسباب بہت تھوڑا ہے۔ پھر ایک جگہ فرمایا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ (سورۃ النساء رکوع ۱۱) کہ دنیا کا گذارہ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ اور آخرت کا بدلہ جو پرہیزگاروں کے لئے ہے سب سے بہتر ہے۔ ایک جگہ فرمایا وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ (عنکبوت) دنیا تو صرف کھیل کود ہے۔

ایک جگہ دنیا پر خوش ہو کر خدا کو بھول جانے والوں کے حق میں بطور طنز فرمایا وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (رعد ۴) کہ یہ آخرت کے عوض میں دنیا پر ہی راضی ہو بیٹھے ہیں۔ حالانکہ دنیا کا گذارہ آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے

ایک جگہ فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا (عمران ۲۶) لوگوں کو کھیتی باڑی۔ گھوڑا گاڑی۔ بیوی بچے بھلے معلوم ہوں۔ حالانکہ یہ سب اسباب دنیاوی زندگی کے ہیں۔ تو ان کو کہہ دیجئے میں تم کو ایک بھلی بات بتلاؤں۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغ ہیں اور بڑی خوشی سے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ایک جگہ فرمایا۔ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (کہف) دنیا کا مال اور بال بچے یہ سب دنیا کی ہی زینت ہیں اور ہمیشہ کو باقی رہنے والی نیکیاں ہی اللہ کے ہاں نیک عوض رکھتی ہیں۔

شمائل ترمذی ۱۲

ایک جگہ فرمایا:۔ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (حدید ۱) کہ دنیا کی چیزوں کا حاصل کھیل کود۔ ایک دوسرے پر فخر اور تعلی کرنا اور ظاہری آراستگی ہے اور پھر اس کو مینہ سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ اس دنیا سے آگے چل کر یا تو بھلے کاموں کا انعام ہے۔ یا بدکرداری پر سزا۔

سورہ آل عمران ع ۱۹

ایک جگہ دنیاداروں کی مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (اعلیٰ) کہ تم دنیا کو سب پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور بہت اچھی ہے۔

شمائل ترمذی ۱۲

Marfat.com

علیٰ ہذا القیاس اس مضمون کی اگر ساری آیتیں جمع کی جائیں تو ایک کامل کتاب بن جائے لیکن ہم اسی قدر پر قناعت کر کے آپ کے خصائل حمیدہ مشتے نمونہ خروارے صحیح صحیح روایتوں سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ معترض

چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

کا الزام نہ لگا سکیں۔

آپ کی بیوی عائشہ صدیقہ رضؓ (جو آپ کے خانگی امور سے بخوبی واقف تھیں) بیان کرتی ہیں کہ آپ اور آپ کے گھر والوں نے دو روز پے در پے جو کی روٹی سے بھی سیری نہیں کی۔ آپ کے خادم خاص انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی سخت بھوک معلوم کر کے جو کی روٹی کے ٹکڑے اور سڑی چربی (جو اس وقت گھر میں میسر ہوئی تھی) لے کر آپ کی خدمت با برکت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پہننے کی زرہ (جو بوجہ قلت گذارہ چند سیر جو کے عوض میں گرو تھی۔

آپ کے خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا جس سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے یہ تکلیف جسد مقدس کی دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ مسلمانوں پر خدا فراخی کرے۔ کسریٰ اور قیصر جو مشرک ہیں اُن پر کیسی فراخی ہے۔ آپ نے بڑے طیش میں آ کر فرمایا کیا تو بھی (با وجود دانا ہونے کے) یہ بات کہتا ہے۔ کیا تو اس سے خوش نہیں؟ کہ اُن (کافروں) کے لئے دنیا میں (جو چند روزہ ہے) عیش و عشرت ہو اور ہم کو آخرت میں (جو ہمیشہ رہنے والی ہے) عیش و آرام ملے۔

انسؓ کہتے ہیں آپ ہمیشہ دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ اور مرتے ہوئے بھی مسکین ہی مار اور قیامت کے دن بھی مسکینوں میں اٹھائیو۔

اپنی بیوی عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ مسکین کو اپنے دروازہ سے خالی نہ پھیرا کر اگرچہ ایک ہی کھجور دیا کرے۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کیا کر خدا تجھے مقرب بنا دے گا۔

عہ شمائل ترمذی، عسہ شمائل ترمذی

علہ شمائل ترمذی

عہ مشکوٰۃ شریف۔

علاوہ اپنے زہد اور خاکساری کے اپنے اتباع کو بھی یہی تعلیم فرماتے ایک شخص نے عرض کیا حضرت میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ذرا سنبھل کر بول اس نے مکرر عرض کیا حضرت میں واقعی سچ کہتا ہوں مجھے آپ سے بہت محبت ہے آپ نے فرمایا اچھا اب سے تو فقر و فاقہ کے اٹھانے کو طیار رہ۔

حصول سلطنت کے زمانہ کا حال آپ کی بیوی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے تین روز تک بھی پے در پے پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ سب سے بڑھ کر آپ کے زہد اور دنیا و مافیہا سے بے رغبتی کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ایک بڑی آمدنی کی جس کے برابر اسلام میں کوئی آمدن نہیں نہ صرف اپنے ہی لئے حرام کی بلکہ ہمیشہ کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس سے روک دیا۔ وہ کیا ہے مد زکوٰۃ۔ آپ کے نواسہ امام حسن علیہ السلام نے سہ سالہ عمر میں ایک دفعہ صدقہ کی کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی آپ نے اسی وقت منہ سے نکلوا دی اور فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ ہم زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے؟ علہ

سہل بن سعد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت نے میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی؟ اس نے کہا کہاں؟ میدہ تو آپ نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھا پھر اس نے کہا تمہارے زمانہ میں چھلنیاں بھی ہوتی تھیں؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے پھر سوال کیا کہ تمہارے زمانہ میں تو آٹا اکثر جو کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر ایسے آٹے کو چھلنیوں کے بغیر تم کیونکر کھایا کرتے تھے اُس نے جواب دیا کہ پھونک مار لیتے تھے۔ جس قدر اڑنا ہوتا اڑ جاتا باقی کو گوندھ لیتے۔

آپ کی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے آپ کے لئے ایک بستر ٹاٹ کا جو دوہرا کر کے بچھایا کرتے تھے چار تہ کر کے بچھا دیا۔ اس روز صبح ہوتے ہی آپ نے فرمایا کہ آج رات تم نے میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا؟ ہم نے عرض کیا حضرت! آپ ہی کا بستر تھا۔ مگر ہم نے اُسے نرم کرنے کو بجائے دو تہ کے چار تہ بچھایا تھا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اسی طرح حسب معمول دو تہ بچھایا کرو۔ اس نے

Marfat.com

تو مجھے بوجہ آرام کے نماز تہجد سے رات غافل کر دیا۔ اللہ اکبر۔ سچ ہے۔

تواضع ز گردن فرازاں نکو ست
گدا گر تواضع کند خوئے او ست

بھلا اگر اور چیزوں کی نسبت شبہ ہو تو ہو کہ ملتی نہ ہونگی اس لئے بحکم عصمت بی بی ست از بے چادری "اپنے آپ کو زاہد بناتے تھے۔ اس ٹاٹ کی نسبت تو کوئی شبہ نہیں یہ تو آپ ہی کی ملک تھا۔ اور آپ ہی کے قبضہ میں دوہرہ بچھاتے خواہ چوہرہ۔ پھر باوجود اس کے اپنے اس آرام کو بھی بایں لحاظ کہ یہ آرام قلیل بھی مجھے نماز تہجد سے مانع ہے۔ ترک فرمایا۔

اس سے بڑھ کر زہد اور بے رغبتی کیا ہوگی کہ فوت ہونے وقت آپ کی ذرع (باوجود حصول سلطنت) چند سیر جو کے عوض میں گرو تھی۔

ایک دفعہ آپ کا تحصیلدار ابو عبیدہ بحرین کے شہر سے کچھ مال لایا۔ لوگ اس کی آمد کا حال سنکر آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے کہ ہمیں بھی کچھ اس میں سے ملے۔ آپ نے اُن کا غیر معمولی اجتماع دیکھ کر فرمایا تم نے سنا ہوگا کہ ابو عبیدہ آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضرت! آپ نے فرمایا کہ مجھے ہرگز اس بات کا اندیشہ نہیں کہ فقر و فاقہ سے تم تنگ ہوگے بلکہ اندیشہ اس امر کا ہے کہ دنیا تم پر فراخ ہوگی پھر تم بھی پہلوں کی طرح اس میں مشغول ہو کر راہ سے بھول جاؤ گے۔

سبحان اللہ کتنی زہد کی تعلیم ہے۔

پھر اُس جگہ تمام مال تقسیم کر کے اٹھے اور ایک حبہ بھی ساتھ نہ لیا۔

ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھ کر خلاف عادت بہت جلد مکان کو تشریف لے گئے صحابہ کو اس خلاف عادت امر پر تعجب ہوا اتنے میں آپ واپس تشریف لائے۔ فرمایا مجھے نماز میں یاد آیا تھا کہ میرے گھر میں ایک چاندی کا ٹکڑا پڑا ہے۔ مناسب نہیں کہ نبی کے گھر میں کچھ مال بھی بلا تقسیم پڑا ہے۔ اس لئے میں اُسے جا کر للہ تقسیم کر آیا ہوں۔

ایک دفعہ آپ کی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی تکالیف شاقہ کا (جو ان کو گھر کی محنت مشقت سے پہنچتی تھیں) آنجناب کے حضور میں اظہار کر کے درخواست کی کہ مجھے ایک خادم مل جائے تو میرے گھر کے کاموں میں باعث راحت ہو۔ آپ نے بجائے خادم مرحمت کرنے کے بحکم

کُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ

رات کو ان کے مکان پر جا کر لخت جگر کو سمجھایا کہ تم سوتے وقت تینتیس دفعہ سبحان اللہ تینتیس[۳۳] دفعہ الحمد للہ اور چونتیس[۳۴] دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو (اس عوض میں جو خدا کے ہاں سے تم کو ثواب ملے گا وہ کئی درجے غلام کی سعایت سے جو صرف دنیا میں چند روزہ ہے بہتر ہے) اس نصیحت پدرانہ کو صاحبزادی نے بھی بسر و چشم قبول کیا۔ کیوں نہ ہو۔

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ

ناظرین اس سے بڑھ کر بھی کوئی زاہد ہوگا کہ اپنی اولاد کی ایسی تکلیف شدید دیکھ کر بھی باوجود حصول سلطنت کے بجائے امداد مناسب کے ایسے کام بتلائے جو ہر طرح سے ان کو آخرت ہی میں کار آمد ہوں جن کا اثر بجز آخرت کے دنیا میں کسی طرح کا نہ ہو سکے۔ سچ ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ

ان سب واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ پر اتہام دنیا سازی کا لگانا اگر انصاف کا خون نہیں تو کیا ہے؟ سچ ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است
گلست سعدی و در چشم دشمناں خار است

کیا یہ سب واقعات مذکورہ بالا یہ سبب تنگدستی اور محتاجی کے تھے؟ جو "عصمت بی بی است از بے چادری" کے مصداق ہوں نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ حصول سلطنت اور تمام ملک پر حکمرانی کے تھے جو۔

تواضع ز گردن فرازاں نکو ست

کے مصداق ہیں۔

پس ان دو فصلوں سے دونوں احتمال (جنون اور دنیا سازی) جناب کی ذات ستودہ صفات سے بکلی مرتفع ہوگئے۔

سلہ مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

اب احتمالات ثلاثہ میں سے آپ کی نبوت کے متعلق دو کے ابطال کے بعد ایک ہی رہا وہ یہ کہ آپ صادق مصدوق سچے رسول تھے۔ ورنہ چوتھا احتمال قاعدہ عقلی میں زائد کرنا ہوگا جو ممکن ہی نہیں فثبت المدعی۔

آپ کی تعلیم سے نبوت کا ثبوت

آپ کی تعلیم کا مسئلہ بالکل صاف اور سیدھا ہے بشرطیکہ کچھ انصاف بھی ہو مثلاً توحید باری کو (جو اصل الاصول ہے) دیکھئے قرآن کریم نے کیسا صاف اور صریح لفظوں بلکہ ایسے لوگوں کے سامنے جو اس توحید کے سخت منکر تھے بیان کیا نہ صرف بیان ہی کیا بلکہ مدلل کر کے منوا بھی لیا۔

ایک جگہ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ تو کہدے خدا اکیلا ہے سب سے بے نیاز نہ کوئی اس کا بچہ ہے اور نہ کسی کا وہ۔ اور نہ اس کا کوئی مثل اور برابر ہے۔

ایک جگہ فرمایا هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (حشر ۳) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو پوشیدہ اور حاضر کو برابر جانتا ہے۔ وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ یوں سب جہان کا بادشاہ۔ سب عیوب سے پاک اصل سلامتی کا مالک سب کو امن دینے والا۔ سب کا نگہبان۔ سب پر غالب سب نقصانوں کا پورا کرنے والا۔ سب سے بڑا۔ پاک ہے مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ ہر جاندار کی تصویر بنانے والا۔ اسی کی صفات حمیدہ ہیں۔ زمین کی سب چیزیں اسی کی تعریف کر رہی ہیں۔ وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

ایک جگہ فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ کہ وہی خدا مالک ہے جس نے سات آسمان اور زمین بھی انہی کی طرح بنائے۔ ان زمینوں میں (روئیدگی وغیرہ کے متعلق اسی کے احکام نافذ ہیں۔

ایک جگہ فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (بقرہ ۳۴) سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔ نہ اس کو اونگھ آوے نہ نیند۔ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسی کا ہے۔ وہ ایسی ہیبت کا بادشاہ ہے کہ بغیر اس کی اذن کے کوئی بھی اس کے آگے کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ سب لوگوں کے آگے اور پیچھے کے حالات جانتا ہے۔ اور لوگ اس کے معلومات سے کچھ بھی دریافت نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ خود چاہے۔ زمین و آسمان کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ اور وہ ان کی نگہبانی سے تھکتا نہیں اور وہ بہت بڑا اور بلند ہے۔

کیا اس سے بھی کچھ زیادہ تفصیل ہو سکتی ہے؟

ؔ ہماری ہمسایہ قوم آریہ اور برہمو تو اس کو تقاضائے عقل ہی سمجھتے ہوں گے۔ مگر ملک کے واقعات کو ملحوظ رکھ کر رائے لگانا انصاف ہے۔ کیا یہ سچ نہیں؟

پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار +

ایک جگہ فرمایا اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (حم السجدہ ۱) تو ان کو کہدے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں ہاں میری طرف یہ پیغام الٰہی پہنچا ہے کہ تمہارا ہمارا سب کا معبود ایک ہی ہے پس اسی کی طرف سیدھے ہو کر چلو اور اپنے گناہوں پر بخشش مانگو اور افسوس ہے مشرکوں کے حال پر جو اپنے آپ کو شرک سے پاک نہیں کرتے اور قیامت کے منکر ہیں۔

ایک جگہ فرمایا قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا (اسرائیل ۱۵) تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہدے اگر خدا کے ساتھ شریک اور ساجھی ہوتے جیسے کہ مشرک کہتے ہیں۔ تو حسب عادت شرکاء فوراً خدا کی طرف چڑھائی کرتے۔

ایک جگہ دلیل عقلی سے شرک کی نہ صرف نفی کی بلکہ اس کے محال ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (انبیاء ۲) جہاں مذکور ہے کہ ان ناوانوں نے بجائے توحید کے اور خدا مقرر کر لئے کیا وہ ان کو جمع کر لیں گے (چھپ جاتو) کہ دنیا میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اگر سوائے خدا واحد کے اور خدا بھی ہوتے تو آسمان زمین بسبب ان کے تنازعات کے بالکل بگڑ جاتے یا بگڑنے کو ہوتے۔ وہ ذات پاک تو ایسی ستودہ صفات ہے کہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ اور مخلوق تو سب کے سب اسی کے غلام ہیں۔ سب کو ان کے کئے سے سوال کرے گا۔ کیا ایسے انا ہو کر بھی خدا کے سوا اور معبود بناتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ لاؤ اس کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی کہ جہاں میں دوسرا خدا بھی ہے یا ہو سکتا ہے۔

ایک جگہ نہایت ہی مختصر مگر شستہ الفاظ میں شرک کی بے ثباتی اور مذمت بیان فرماتے ہیں جہاں پر فرمایا۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (انعام ۲) اے مشرکو! گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں اگر وہ اس امر پر گواہی دیں بھی تو (تو کہہ دیجیو کہ) میں تو ایسے صریح البطلان امر پر شاہد نہیں ہوتا تو یہ بھی کہہ دیجیو کہ چونکہ خدا ایک ہے اس لئے میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

ایک جگہ فرمایا۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس ۲)

جب کفار ہماری کھلی کھلی آیتیں (توحید کے متعلق) سنتے ہیں تو بول اٹھتے ہیں کہ کوئی اور قرآن اس کے سوا لا۔ یا اس میں سے آیات توحید کو بدل ڈال جس کے جواب میں ارشاد ہے کہ تو کہہ دے کہ میرے تو اختیار میں نہیں کہ اپنی طرف سے اسے بدل ڈالوں۔ میں تو سوائے پیغام الٰہی کے کچھ کر سکتا ہی نہیں (نہ میں خدا کو کسی امر کا مشورہ دے سکتا ہوں) بلکہ اس کی نافرمانی پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے۔

ایک جگہ عظمت الٰہی ذہن نشین کرنے کو ارشاد ہے کہ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ؀ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؀ (قصص ۷) تو ان سے کہہ دے اگر خدا تم پر ہمیشہ کو رات ہی رکھے تو تبلاؤ کون ہے جو دن کو تمہارے لئے پیدا کرے اور اگر دن بے حد دراز کر دے تو کون ہے کہ تمہارے آرام کے لئے رات بنا دے۔

ایک جگہ فرمایا قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ (ملک ۲) تبلاؤ اگر خدا تمہارا پانی خشک کر دے تو کون ہے کہ تمہارے لئے پانی پیدا کر سکے۔

ایک جگہ تو صاف فیصلہ ہی کر دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (نساء ۷) کہ خداوند تعالیٰ شرک کو ہرگز نہ بخشے گا۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ایک دفعہ

Marfat.com

بھی قرآن کریم کو خواہ بنظر سرسری دیکھا ہوگا وہ بھی جان گیا ہوگا کہ
قرآن شریف کو شرک سے کس درجہ نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکوں کو
اس سے رنج ہوتا تھا۔ دیکھیو تو جب انہوں نے اس چشمہ نور منبع جود مظہر کرم
سچے رسول (فداہ روحی) میں باوجود تلاش بسیار کوئی عیب نہ دیکھا تو بجز اعراف ع ۲۲
اس کے کچھ الزام نہ لگا سکے کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ عُجَابٌ (ص ۱) کہ یہ کیسا شخص ہے کہ جو سب خداوں کو چھوڑ کر ایک
ہی خدا کے پیچھے ہو لیا ہے۔ یہ تو ایک عجیب ہی بات بتلاتا ہے اور جاتے
ہوئے ایک جماعت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کر گئی کہ اپنے اپنے معبودوں
کو مت چھوڑو۔ یہ توحید تو یونہی بناوٹ ہے۔ پہلے تو ہم نے کبھی نہیں
سنا کہ خدا ایک ہے (ہمیشہ یہی سنتے آئے کہ فلاں شخص فلاں وہی بھی کچھ
خدائی میں حصہ رکھتے ہیں) اب تو یہ ایک نئی سناتا ہے کہ سب جہان
کا مالک ایک ہی ہے۔

یہ الزام مشرکین کا چلا رہا ہے کہ ان کو بغیر اس تعلیم توحید کے
جناب کی ذات ستودہ صفات میں کوئی عیب نہیں ملا۔ سو اگر یہی ہے
تو علی الراس والعین۔ آہ ؎

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخوئی بھی ہیں عہد شکنی بھی ہیں

آپ کو شرک سے تو اس قدر نفرت تھی کہ شرک کے وہم و گمان پہ
آپ نے تصویر کا رکھنا منع فرما دیا (کیا دور اندیشی ہے) اس لئے کہ جن
قوموں میں اب صورت پرستی کا رواج ہے۔ کیا عجب کہ پہلے ان میں
اسی طرح رکھنے کا دستور ہوا ہو

علاوہ ان آیات صریحہ کے جو اپنا مفہوم بتلانے میں بالکل واضح
ہیں دیگر آیات میں جناب والا کی نسبت صاف اور صریح لفظوں میں ان
احتمالات کا جن سے غیر قومیں اپنے اپنے بزرگوں کی نسبت غلط گمانی
میں پڑ گئیں۔ قلع و قمع فرمایا۔

ایک جگہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا
ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ط تو بلند آواز سے کہدے میں اپنے
نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اگر میں غیب کی باتیں جانتا
تو اپنے بھلے کی بہت سی چیزیں جمع کر لیتا اور کبھی مجھے تکلیف نہ پہنچتی

ایک جگہ فرمایا وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ
لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝
(زمر ۷) ہم نے تیری طرف اور تجھ سے پہلے نبیوں کی طرف پیغام بھیجا ہوا
ہے کہ اگر تو بھی شرک کرے گا تو ہم تیرے سب عمل ضائع کر دیں گے۔
اور تو سخت ٹوٹا پاوے گا۔

ایک جگہ فرمایا اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ
اِلَّا هُوَ (یونس ۱۱) کہ اگر تجھ کو خدا کوئی اس کے سوا نہیں جو اس کو ہٹا
سکے اور وہ تجھ کو کچھ بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

ایک جگہ نہایت ہی عاجزی سے اقرار عبودیت کی تعلیم ہے
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
(انعام ۱۹) کہ تو کہدے میری نمازیں اور میری دعائیں اور میرا جینا میرا مرنا
سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے جو سب جہان کا مربی ہے۔

ایک دفعہ کفار کی مختلف درخواستوں سے آپ کے دل پر
کسی قدر گھبراہٹ ہوئی اور کفار نابکار کی گردن کشی سے طبیعت پر
طبعی طور سے رنج پیدا ہوا تو ارشاد باری پہنچا اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ
اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ
اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ
عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ (الانعام ۲) کہ تجھ کو ان کے

---

[1] حدیث صحیح میں ارشاد ہے کہ جو لوگ تصویریں بناتے ہیں انصاف کے روز ان کو کہا جائے گا کہ تم بھی ان میں جان ڈالو۔ جب تک وہ ان میں جان نہ ڈالیں گے تب تک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ افسوس ہے کہ اس آخری زمانہ میں مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے۔ جس کے سبب سے نادان مخالفوں نے منہ زوریاں کیں ہیں۔

انکار سے تکلیف پہنچتی ہے اور تجھ پر بوجھ پڑتا ہے تو اگر تجھ کو طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشان مطلوب ان کو دکھلا سکے تو دکھلا دے۔ خدا اگر چاہتا تو سب کو ایک جگہ ہدایت پر جمع کر دیتا تو ایسی گھبراہٹ کرنے سے ناداں مت بن۔

ایک جگہ صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (کہف ۱۲) میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں مجھ کو خدائی میں کوئی حصہ نہیں ہاں مجھ کو اطلاع پہنچتی ہے کہ تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے پس جو کوئی اس سے ملنے کی امید رکھے وہ اپنے اعمال میں شرک نہ کرے۔

ایک جگہ فرمایا قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِىْ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (زمر ۲) کہ تو کہدے کہ مجھے یہی حکم ہے کہ اللہ کی خالص عبادت کروں اور سب سے پہلے اس کا تابعدار ہوں (نہ کہ شریک اور ساجھی) تو یہ بھی کہدے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے۔ یہ بھی کہدے کہ میں تو اللہ ہی کی خالص عبادت کروں گا تم سوائے اس کے جس کی چاہو کرو (پڑے اپنا سر کھاؤ)

خلاصہ یہ کہ

ان آیتوں اور نیز دیگر آیتوں سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ بانی اسلام علیہ السلام کے دل میں عظمت الٰہی نہایت ایسی جاگیر تھی کہ بمقابلہ تعظیم خداوندی کے اپنی عزت یا بڑائی ہیچ جانتے تھے ہر طرح سے خدا کی توحید اور تعظیم ہی کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ بمقابلہ خدا کے اپنا مرتبہ بجز عبودیت کے کوئی دوسرا تجویز نہیں فرمایا۔

اب سوال یہ ہے

کیا ایسا شخص جو ہر طرح سے خدا کی عظمت کرتا ہو۔ اور اس کی توحید کا قائل نہ خود ہی ہو بلکہ دوسروں کو بھی باوجود مخالفت شدیدہ کے یہی سکھاتا ہو اور اسی تعظیم الٰہی کے سبب سے ہی اپنے گھر بار سے نکالا جائے۔ مگر وہ اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے تو ایسا خدا کا بندہ ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ خدا پر جھوٹا دعویٰ پیغمبری کرے جس کے معنی دوسرے لفظوں میں صریح یہ ہیں کہ گویا خدا کو وہ علیم قدیر مالک الملک نہیں جانتا جب ہی تو اتنی دلیری کرتا ہے کہ ایک معمولی آدمی ہو کر نیابت خداوندی کا مدعی ہوتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی منصف ہاں کہے۔ بلکہ چہار طرف سے گونج اٹھے گی کہ

نہیں نہیں ۔ ہرگز نہیں

پس آنحضرت فداہ روحی نے جو باوجود اس قدر تعظیم الٰہی کے دعویٰ پیغمبری کیا۔ تو یہ کس بنا پر تھا؟ بے شک سچے الہام اور حقانی اعلام پر۔ فتفکر[1]

آپ کے عملی طریق سے نبوت کا ثبوت

دلیل ۔ سوم

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی کتاب قرآن کریم نے تو آپ کی لائف (سوانح) کو جس طرح صاف اور صریح لفظوں میں بیان کیا ہے اس کا ذکر عیاں راچہ بیاں "مفصل کیفیت کی غرض سے ہم آپ کے واقعات روایات سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ دونوں طریق (علمی اور عملی) آپ

[1] اس دلیل سے مرزا صاحب قادیانی اور شیخ بہاء اللہ ایرانی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان دونوں کی نبوت پر بطور معارضہ ہمارے پاس دلائل بہت ہیں جو ہم اپنی دیگر تصانیف میں لکھ چکے ہیں۔ (منہ)

کے مطابق معلوم ہوں - اور کسی بد اندیش کو

"چوں بخلوت میروند آں کار دیگر می کنند"

کہنے کا موقع نہ رہے -

ایک[1] روایت میں آیا ہے کسی نے آپ کے سامنے آکر عرض کیا حضرت ہم آپ کو اللہ کے آگے شفیع بناتے ہیں - اور اللہ کو آپ کے آگے - چونکہ یہ کلمہ صحیح نہ تھا - اس لئے کہ شفیع تو اس کو لایا کرتے ہیں جو خود نہ کر سکے - اور خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے - اس لئے آپ کو یہ کلمہ سنکر بہت رنج ہوا اور بڑے طیش میں آکر آپ نے اس قائل کو ایسے کلمات سے کہ جن سے جناب باری کی شان میں کسی قسم کی بھی ہتک ہو اور اس کی توحید میں فرق آئے سخت منع فرمایا (کیا یہ چھوٹوں کی شان ہے)؟

ایک[2] دفعہ آپ کی خدمت شریف میں ایک شخص نے آکر کہا جو خدا چاہے اور آپ چاہیں گے وہی ہوگا - آپ نے بڑے رنجیدہ ہو کر فرمایا - کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا - ایسے کلمات ہرگز نہ کہا کر - بلکہ یہ کہا کرو کہ جو خدا اکیلا چاہے گا - وہ ہوگا -

آپ[3] کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی سواری پر ہوتے تو پہلے یہ دعا کرتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے جس نے ایسے بڑے جانور (گھوڑے، اونٹ ہاتھی وغیرہ) کو ہمارے تابع کر دیا - ورنہ ہم تو ایسے شاہ زور جانور کے قریب بھی نہ جا سکتے تھے -

اور[4] جب کبھی کسی بلندی (پہاڑ وغیرہ) پر چڑھتے تو چونکہ اس سے ایک قسم کا علو ہوتا ہے اور بہ نسبت سابق کے انسان اپنی اونچائی دیکھتا ہے اس لئے ایسے وقت میں آپ بڑی دور اندیشی سے نہایت بلند اور برتر کو دیکھتے اور اللہ اکبر کہتے یعنی میری بلندی جو اس وقت مجھے حاصل ہوئی ہے ہیچ ہے - اصل میں سب سے بڑا خدا ہی ہے - اور جب آپ نیچے اترتے تو چونکہ یہ ایک قسم کا نقصان ہے کہ بلندی سے پستی میں آئے اس لئے یہ سب عیوب اپنے ذمہ لیتے - اور خدا کی نسبت وہاں بھی سبحان اللہ ہی پکارتے - یعنی سب عیوب مخلوقات کا خاصہ ہیں خدا ان سب عیبوں سے پاک ہے ہمیشہ خدا کی تعظیم آپ کے دل پر ایسی غالب رہتی کہ کوئی کام ایسا نہ کرتے اور نہ کرنے کی اجازت دیتے جس سے خدا کی عظمت میں فرق آئے

ایک دفعہ[5] آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے کہ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں حسب دستور اپنے باپ دادے کی مدح کر رہی تھیں اُن میں سے ایک نابالغ لڑکی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم میں اس وقت وہ نبی ہے جو کل کی بات بھی جانتا ہے - چونکہ یہ کلمہ سوائے خدا کے کسی اور کے حق میں کسی طرح سے جائز نہیں اور نیز اس میں سے ایک قسم کی شرک کی بو آتی ہے - اس لئے آپ نے اس لڑکی کو فوراً منع کر دیا کہ اسے چھوڑ کر پہلا ہی راگ گاتی جا (کیا جھوٹے دنیا ساز اس طرح اپنی ہتک عزت کیا کریں؟ جن کو حصول دنیا ہی مقصود ہو وہ تو جس طرح ہو سکے اپنے مطلب سے مطلب رکھیں ایک خدا کی جگہ دو نہیں یا تین ان کی بلا سے انہیں تو راسخ الاعتقاد مرید مل جانے چاہئیں - جو ان کے کمالات کے قائل و معترف ہوں جس سے ان کی چاندی کھری ہو -) -

سب سے بڑھ کر آپ کی صفائی تو اس سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ اپنی علیحدگی میں بھی خدا تعالیٰ کی ویسی تعظیم کرتے تھے جیسے کہ سب کے سامنے بلکہ اس سے بھی زائد - ایک روایت[6] میں آیا ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز میں ایک دفعہ یہ آیت پڑھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ اے خدا! تو اگر ان گنہگار بندوں کو ان کے گناہ کے سبب سے عذاب کرے تو بے شک تو کر سکتا ہے - ممکن نہیں کہ کوئی تجھے مانع ہو - اس لئے کہ وہ سب تیرے بندے ہیں - اور اگر تو اپنی بخشش عامہ سے ان پر رحم کرنا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے - کیونکہ تو سب

۱ مشکوٰۃ شریف

۲ مشکوٰۃ شریف

۳ مشکوٰۃ شریف

۴ مشکوٰۃ شریف

۵ مشکوٰۃ شریف -

Marfat.com

پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے) سارا وقت تہجد کا جو قریبا ڈیڑھ پہر رات کے تھا اسی آیت کے پڑھتے ہوئے گذار دیا۔ اس قدر تعظیم خداوندی نے دل پر اثر کیا کہ کسی قسم کا نہ تو تکان معلوم ہوا نہ ضعف حالانکہ سب سے علیحدگی کا وقت تھا۔

ایک حدیث[1] میں آیا ہے کہ تہجد کی نماز دراز پڑھنے سے آپ کے پاؤں مبارک پھول گئے۔ صحابہ نے عرض کیا حضرت! آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ گناہوں سے پاک ہیں آپ نے کیا ہی عمدہ جواب دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیم الٰہی آپ کے دل میں گھر کر گئی ہوئی تھی۔ فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ اس پر مغرور ہو جاؤں کہ خدا نے مجھے بیگناہ بنایا۔

کیا یہ سچ ہے

کہ نماز تہجد کا وقت ایسا وقت ہے کہ جس میں اٹھ کر خدا کی عبادت کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مخالف موافق سب اس کی تکلیف سے آگاہ ہیں علاوہ تکلیف کے لوگوں سے ہر قسم کی علیحدگی بھی ہوتی ہے۔ پھر ایسے وقت میں خدا کی یاد کرنا کیا ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جو اس کو اپنے حال سے بھی ناواقف جانیں۔ یا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا کو ہر طرح سے متصرف علیم وحکیم جزا وسزا کا مالک جانتے ہوں۔ بیشک اس کا جواب شق ثانی میں صحیح ہوگا۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص جو خدا کی ہر طرح تعظیم کرے خلوت جلوت میں اسی کی عبادت میں مصروف رہے اور اپنے آپ کو اس کے آگے ذلیل کرنا ہی باعث عزت سمجھے وہی ایسی جرأت کرے کہ ایک معمولی آدمی ہو کر دعویٰ نیابت الٰہی (پیغمبری) کا کرے۔ ہرگز نہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے۔

قدیمان خود را بیفزائی قدر کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر

یہ تینوں دلیلیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے بالکل عقلی ہیں۔ اگر ان میں کچھ نقل کو دخل ہے تو صرف واقعات بتلانے کے لئے ہے نہ کہ اصل مدعا کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دلائل کے مخاطب ہر فرقہ کے لوگ ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ ان دلائل کے بیان میں جس قدر ہم نے مخالفوں کے اعتراضات اور منہ زوریوں سے سکوت کیا ہے اس وجہ سے نہیں کہ ہم ان سے غافل اور بے خبر ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کیا ہے کہ ان کا جواب تفسیر میں حسب موقع آوے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

نیز اس امر کے لئے ہم چند[2] رسالے شائع کر چکے ہیں جن میں ایسے سوالات کے جوابات مفصل دیے گئے ہیں اب ہم ایک دلیل ایسی بیان کرتے ہیں جس کے مخاطب خاص کر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہوں گے۔ نہ کہ آریہ اور برہمو وغیرہ۔

حضور اقدس کی نبوّت کی

دلیل چہارم

خطابی[3] دلیل بائبل سے

توریت کی پانچویں کتاب استثنار کے باب ۱۸ میں لکھا ہے:-

"اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ (نبی) میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا اس سے حساب لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔" (فقرہ ۱۹)

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] حق پرکاش - ترک اسلام - مقدس رسول وغیرہ چھپ کر شائع ہو چکی ہیں (منہ) [3] یہ دلیل خطابی ہے یعنی یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں الزامی حجت ہے اس لئے مرزا صاحب قادیانی وغیرہ کے اتباع مسلمانوں کے مقابلہ میں اس دلیل سے فائدہ نہیں لے سکتے۔ والتفصیل مقام آخر (منہ)

Marfat.com

یہ عبارت حسب تعلیم بائبل واضح طور پر ہمیں ایک قانون الٰہی سے آگاہ کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ جھوٹا نبی جو مطلق کذب پر ہو یا اس کی اصلیت کچھ ہو۔ مگر کسی وقت وہ شرک کی تعلیم دے تو وہ قتل کیا جائے گا۔

اب سوال یہ ہے

کیا وجہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے پیغمبر اسلام مستثنیٰ ہے حالانکہ بقول اہل کتاب (علیہم ما یستحقونہ) پیغمبر اسلام کاذب تھے معاذ اللہ۔ پھر میں پوچھتا ہوں کیا وجہ ہے کہ توریت کی عبارت مذکورہ کے موافق آپ کے گلے پر تلوار نہ پھری؟ حالانکہ آپ لوگوں کی ہمشیرہ[1] نے جناب والا کو دعوت میں زہر بھی دیا۔ مگر وہاں بھی۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ[2]

بالکل سچا معلوم ہوا۔ اور

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[3]

نے پورا جلوہ دکھایا۔ کیا توریت کلام الٰہی نہیں؟ کیا اس میں برکت اور صداقت نہیں؟ آخر ہوا تو کیا۔ جو اس کے مطابق حضور اقدس نہ مارے گئے۔ باوجودیکہ آپ کئی ایک لڑائیوں میں بھی گئے۔ ان لڑائیوں میں آپ کو تکالیف شدیدہ بھی پہنچیں مگر اس پیشگوئی کی تصدیق نہ ہونے پائی۔ پس اگر یہ کلام توریت کا صحیح ہے تو آپ کی نبوت بھی بلا کلام حق ہے۔ ورنہ عیسائیوں کو کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ جب تک اس عبارت کی کوئی توجیہ ان کی سمجھ میں نہ آئے سرور عالم سید الانبیاء سند الاصفیاء محمد مصطفےٰ فداہ ابی و امی۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ کی نبوت کو تسلیم کریں۔ ورنہ ان کی تکذیب سے توریت کی بھی تکذیب ہوگی۔ ؎

مُراد ما نصیحت بود و گفتنیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

فصل
متعلق تفسیر

جو روش میں نے تفسیر کے متعلق اختیار کی ہے یعنی ایک سلسلہ میں سارے مضمون کو لایا ہوں اس میں علماء مفسرین مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا بیان سب مسلسل ہے اور بعض کہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ قرآن حسب موقع نازل ہوتا رہا۔ اس سے بے شک مطابق ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ سارا اترا ہے جس کا سلسلہ وار بیان ہونا ضروری ہو۔

میرے خیال میں بجائے خود دونوں رائیں صحیح ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم حسب موقع نازل ہوتا رہا۔ اور اس موقع کا پہلے موقع سے جس پر پہلی آیت اتری تھی مطابق اور موافق ہونا بھی ضروری نہیں۔ مگر اس وجہ سے کہ سورتوں کی ترتیب آنحضرت کے ارشاد سے ہوئی تھی تو کوئی نہ کوئی مناسبت لاحق کو سابق سے ضرور ہوگی۔ مانا کہ اتنی نہیں جو ایک ساتھ اترنے میں ہوتی۔ آخر اس فعل نبوی کا بھی تو کچھ استحقاق ہے۔ اس لئے میں نے ایک آیت کو دوسری سے جوڑ دیا۔ اور تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ مناسبت بھی پائی۔ اکثر تفاسیر ہی سے حاصل کیا ہے۔ گو طرز بیان جدا ہے کیونکہ ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

---

[1] خیبر میں ایک یہودیہ عورت نے آنحضرت کی دعوت کر کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔ آپ نے اس کا کھانا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ مجھے اس گوشت نے بتلایا ہے کہ اس میں زہر ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اس غرض سے کیا تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے چھوٹ جائیں گے۔ اور اگر سچے ہوں گے تو آپ بچ رہیں گے۔ اس لفظ (ہمشیرہ) میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جھوٹا نبی زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ جان سے مارا جاتا ہے۔ [2] خدا اپنے نور کو پورا کرے گا چاہے کافر برا مانیں [3] خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا ۱۲

Marfat.com

میرا یہ طرز بیان مجھ سے پہلے اردو تفاسیر میں نہیں آیا جس[1] نے اختیار کیا۔ وہ میرے بعد غالباً دیکھ کر کیا ہے۔ اس لئے مجھے خوشی ہے کہ

لے اڑی طرزِ فغاں بلبلِ نالاں ہم سے
گل نے سیکھی روشِ چاکِ گریباں ہم سے

لیکن عربی میں اس کا کسی قدر تفسیر رحمانی نمونہ ہو سکتی ہے۔ گو بعد تامل اس میں اور اس میں فرق ہے۔ چونکہ میری غرض صرف یہ ہے کہ قرآن کریم سے عوام مسلمان اپنی اپنی سمجھ کے موافق کچھ حصہ لیں اس لئے میں نے حواشی کو اصل تفسیر سے الگ کر کے اختلاف قرأت وغیرہ کے مباحث بھی نہیں لکھے۔ کیونکہ موجودہ قرأۃ ہر حال میں مسلم اور معتبر ہے۔

چونکہ میری غرض اصلی اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ عوام اہل اسلام قرآن کریم کے مطالب سے واقف اور آگاہ ہوں اس لئے میں نے ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ عربیہ کی پابندی نہیں کی یعنی یہ نہیں کہ جو لفظ پیچھے ہو اس کا ترجمہ بھی پیچھے کروں۔ بلکہ عربی محاورہ کو ہندی محاورہ میں لایا ہوں اس امر کی پابندی بھی نہیں کی کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ اسمیہ میں ہی ادا کروں۔ بلکہ مطلب اس کا جس جملہ میں باعتبار محاورہ اردو کے پایا۔ ادا کر دیا ہے بعض جگہ واؤ کو سر کلام سمجھ کر اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ غرض جو کچھ کیا وہ اسی غرض سے کیا کہ اردو میں با محاورہ کلام ہو۔

مسلمان بھائیوں سے عموماً اور علمائے اسلام سے خصوصاً درخواست ہے کہ میری غلطیوں کے متعلق براہ راست مجھ کو مطلع کریں گے اور صحیح کو قبول فرمائیں گے + انما الاعمال بالنیات +

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

[1] جیسے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ وغیرہ اکرم اللہ (منہ)

Marfat.com

Marfat.com

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب عالموں کا
الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ
پرورش کرنے والا ہے بڑا مہربان
الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ
نہایت رحم والا ہے قیامت کے دن کا
الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
مالک تیری ہی عبادت کرتے ہیں
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
ہمیں سیدھی راہ پر
الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ
پہنچا ان کی راہ

چونکہ یہ سورت[1] بندوں کی زبان پر گویا ایک عرضی کا مسودہ نازل ہوا ہے اس لیے اس کے ترجمہ سے پہلے "کہو" محذوف سمجھنا چاہیے۔ یعنی اے میرے بندو! تم یوں کہو کہ ہم شروع کرتے ہیں سب کام اللہ کے نام سے جو باوجود گناہ بندوں کے بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے پھر عرض مطلب سے پہلے ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ پاک کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ سب مخلوق کیا چھوٹی کیا بڑی اسی کی نمک خوار اور غلام ہے، نہ صرف پرورش کرتا ہے بلکہ باوجود ان کے گناہوں کے بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر دنیا میں باوجود کثرت احسانات کے اس کی طرف رجوع نہ کریں۔ اور اپنے تکبر اور سرکشی میں پھنسے رہیں۔ تو اس نے ایک دن بدبختوں اور نیک بختوں کی تمیز کرنے کو مقرر کر رکھا ہے جس کا نام روز قیامت ہے اس قیامت کے دن کا مالک بھی وہی ہے۔ چونکہ ایسے خدا مالک الملک کے حکم سے روگردانی کرنا بہت ہی مذموم اور قبیح امر ہے اور نیز ایسا مالک الملک کوئی اور نہیں۔ لہٰذا ہم سب سے علیحدہ ہو کر اے ہمارے مہربان مولا! تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہر ایک کام کی انجام دہی میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ چنانچہ بالفعل ہماری ایک ضروری حاجت ہے جس کے سبب سے ہم تیرے عاجز بندے ایک دوسرے سے مخالف اور دشمن ہو رہے ہیں اور نہایت ہی زور سے کوشش کر چکے ہیں۔ تاہم کوئی فیصلہ بیّن طور پر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہم نیازمندان سب کے سب عاجز ہو کر التماس

شانِ نزول: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ مکہ شریف میں جب نماز فرض ہوئی تھی تو یہ صورت نازل ہوئی۔ فتح البیان ۱۲

حاشیہ (۱) اِهْدِنَا یہ پہلا موقع قرآن کریم کا ہے کہ دعا کا اس میں ذکر آیا بلکہ تعلیم کی گئی۔ قرآن کریم اور حدیث شریف سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ دعا جب دل کی توجہ سے کی جائے تو ضرور ہی قبول ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں تو صریح ارشاد ہے۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی مانگنے والا جب مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا ایسا جواد ہے کہ دعاگو بندے کے ہاتھ خالی پھیرنے سے اسے شرم آتی ہے۔ اسی مضمون کی آیات اور احادیث کثیر التعداد ہیں۔ جملہ اہل اسلام بلکہ جمہور انام بھی اس امر پر متفق ہیں اور عقل بھی اسی کی مقتضی ہے کہ ایک عاجز بندہ جو اپنے

ل۔ اس سورت کے کئی نام ہیں۔ ہر نام اس کی فضیلت ظاہر کرتا ہے۔ اس کو "فاتحۃ الکتاب" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ابتدا کتاب اللہ کی اسی سے ہے اور "سورت الشکر" بھی اس کا نام ہے اس لئے کہ اس کے اول میں حمد ہے جو شکر سے بڑھ کر ہے۔ اس کا نام "سورۃ الرقیۃ" یعنی دم کی سورۃ بھی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام اس کو پڑھ کر بیماروں پر دم کیا کرتے تھے۔ ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اس سورت جیسا بارکت کلام نہ توراۃ میں ہے نہ انجیل میں نہ کسی آسمانی کتاب میں نازل ہوا یہی قرآن عظیم ہے جو مجھ (آنحضرت) کو ملا ہے (منہ)

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ
پر جن پر تونے انعام کیے
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ
نہ اُن لوگوں کی جن پر غضب کیا گیا
وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○
اور نہ اُن کی جو گمراہ ہیں۔

کرتے ہیں کہ تو ہی اے مولا! مہربان ہم کو اس میں کامیاب کر، وہ مطلب یہ کہ دین میں ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا اور اگر یہی ہے جس پر ہم ہیں تو اسی پر ہمیں قائم رکھ۔ اے ہمارے مولا! ہماری یہ آرزو نہیں کہ جس راہ کو ہم ناقص العقل سیدھی سمجھیں یا ہمارے اور بھائی اچھی جانیں وہ دکھا۔ حاشا و کلا بلکہ اُن بزرگوں کی راہ پر پہنچا جن پر تو نے بوجہ اُن کی دینداری کے بڑے بڑے انعام کیے اور عطیات دیے اور مہربانیاں مبذول فرمائیں۔ نہ اُن بے ایمان لوگوں کی جن پر اُن کی بدعملی کے سبب سے غضب کیا گیا جیسے یہودی وغیرہ۔ اور نہ اُن لوگوں کی جو بوجہ اپنی کوتہ اندیشی کے گمراہ ہیں۔ جیسے عیسائی وغیرہ۔ اے ہمارے مہربان مولا! ہم عاجزوں کی یہ التجا مخلصانہ قبول فرما!۔

خدا کو سب طاقتوں کا مالک جان کر اس سے اپنے ارادوں کے پورا ہونے میں امداد چاہتا ہے تو ایسے وقت میں اس عاجز بندے کی حاجت روائی نہ کرنا ایک قسم کا بخل ہے۔ جب کہ انسانی طبائع کا تقاضا ہے کہ اگر کسی سائل کا سوال الحاح کو پہنچتا ہے تو طبیعت انسانی اس کی حاجت روائی پر متوجہ ہوتی ہے، حالانکہ انسانی طبائع میں بخل بھی ہے پھر جو ذات ستودہ صفات بخل اور امساک سے مبرا ہو اس کا یہ تقاضا ہو کہ سائل کے سوال پر متوجہ نہ ہو۔ تو اس سے زیادہ بخل کیا ہوگا تعالی اللہ عن ذٰلک علواً کبیرا۔ یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ یہی وجہ ہے کہ سب لوگ بالطبع تکلیف کے وقت اس فعل پر مجبور ہوتے ہیں اور اس کی طفیل سے اپنی حاجت روائی کی امید رکھتے ہیں۔ مگر اس زمانہ کے محقق سر سید احمد خان علی گڑھی اس امر میں نہ صرف اہل اسلام بلکہ جملہ انام سے بھی مخالف ہو بیٹھے ہیں۔ اور قبولیت دعا کے وہ معنی نہیں مانتے جو سب لوگ مانتے ہیں۔ چنانچہ اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں یوں رقمطراز ہیں:۔

سر سیّد کی پہلی غلطی

"دعا جب دل سے کی جاتی ہے ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے، مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جس مطلب کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ دعا کرنے سے وہ مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اور استجابت کے معنی اس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے لیے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ... ہیں وہ مطلب تو انہی اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر دعا نہ تو اس مطلب کے اسباب سے ہے اور نہ اُس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔ بلکہ وہ اس قوت کو تحریک کرنے والی ہے جس سے اس رنج و مصیبت اور اضطراب میں جو مطلب کے نہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے۔ تسکین دینے والی ہے"۔ (صفحہ ۱۰)

ناظرین غور کریں کہ سر سید کی کس قدر جرأت ہے اور مجھے ہمیشہ ان کی جرأت پر تعجب ہوا کرتا ہے کہ تمام جہان کے مقابلہ پر خم ٹھونک کر کھڑے تو ہو جاتے ہیں مگر اس کے سامان مہیا نہیں کرتے۔ کوئی دلیل قوی تو کجا ضعیف بھی اپنے دعوی پر پیش نہیں کرتے۔ بتلا دیں تو اس مسئلہ میں جو سب لوگوں کے خلاف رائے ظاہر کی۔ تو اس کی کوئی دلیل بھی بیان کی ہے؟

ہمارے خیال میں سر سید کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ اس مطلب کے اسباب میں سے نہیں۔ مگر یہ فرمانا کہ نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے غلط ہے۔ ہم حسب درخواست[1] سید صاحب تفسیر القرآن بالقرآن کئی ایک آیتیں بتلاتے ہیں جن سے سر سید کے اس بیان کی غلطی ناظرین و نیز سید صاحب پر پورے طور سے منکشف ہو جائے گی۔

[1] سید صاحب کا مذہب نزول ملائکہ کی نسبت ہمیں معلوم ہے اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ وہ ہمیں کسی طرح مضر نہیں۔ ہمارا مطلب تو صرف اس سے ہے کہ استجاب کا مفعول انی ممدکم واقع ہے پس اگر ہمارا مطلب صحیح نہ ہو تو کلام میں کذب لازم آئے گا۔ والتفصیل مقام آخر۔

Marfat.com

سر سید نے بجواب مولوی مہدی علی ملقب نواب محسن الملک مرحوم درخواست کی ہوئی ہے کہ آپ اپنے مطلب پر دلیل عقلی یا نقلی ضرور پیش کریں اور دلیل نقلی کی تعریف سید صاحب نے یہ کی ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہو (دیکھو تہذیب الاخلاق بابت رمضان ۱۳۱۲ھ صفحہ ۲۵۴) طبع اول تفسیر ہذا سر سید مرحوم کی زندگی میں ہوا تھا۔ اور یہ جلد ان کو پہنچ چکی تھی ہم بگمان حسن خاتمہ دعا کرتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (منہ)

اس مطلب کو بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین نے جب تنگ آکر دعا کی تو ہم نے فوراً اُن کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت فرمایا فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۔ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ "فا" کو جس کا ترجمہ "پس" ہے جب کسی کلام پر متعاقب لاتے ہیں تو پہلا کلام پچھلے کے لئے سبب ہوتا ہے جیسے سَبَّنِیْ زَیْدٌ فَضَرَبْتُهٗ مجھے زید نے گالی دی پس میں نے اسے پیٹا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ گالی دینا پیٹنے کے لئے سبب ہے۔ اسی طرح اس آیت میں فَدَعَا رَبَّهٗ۔ فَفَتَحْنَا کے لئے علت ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بارش کے لئے یا کم سے کم بارش کے اسباب جمع کرنے کے لئے سبب ہوئی۔ گو کفار کی ہلاکت کے اسباب کچھ اور ہی ہوں۔۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان اسباب کو جمع کرنے میں دعا کو بھی دخل ہے۔ ورنہ "ف" لاکر ففتحنا فرمانا بے معنی ہے۔ دوسری جگہ بھی اسی طرح فرمایا۔ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ۔ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ۔ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ناظرین ذرا غور فرمائیں کہ کس طرح پہلے کلام پر پچھلے کو تفریعاً بیان فرمایا ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی "کہ اے خدا تو ہم میں فیصلہ کر اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس سے نجات دے"۔ اس سے آگے کے لفظوں میں ارشاد ہے کہ پس نوح کی دعا کرتے ہی ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو نجات دی" جس سے ایک جزء دعا کا پورا ہوا" پھر دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ جس سے حضرت نوح کی دعا کے دونوں جزء پورے کر دئے۔ بے شک اس میں بڑی نشانی ہے کہ خدا اپنے بندوں کی دعا کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ لیکن بہت سے لوگ (مثل سید صاحب کے) نہیں مانتے"۔ ایک اور مقام پر اس سے بھی واضح طور پر بیان فرمایا۔ بلکہ اجابت دعا کے معنی بھی صاف صاف بتلا دئے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ یعنی اے مسلمانو! تمہاری دعا فتح اسلام کے بارے میں خدا نے اس طور سے قبول کی کہ میں تمہاری مدد کرنے کو ایک ہزار فرشتہ لگاتار بھیجوں گا" (اس کا حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۸ پر)

اس سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کے یہ معنی ہیں کہ جو مراد مانگی جائے وہ حاصل ہو جائے جیسی کہ صحابہ کرام کو جنگ بدر میں حاصل ہوئی اس قسم کی بہت سی آیات قرآنی ہیں جن سے صاف صاف اگر بے تعصبی سے باقاعدہ سمجھنا چاہیں تو مفہوم ہوتا ہے کہ ہاں دعا بھی واقعی حصول مطلب میں دخل رکھتی ہے نہیں معلوم سید صاحب کو اس کے مخالف کون سی دلیل عقلی یا نقلی سوجھی جو اس سے انکاری ہو بیٹھے۔ اگر وہی شبہ ہے جو عموماً عام لوگوں کو ہوا کرتا ہے کہ جس کام کے لئے دعا کی جاتی ہے اگر وہ شدنی ہے تو دعا بے فائدہ ہے اور اگر ناشدنی ہے تو دعا سے ہو نہیں سکتا۔ تو اس کا جواب بھی ہے جو حافظ ابن قیمؒ نے "الجواب الکافی" میں دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا بھی مثل دیگر اسباب خورد و نوش کے ہے جیسے کھانا بھوک کے لئے اور پینا پیاس کے لئے۔ بس اگر یہی سوال کھانے اور پینے پر وارد ہو کہ اگر بھوک نے جانا ہے تو کھانے کی بھی حاجت نہیں۔ اور اگر نہیں جانا تو کھانے سے بھی نہیں جاویگی پھر اس سوال کا جواب غالباً سر سید بھی یہی دینگے کہ کسی چیز کا مقدر ہونا اس چیز کے متسبب ہونے کے مخالف نہیں۔ ورنہ دنیا میں کوئی چیز بھی ایک دوسری سے مسبب نہ ہو اس لئے کہ سب امور واقعیہ کی تقدیر ہو چکی ہے۔ پس اسی پر دعا کو بھی قیاس فرما لیجئے۔

اصل یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر اسباب خدا نے مقرر فرمائے ہیں ان سب کا یہی حال ہے کہ بعض دفعہ ان کے ہونے سے بھی وہ مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ محض اسباب کے ہونے سے ہی متسبب کا وجود نہیں ہوا کرتا۔ جب تک کہ اس کے موانع بھی معدوم نہ ہوں مثلاً آفتاب دھوپ کے لئے ایک سبب ہے، حالانکہ اس کے طلوع سے جب تک کہ موانع مثل بادل وغیرہ کے مرتفع نہ ہوں دھوپ نہیں ہوتی۔ اس ہماری تقریر سے ایک اور شبہ بھی دور ہو گیا جو دعا کے سبب ہونے پر کیا جاتا ہے۔ جیسے سید صاحب نے بھی تہذیب الاخلاق ماہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں پیش کیا ہے کہ بسا اوقات دعا کی جاتی ہے مگر حاجت برآری نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ دعا کوئی سبب حصول مقصود کے لئے نہیں ہے

۳؎ نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں۔ میری مدد کر۔ پس ہم نے جوش والا پانی آسمان سے برسایا اور زمین سے چشمے نکالے۔ پس پانی اپنے اندازہ (ہلاکت کفار) کو پہونچ گیا۔ (ترجمہ) منہ

Marfat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا
میں ہوں اللہ بڑے علم والا یہ کتاب بلاشک (صحیح)
رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○
ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
جو غیب کی باتیں مانتے ہیں
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
اور نماز ادا کرتے ہیں اور
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○
ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
اور وہ جو تیری طرف اتری ہوئی (کتاب)
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ
اور تجھ سے پہلے اتری

میں ہوں اللہ سب سے بڑے علم والا۔ اگر تم میرے علم پر یقین رکھتے ہو تو جان لو کہ یہ کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے بلاشک (صحیح) اور میری طرف سے ہے۔ اور جو یہ شبہ ہو کہ اگر یہ کتاب بلاشک صحیح ہے تو اس کو سب لوگ کیوں نہیں مانتے؟ تو اس کا جواب سنو! کہ مخلوق تین قسم پر ہے ایک وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا خیال ہے کہ ہمارا کوئی مالک ہے جو ہم سے ہمارے افعال کی نسبت سوال کرے گا۔ کہ تم نے کیا کچھ کیا۔ ایسے لوگ تو ہمیشہ مجھ (خدا) سے ڈرتے رہتے ہیں دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اپنے خیالات کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ غلط ہوں۔ دوسرے کی سنتے ہی نہیں خواہ کیسی ہی کہے۔ بلکہ الٹے حق گوؤں سے جو ان کی رائے سے مخالف ہوں دشمن ہو جاتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہیں جو اپنی غرض کے یار مطلب کے آشنا۔ نہ اسلام سے عداوت نہ کفر سے عار۔ بلکہ جس طرف دنیاوی مطلب ہو اسی طرف کے غلام۔ اگر مسلمان ہیں تو اپنے مطلب کو، کافر ہیں تو اپنی غرض سے پس یہ قرآن بے شک پہلی قسم کے لوگوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔ بعد ہدایت یابی کے ان کی پہچان کے دو نشان ہیں۔ اول نشانی اور بڑی ضروری نشانی تو یہ ہے کہ جو بن دیکھے غیب کی باتیں حسب فرمان الٰہی مانتے ہیں اور نماز کو ایسا ادا کرتے ہیں کہ پانچوں وقت جماعت سے پڑھتے ہیں اور علاوہ اس کے ممسک اور بخیل بھی نہیں بلکہ ہمارے دیے ہوئے سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ اور دوسری نشانی یہ سمجھو کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جو اے پیغمبر! تیری طرف اتری ہوئی کتاب

ورنہ البیانہ ہوتا۔ اس لئے کہ اگر حاجت روائی نہ ہونے سے دعا کے سبب ہونے میں شبہ آتا ہو تو دھوپ کے لئے آفتاب کے سبب ہونے میں بھی شبہ ہونا چاہیے۔ بلکہ جو لوگ نئی زمانہ نوکری کے لئے پڑھتے ہیں اور سید صاحب بھی تعلیم علوم جدیدہ کو زمانہ حال میں معاش کا بڑا بھاری سبب جانتے ہیں، حالانکہ بہت سے تعلیم یافتہ حیران و سرگرداں ہیں پس ان کی ناکامی سے معلوم ہوا کہ علوم جدیدہ حصول معاش کے لئے سبب نہیں؟ حالانکہ ان کی ناکامی بہ نسبت دعاگوؤں کے تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ دعاگوؤں کو علیم و حکیم سے معاملہ ہے جس کی نسبت یہ بھی گمان ہے کہ اس کے علم اور حکمت میں مطلوب کا ملنا ان کو مفید نہ ہو یا ان میں بعض امور ایسے ہوں جو دعا کی قبولیت کو مانع ہوں جیسے حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ جنگلوں اور بیابانوں میں لمبے لمبے ہاتھوں سے خدا کو پکارتے ہیں۔ حالانکہ ان کا کھانا پینا اور لباس سب حرام ہوتا ہے پھر ان کی دعا کیسے قبول ہو؟ قرآن کریم نے بھی فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دعا بھی مثل اور اسباب کے ایک سبب ہے پس جیسے اور اسباب پر حصول مطلب ضروری نہیں باوجود اس کے ان کی سببیت میں شبہ نہیں آتا اسی طرح اس میں بھی نہیں۔ ودلیلہ ما مر۔ فتذکر (منہ)

عـــہ اس سورت کی فضیلت حدیثوں میں بہت آئی ہے۔ ایک حدیث میں جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہے وارد ہے کہ یہ سورت قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے کے ساتھ جناب باری میں آئے گی اور اس کی طرف سے بطور وکالت کے گفتگو کرے گی۔ اور اس کی سفارش میں کہے گی کہ اے اللہ تیرے بندے نے مجھے تیرا کلام جان کر پڑھا تھا۔ اور مجھ پر عمل کیا۔ اس کو معاف کر دے۔ اسی طرح ہر ایک پڑھنے والے کی سفارش کر کے معافی کرائے گی۔ (منہ)

عـــہ (الٓمّٓ) ان حروف مقطعات کے معنی بتلانے میں بہت ہی اختلاف ہوا جس کا مفصل ذکر تفسیر اتقان اور معالم میں مرقوم ہے۔ میرے نزدیک زیادہ صحیح وہ معنی ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ ہر ایک حرف اللہ کے نام اور صفت کا مظہر ہے۔ اسی لئے میں نے یہ ترجمہ جو آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

Marfat.com

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ

ہوئی بھی مانتے ہیں اور یہی لوگ قیامت کو

هُمْ يُوقِنُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ

مانتے ہیں یہی لوگ اپنے

هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ

رب کے فرمان پر ہیں اور یہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ

مراد کو پہنچنے والے ہیں وہ لوگ جو

كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ

انکاری ہیں جن کو تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا

أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○

برابر ہے وہ نہیں مانیں گے۔

اور تجھ سے پہلے اُتری ہوئی کتابیں بھی مانتے ہیں نہ صرف زبانی دنیا داروں کی طرح یا جھوٹے واعظوں کی مانند کہ کہیں کچھ اور کریں کچھ، بلکہ وہ نیک کام اور خلاص میں ایسے مشاق ہیں کہ اُن کی اخلاص مندی دیکھ کر بے ساختہ مُنہ سے نکلتا ہے کہ یہی لوگ قیامت کو مانتے ہیں جو ہر وقت اُسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جو کام کرتے ہیں قیامت ۔۔۔۔ کی عزت اور ذلت کا لحاظ اُس میں پہلے کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ بے شک یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر چلنے والے ہیں اور اگر یہ اسی طرز پر رہے تو بے شک یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں ہاں وہ لوگ جو عناد کے سبب ہر ایک حقانیت سے انکاری ہیں یعنی جن کو تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے وہ اس کتاب کو نہیں مانیں گے۔ ایسے لوگوں کو خدا نے بھی اپنی جناب سے دور کر دیا ہے۔

حاشیہ نمبر ۲ (اور تجھ سے پہلے اُتری ہوئی) بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان نے عیسائیوں سے انجیل کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل مانگی تو جھٹ سے انہوں نے یہ آیت یا اس کے ہم معنی کوئی دوسری آیت پڑھ دی اور سائل مسلمان پر زور ڈالا کہ تمہارا قرآن کتب سابقہ کی شہادت دیتا ہے۔ یا کہ ان کی تسلیم کو داخل ایمان بتاتا ہے۔ پھر تم اس سے زیادہ ثبوت کیا چاہتے ہو اس لئے مناسب ہے کہ اس جگہ جو پہلا ہی موقع کتب سابقہ کی تصدیق کا آیا ہے ہم اس امر کی تحقیق کر دیں کہ کتب سابقہ جن کی قرآن کریم تصدیق کرتا ہے وہ یہی ہیں جن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت زمانہ حال کے عیسائیوں سے مطلوب ہے یا اور۔ اور ان کتابوں کی قدر و منزلت کہاں تک ہے اور یہ بھی واضح کر دیں کہ اس مطلب پر عیسائیوں کا اس آیت کو پیش کرنا مثبت مدعا ہے یا صرف دفع الوقتی یا نا سمجھی

عیسائیوں کی پہلی غلطی پس واضح ہو کہ کتب سابقہ جن کی تصدیق قرآن کریم نے کی ہے بحیثیت مجموعی یہ نہیں جو اس وقت متداول ہیں۔ یہ تو ایک قسم کی کتب تواریخ کے ہیں۔ اس ہمارے دعوی کا ثبوت ان کا موجودہ طرز ہی بتلا رہا ہے۔ توریت ابتداء سے انتہا تک انجیل اوّل سے آخر تک پڑھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ان کتب والے حضرت موسٰی اور حضرت مسیح علیہما السلام کے سوا کوئی اور ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت موسٰی اور مسیح علیہما السلام کے بعد کے واقعات کا اس میں درج ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ان جملوں کی حضرت موسٰی اور مسیح کو خبر تک نہیں۔ کجا یہ کہ خدا کی طرف سے ان پر الہام ہوئے ہوں۔ مثلاً حضرت موسٰی کی وفات اور بعد وفات کے واقعات کا ذکر بھی توریت میں مذکور ہے۔ توریت کی پانچویں کتاب استثناء میں لکھا ہے :۔

"سو خداوند کا بندہ موسٰی خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا۔ اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل گاڑا آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔ اور موسٰی اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا کہ نہ اس کی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اس کی تازگی جاتی رہی۔ سو بنی اسرائیل موسٰی کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک رویا کئے" (باب ۳۴ فقرہ ۵)

آگے چل کر دسویں فقرے میں لکھا ہے۔ "اب تک بنی اسرائیل میں موسٰی کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا"

اور حضرت مسیح کے سولی پر جان دینے کا مذکور اناجیل میں بصراحت موجود ہے۔ بلکہ سولی کے بعد کے واقعات بھی ان میں پائے جاتے ہیں۔ ان سب امور پر غور کرنے سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ ان واقعات کے دیکھنے اور لکھنے والے سوا ان دو صاحبوں کے کوئی اور شخص ہوں گے اور اگر عیسائیوں کا عقیدہ بھی بغور دیکھیں تو وہ بھی اس امر کے قائل نہیں کہ توریت انجیل موجودہ کے مصنف موصوفہ انبیاء ہیں۔ بلکہ ان کے خیال کے مطابق بھی ان کے بعد کے لوگ

ف ۵
سواء علیھم بدل ہے صلہ (کفروا) سے اور لا یؤمنون خبر ہے اِنّ کی فاندفع اور د اوکا دیرد (منہ)
ع ۵ بعد نقرہ منقول ہے
۱۲

Marfat.com

ہیں۔ اناجیل کے مصنف تو یہی لوگ ہیں جن کے نام سے اناجیل مروج ہیں ایسا ہی توریت وغیرہ کا لکھنے والا اور واقعات کا جمع کرنے والا بھی کوئی شخص ہوگا یوشع بن نون ہو یا کوئی اور۔ ہاں اہل اسلام اور عیسائیوں کا صرف اس قدر اختلاف ہے کہ عیسائی اس کے قائل ہیں کہ جو کچھ اناجیل وغیرہ میں مذکور ہے بیشک حواریوں ہی نے لکھا مگر وہ اس کے لکھنے میں معصوم تھے۔ ان کی حفاظت خدا کے بالقول ان کے مسیح کے ذمہ تھی جو خود خدا ہے۔ جو واقعات مسیح کے تھے ان کو الہام کے ذریعے معلوم ہوتے تھے۔ وہ لکھتے جاتے تھے۔ مثلاً جو واقعات حضرت مسیح کو پیش آئے کہیں انہوں نے کلام الٰہی کا وعظ کہا۔ کہیں اپنے معمولی بشری کاموں کھانے پینے میں مصروف ہے۔ سب کے سب مصنفوں نے اناجیل میں درج کر دئے۔ چنانچہ ان کے اختلافات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک واقعہ کو تو ایک لیتا ہے۔ دوسرا نہیں لیتا۔ مثلاً مسیح کا زندہ ہو کر آسمان پر چلا جانا مرقس لیتا ہے متی نہیں لیتا۔ متی کا مسیح کے پیچھے ہو لینا متی بیان کرتا ہے۔ مرقس وغیرہ نہیں کرتے۔ اسی طرح اور سینکڑوں واقعات ہیں جو ایک انجیل میں ہیں دوسری میں نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ایسے واقعات کا چھوٹ جانا کچھ تعجب بھی نہیں۔ بالخصوص جب کہ ثبوت کی بنا صرف سماع ہی پر ہو۔ چنانچہ لوقا اپنی انجیل کے شروع میں ظاہر کرتا ہے کہ میں نے بلکہ سب نے راویوں سے سنکر واقعات لکھے ہیں پس ثابت ہوا کہ توریت انجیل جن کی قرآن کریم نے شہادت دی ہے یہ نہیں۔ ان کو ان کے ساتھ بجز شرکت اسمی کے کوئی شراکت نہیں جیسے کوئی شخص خاندان مغلیہ کا حال لکھ کر اس کا نام گلستان رکھ دے تو وہ شیخ سعدی کی گلستان نہ ہوگی پس اس انجیل موجودہ کے ثبوت میں آیت قرآنی کا پیش کرنا اور آیت شریفہ قرآنیہ کو اپنے دعوی کا مثبت جاننا ہرگز صحیح نہیں۔ قرآن شریف نے کہیں یہ نہیں بتلایا کہ انجیل متداول مسیح پر نازل ہوئی یا یہ کہ اس کو بھی مانو بلکہ ایمان کے موقع پر اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور مَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى یعنی ان کتابوں کو جو تجھ سے پہلے اتریں اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ملیں۔ ان الفاظ شریفہ سے تعبیر کرنے میں اسی طرف اشارہ ہے جو ہم لکھ آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ عیسائی ان کے مصنفوں کو الہامی مانتے ہیں۔ سو پڑے مانیں۔ اس کا ثبوت ہم کو دیں کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کریں کہ متی، مرقس وغیرہ الہامی تھے۔ اور یہ کتابیں ان کے الہام سے ہیں۔ وددونہ خرط القتاد۔ آیت قرآنی کو پیش کرتے ہوئے خیال کریں کہ دعوی کیا ہے اور دلیل کیا۔ دعوی اناجیل موجودہ کے مصنفوں کے الہامی ہونے کا ہے اور دلیل سے حضرات موسیٰ اور مسیح کا الہام ثابت ہوتا ہے فانی ھذا من ذالك بعض عیسائی بھولے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی غرض سے کہا کرتے ہیں کہ اگر موجودہ اناجیل اصلی نہیں تو اصل لاکر دکھاؤ ہم اس سے مقابلہ کر کے دیکھیں جبکہ تمہارا قرآن شریف ان کی شہادت دیتا ہے تو ان کا وجود بھی بتلاؤ کہ کہاں ہے؟ اس کا جواب ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں کسی کو ایک چاندی کا ٹکڑہ دکھا کر کہے کہ یہ انگریزی روپیہ ہے وہ شخص بوجہ اس کے کہ اس پر انگریزی سکہ نہیں اس سے انکار کرے تو اس مدعی کا حق ہے کہ اپنے دعوی کی یہ دلیل بیان کرے کہ اگر یہ روپیہ نہیں تو اصلی روپیہ لاکر دکھا اور اس سے مقابلہ کر دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصلی کون ہے۔ اور نقلی کون۔ اگر نہ ملے تو میرا دعوی ماننا ہوگا۔ ہرگز یہ کلام مدعی کا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے انکار کی وجہ تو یہ تھی کہ چونکہ اس ٹکڑے پر جو نشان روپیہ بننے کے ہونے چاہئیں وہ نہیں۔ اس لئے یہ ٹکڑہ روپیہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اناجیل موجودہ کی نسبت بھی مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ قطع نظر ان کے موجودہ طرز کے چونکہ ان میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جو حضرت موسیٰ اور مسیح کے زمانہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے اس لئے ہم ان کو انجیل مسیحی نہیں مانتے۔ علاوہ اس کے ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلی انجیل کلاً یا جزاً اسی میں ہو جیسے کہ بعض فقرات جو حضرت مسیح نے بطور وعظ کے فرمائے ہیں یہی بتلاتے ہیں۔ مگر چونکہ ایسے فقرات الہامی مجموعہ غیر الہامی میں آ کر وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہم من حیث المجموعہ ان پر غیر الہامی کا حکم لگاتے ہیں۔ پس اناجیل موجودہ کی مثال بالکل یہ ہوگی کہ ایک واعظ قرآن کریم کی ایک دو آیتیں پڑھ کر گھنٹہ دو گھنٹہ تک وعظ کہے۔ پھر اسی وعظ کو کوئی شخص اول سے آخر تک کسی اخبار یا رسالہ میں چھپوا دے پس جیسا کہ یہ اخبار یا رسالہ الہامی نہیں ہو سکتا۔ گو اس میں آیات قرآنی بھی ہیں۔ ایسا ہی اناجیل موجودہ الہامی نہیں جب تک کہ عیسائی اس امر کا ثبوت نہ دیں کہ ان کے مصنف بھی الہامی تھے۔ وددونہ خرق القتاد۔ منہ

28.56

تحقیق اس کی یہ ہے کہ ہر زمانہ میں دستور ہے کہ بزرگوں کے واقعات سب کے سب چاہے کیسے ہی ہوں مسلسل قلمبند کیا کرتے ہیں گو ان میں اس بزرگ کے معمولی مشاغل کھانا پینا چلنا پھرنا بھی کیوں نہ ہو۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وفات اور بعد وفات کے حالات بھی درج کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

عہ یہ ایک محاورہ ہے جو مشکل کام پر بولا جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرات صلحائے امت وغیرہ بزرگان کی سوانحعمریاں اس کی شاہد عدل ہیں - ان وقائع کے جمع کرنے سے مصنفوں کی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو واقعات ان بزرگوں کی زندگی کے بعد مرنے کے جو ان کے متعلق ہوں بعض کو بطور مسائل شرعیہ اور بعض کو بغرض رقت قلب بیان کریں - یہ خیال ان کو ہرگز نہیں ہوتا کہ ان بزرگوں کے الہامی واقعات ہی کو لکھیں - یہی وجہ ہے کہ ایسی تصنیفوں میں ان واقعات کا ذکر بھی ہوتا ہے جو ان بزرگوں کے الہامی تو کیا اختیاری بھی نہیں ہوتے - مثلاً سوتے وقت خراٹے مارنا یا بحرکت طبعی گاہے بلندی سے پستی میں گر پڑنا یا موت کے وقت بتقاضائے طبیعت خدا کو ایلی عہ ایلی کہہ کر پکارنا وغیرہ وغیرہ پس اسی طرح حضرت موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کے خادموں نے بھی وہ واقعات جو ان صاحبوں کے سامنے بلکہ ان سے پہلے اور پچھلے جو ان سے متعلق تھے سب کو یک جا جمع کر دیا - یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح کے پیدا ہونے کے پہلے کے حالات اور بقول ان کے بعد وفات کے واقعات بھی اپنی تحقیق اور حافظہ اور سماع کے مطابق ایک ایک جگہ جمع کر کے کتابیں بنائیں جسے فی زماننا اناجیل کہتے ہیں آخر کار لوگوں نے انہی کو بایں لحاظ کہ مسیح کے واقعات بتلا رہے ہیں حضرت مسیح کی انجیل سمجھ لیا - نہ اس خیال سے کہ مسیح کی زندگی میں ان پر نازل ہوئی تھی - بلکہ اسی خیال سے کہ مسیح کے حالات بتلا رہے ہیں - قربان جائیں سرور عالم سید الانبیاء فداہ روحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنہوں نے ابتدا میں اسی لحاظ سے کہ شاید لوگ میرے واقعات اور میرے کلام اور کلام الٰہی میں فرق نہ کر سکیں - اور یہود و نصاریٰ کی طرح مورد اعتراض نہیں - اپنی حدیثیں لکھنے سے بھی منع فرما دیا تھا عہ - لیکن جب لوگوں کو اس امر کی تمیز بخوبی ہو گئی کہ واقعات نبویہ اور ہوں - کلام الٰہی اور - وحی متلو اور ہو - اور غیر متلو اور - تو پھر احادیث نبویہ کے لکھنے کی اجازت بخشی - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلمانوں کے ہاں علوم حدیث اور ہیں اور علوم قرآن اور - نہ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ گذرا جس کا دفیعہ ان سے مشکل ہو رہا ہے - ہماری اس مفصل تقریر سے اس شبہ کا جواب بھی ہو سکتا ہے جو عیسائی قرآن کریم کے قصص بنی اسرائیل پر کیا کرتے ہیں کہ فلاں قصہ جو قرآن شریف نے بنی اسرائیل کا بیان کیا ہے کتب سابقہ میں نہیں - فلاں واقعہ جس طرح کہ قرآن شریف نے بیان کیا ہے اسی طرح کتب سابقہ میں نہیں - وغیرہ وغیرہ - اس لئے کہ یہ کتابیں سب کی سب مجموعہ بائیبل مثل ایک تاریخ کے ہیں - پس کسی واقعہ کا ان میں نہ ہونا - یا کسی قصہ کا ان میں قرآن کریم کے مخالف ہونا قرآن پر اعتراض نہیں لا سکتا - کیونکہ بہت سی کتب تواریخ کا یہی حال ہے - کہ کوئی کسی واقعہ کو چھوڑ جاتا ہے کوئی کسی قصہ کو کسی طرح بیان کرتا ہے - دوسرا کسی طرح - پس جیسا کہ ان میں احتمال اس امر کا ہوتا ہے کہ مورخ کو یہ واقعہ سرے سے ملا نہ ہو یا ملا ہو تو ہو مگر اس نے اس کو صحیح یا اپنے مذاق کے مطابق نہ پایا ہو - یا ناتمام ملا ہو - اسی طرح جامعین بائیبل پر احتمال ہے کہ ان کو وہ واقعہ جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے نہ ملا ہوگا - یا ملا مگر ناقص یا غلط - ان کے ایسا ہونے سے قرآن الہامی پر شبہ نہیں آ سکتا - ہمارے اس بیان کی شہادت یوحنا مؤلف انجیل بھی دے رہا ہے جو اپنی انجیل یوحنا میں لکھتا ہے :-

"پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے - اور اگر وے جدا جدا لکھے جائیں تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں" (کیا صحیح ہے یا الہامی مبالغہ؟) باب ۲۱ - فقرہ ۲۵)

پس اگر ایک واقعہ کتب سابقہ میں نہیں اور قرآن کریم میں ہے تو اس کے جھٹلانے کی یہ وجہ نہیں ہو
سکتی کہ چونکہ ان میں نہیں اس لئے غلط ہے کیونکہ کتب سابقہ میں کسی واقعہ کا نہ ہونا اس امر کی دلیل
تو بیشک ہے کہ ان کے مصنف کو یہ واقعہ نہ ملا ہو یا اس کو حسب مذاق اپنے نہ سمجھا
ہو مگر اس کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ وقوع پذیر ہی نہ ہوا
ہو - اس لئے کہ عدم علم سے عدم شئ لازم نہیں
آتا - منہ

عہ دفیہ اشارۃ

عہ بخاری شریف کتاب العلم

Marfat.com

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

خدا نے اُن کے دلوں کو اور کانوں کو بند کر دیا۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کو عذاب بڑا ہوگا۔

ع ۱

اب اُن کی ایسی بُری حالت ہے کہ کوئی سچی بات اُن کے ذہن تک رسائی کر ہی نہیں سکتی۔ اِس لیے کہ خدا نے اُن کے دلوں کو قبولیت حق سے اور کانوں کو حق سننے سے بند کر دیا اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے پس تینوں طریق انسان کی ہدایت کے ہوتے ہیں۔ سو خدا نے اُن کی سرکشی اور لاپرواہی کے سبب سے تینوں کو بند کر دیا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ چونکہ یہ لوگ بڑے معاند اور مفسد ہیں قیامت کے روز اُن کو عذاب بھی بڑا ہی ہوگا۔

حاشیہ نمبر ۳

مله (خَتَمَ اللّٰهُ) اس مقام پر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ جب خود خدا ہی نے ان کافروں کو گمراہ کیا اور اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھیں بند کر دیں تو پھر ان کا قصور کیا؟ ایسے لوگوں کو عذاب کرنا انصاف سے دُور ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ چونکہ یہ پہلی آیت ہے اس لیے ہم اس کے حاشیہ میں کسی قدر مفصل لکھیں گے اور پھر موقع بموقع اس کے حوالہ ہی پر قناعت کر جائیں گے مگر تحقیقی جواب سے پہلے یہ بتلانا ضروری ہے کہ اسلام کے قدیمی مہربان عیسائیوں نے اس مسئلہ کے متعلق جو زبان درازیاں کی ہیں بالکل انصاف سے بعید اور فہم کلام سے دُور ہیں اور ان کا یہ فعل عیسائیوں کی ایمانداری کا پورا ثبوت ہے۔ کہ انہوں نے اس معاملہ میں سوتن کے جلانے کو اپنی ناک کی بھی پرواہ نہ کی۔ قرآن کی ان آیات پر اعتراض کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ہاں کی بھی خبر نہ لی۔ کہ توریت انجیل نے بھی اس مسئلہ کو متعدد مقالات پر بوضاحت لکھا ہے۔ توریت کی دوسری کتاب سفر خروج باب ۴ کے فقرہ ۲۱ میں یوں ہے:۔

عیسائیوں کی دوسری غلطی

"خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب تو مصر میں داخل ہووے تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لیکن میں اس کے دل کو سخت کروں گا وہ ان لوگوں کو جانے نہ دے گا"

ایضاً ۱۰ باب کے فقرہ ۲۷ میں لکھا ہے:۔

خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ اس نے ان کا جانا نہ چاہا"

ایضاً ۱۱ باب کا فقرہ ۱۰:۔

موسیٰ اور ہارون نے یہ عجائب فرعون کو دکھائے اور خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا کہ اس نے اپنے ملک سے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا"

اسی طرح مقاماتِ ذیل میں بھی اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ بغرض اختصار صرف نام بتلانے ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

استثناء ۲ باب کا فقرہ ۳۰۔ ایضاً ۲۹ باب کا فقرہ ۴۔ یشوع ۱۱ باب کا ۲۰۔ قاضیوں ۹ باب کا ۲۳۔ سلاطین ۲۲ باب کا ۲۱۔ زبور ۱۰۵۔ ۲۵۔ ایضاً ۱۴۸۔ ۱۶۔ امثال ۱۶ باب کا ۴۔ یسعیا ۶ باب کا ۹۔ ایضاً ۲۹ باب۔ فقرہ ۹۔ متی ۱۳ باب کا ۱۴۔ لوقا ۸ باب کا ۱۰۔ یوحنا ۶ باب کا ۲۴۔ وغیرہ۔

پادریوں نے اپنے ہاں کی تو خبر نہ لی۔ لی ہوگی تو اپنی کلیسا میں رسوخ بڑھانے کو ناحق اسلام سے اُلجھے۔ پس پادری لوگ تو جب تک ان مقامات مذکورہ کا جواب نہ سوچ لیں ہم سے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ فما هو جوابهم فهو جوابنا۔ رہا یہ امر کہ ایسی آیات قرآنی کا کیا مطلب ہے اور اس سوال کا حقیقی جواب کیا ہے۔ سو اس کے جواب دینے سے پہلے ہم چند اصول بتلانا مناسب جانتے ہیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

اوّل۔ سوائے خدا کے دنیا میں کوئی خالق نہیں۔ دنیا میں کیا جوہر کیا عرض بغیر خلق الٰہی کے پیدا نہیں ہو سکتا

دوم۔ خدا کا علم بہت ہی وسیع ہے ہر ایک چیز کو اس نے ایک ہی آن میں جان لیا ہوا ہے خواہ وہ چیز ہزار ہا سال بعد کیوں نہ پیدا ہو۔

سوم۔ خدا کی قدرت سب پر غالب ہے۔ اگر وہ چاہے تو مخلوق سے خلاف طبع کام بھی کرا سکتا ہے۔

Marfat.com

چہارم۔ خدا نے انسان کو ایسی طاقتیں دے رکھی ہیں کہ اگر ان کو استعمال کیا جائے تو ترقی پذیر ہوتی ہیں اور اگر مہمل چھوڑی جائیں تو بیکار بلکہ قریب زوال بھی ہو جاتی ہیں۔

پنجم۔ کسی شخص کی نسبت قیافہ شناسی یا کسی اور وجہ سے پیشگوئی کرنا اس کو مجبور نہیں کرتا۔

ششم۔ انسان کو خدا نے کسی قسم کی تمیز اور قدرت ضرور دے رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہو کر اشرف المخلوقات ہؤا۔

ہفتم۔ کسی بیمار صاحب الفراش کا کسی بڑے کام میں جلکر شریک نہ ہونا اس کی مدح کا باعث نہیں ہو سکتا۔

پس اب پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ انسان جو قوانین الٰہی بلکہ قوانین شاہی کا بھی مکلف ہوتا ہے اسے ان احکام کے ادا کرنے کی طاقت بھی ہے یا نہیں بے شک بموجب اصول ششم ہے۔ مگر خانہ زاد نہیں کسی کی دی ہوئی ہے۔ اور وہ طاقت بموجب اصول چہارم اس قابل ہے کہ اسے کام میں نہ لایا جائے تو بیشک تنزل پذیر ہوتی ہے۔ بلکہ اگر ایک مدت تک مہمل ہی رہے تو قریب فنا بھی ہو جاتی ہے اس امر کی وضاحت کے لئے ہم چوروں اور ڈاکوؤں کا حال تمثیلاً بتلاتے ہیں کہ زمانہ ابتدا میں ان کو بڑے بڑے کام کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اُن کے دل میں اس کام کے عیوب نمایاں اور اس کی پاداش کا ڈر ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ ایک حد تک پہنچکر ایسے ہو جاتے ہیں کہ بیکس مظلوم یتیم۔ بیوہ عورتوں کا مال بھی اگر ملے تو نہیں چھوڑتے۔ وجہ اس کی بجز اس کے کیا ہے کہ انہوں نے خداداد طاقت سے کام نہیں لیا۔ جو آخر کار رفتہ رفتہ ایسی ہو گئی کہ گویا معدوم ہے مگر در اصل معدوم نہیں بلکہ مغلوب ہے۔ اسی مغلوبیت کو اس آیت میں خَتَمَ اللّٰهُ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بموجب اصول سوم اگر خدا چاہے تو ان کو بھی ہدایت کر دے اور ان کو ان کی بے جا حرکتوں سے جو مثل طبعی کے ہو رہی ہیں جبراً روک دے۔

انہی معنی کی طرف آیات وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا [1] + وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ + وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا۔ وغیرہ میں اشارہ فرمایا۔ اور اگر انسان اپنی مغلوب طاقت سے کچھ کام لینا چاہے تو خداوند عالم بھی بموجب اصول چہارم اس پر نظر رحمت کرتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ [2] بھی تبلا رہا ہے اور اگر توجہ ہی نہ ہو تو مطابق اسی اصول مذکور کی دن بدن حالت ردی اور ابتر ہوتی جاتی ہے۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ [3] اور فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اسی مطلب کو واضح کرتی ہیں۔

رہا یہ سوال کہ انسان کا قصد کون پیدا کرتا ہے۔ سو اس کا جواب بموجب اصول ششم یہ ہے کہ خدا نے جو انسان کو تمیز دے رکھی ہے اسی تمیز خداداد کو انسان ایک طرف اپنے اختیار سے لگا لیتا ہے اسی کا نام قصد ہے۔ اگر کہا جاوے کہ خدا اس کے بد ارادوں کو روکتا کیوں نہیں تو اس کا جواب بموجب اصول ہفتم یہ ہے کہ اس صورت میں انسان کسی مدح کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ "عصمت بی بی ست از بے چادری" کا مصداق۔ علاوہ اس کے اگر خدا انسان کو بد ارادوں سے جبراً روک دے تو ایمان بالجبر کس کا نام ہے یہی تو محل نزاع ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کے دل میں ایسے خیالات جن کو وہ اپنے اختیار خداداد سے قصد اور ارادہ تک پہنچاتا ہے کون ڈالتا ہے۔ انسان کا تو کام نہیں۔ بسا اوقات ہمیں بلا اختیار جی میں ایسی باتیں آجاتی ہیں جن کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کے خیالات خدا ہی ڈالتا ہے اَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا اس کا مثبت ہے مگر اتنی ہی حد تک جو اس کے بس میں نہیں۔ انسان پر کوئی عذاب بھی نہیں۔ بلکہ محض فضل خداوندی سے اس حد تک نیک خیال پر اجر بھی ملتا ہے۔ ہاں جب اس سے بڑھ کر انسان اس خیال کو قصد تک پہنچاتا ہے تو پھر وہی حال ہوتا ہے جو ہونا چاہیے۔ اگر سوال کیا جائے کہ اس حدیث کے اور اس کی ہم معنی آیتوں کے کیا معنی ہونگے؟ جن میں صاف آیا ہے کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ خواہ خصی ہو جاؤ یا نہ ہو جاؤ جو زنا تمہاری قسمت میں لکھا ہوگا وہ تم سے ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنے ہی استقلال کرے گناہ مقدر سے بچ نہیں سکتا۔ تو اس کا جواب بموجب اصول دوم و پنجم یہ ہے کہ بیشک ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر ایسا ہوتا انسان کو مجبور نہیں بناتا بلکہ یہ تو بااختیار بناتا ہے۔ ہاں اس سے علم خداوندی کی وسعت اور حقانیت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ اپنے نوکر کو حکم کرے کہ کل صبح چھ بجے میرے پاس حاضر ہو جیو۔ اتفاق سے بادشاہ اس وقت اپنے مقام معہود پر نہ تھا۔ نوکر نہ اس خیال سے کہ بادشاہ وہاں نہیں ہے بلکہ

[1] اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت کر دیتے۔ [2] خدا اپنی طرف ہدایت کرتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے ۱۲ [3] کیونکہ انہوں نے سرکشی کی جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو خدا

Marfat.com

اس کی موجودگی کے علم پر بھی نہ آیا۔ تو کیا وقت مواخذہ نوکر کا یہ عذر ہو سکتا ہے؟ کہ آپ اس وقت دربار میں نہ تھے۔ اس لئے میں نہ آیا۔ اگر کہے تو بادشاہ اس کا جواب یوں دے گا کہ گو میں اپنے دربار میں نہ تھا لیکن تم نے تو غیر حاضری اپنے قصد سے کی تھی۔ پس اس کی سزا تم کو ملے گی۔ اسی طرح انسان بھی جو کچھ کرتا ہے اس کے مقدر میں ہوتا ہے مگر کرتا تو اپنے اختیار سے ہے اس سے **اختیار** ثابت ہوتا ہے نہ جبر۔ اسی کے مطابق ارشاد وارد ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا[1]۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا[2] کے کیا معنی ہوں گے۔ اس سے تو صاف ثابت ہے کہ بجز ہدایت خداوندی کوئی بھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی بھی ہدایت نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ سب کچھ خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہے تو اس کا جواب بموجب اصول اول یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں پیدا ہوتی ہے خواہ وہ جوہر ہو یا عرض۔ بغیر مشیت اور ارادہ الٰہی کے ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ ہدایت اور ضلالت بھی دنیا میں اعراض سے ہیں۔ تو پس ان کے وجود کی بابت اگر یوں ارشاد ہو کہ بدون ہماری مشیت اور ارادہ کے نہیں ہو سکتے جیسے اور چیزیں تو اس میں کیا موقع اعتراض یا اشتباہ ہے؟ پس اس آیت کریمہ کے معنی بالکل روشن اور واضح یوں ہوئے کہ گو تم اپنے ارادہ خداداد سے ہدایت کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن جس کی ہدایت کو ہم ہی پیدا کریں اور وجود دیں وہی ہدایت پر آ سکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے ارادہ سے گمراہی کی طرف جھکے اور خدا کی طرف سے اس کی گمراہی وجود پذیر بھی ہو جائے تو پھر کوئی نہیں جو اس کو ہدایت دے سکے۔ اس لئے کہ بجز ذات پاک کوئی دوسرا خالق ہی نہیں جو ضلالت موجودہ کو فنا کر کے ہدایت پیدا کر دے۔ یہ امر بالکل واضح ہے۔ رہا یہ سوال کہ ایسی آیتیں ہی کیوں نازل فرمائیں؟ جن سے کہیں تو گمراہی کو شیطان وغیرہ کی طرف نسبت کیا۔ اور کہیں اپنی طرف کیا جس سے کئی قسم کی غلط گمانیاں پیدا ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ گمراہ کرنے والا خدا کو سمجھ گئے۔ دوم یہ کہ اس میں شیطان کو بھی خدا جیسا اختیار ثابت ہوا حالانکہ بحیثیت تعلیم اسلامی یہ دونوں خیال غلط ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں کہیں گمراہی کو اپنی طرف نسبت کیا ہے اس سے تو مجوسیوں اور مشرکوں کی تغلیط کرنی منظور ہے جو اس بات کے قائل تھے کہ دنیا میں خیر جس میں ہدایت بھی داخل ہے ایک خدا پیدا کرتا ہے اور شر جو گمراہی کو بھی شامل ہے دوسرا خدا بناتا ہے۔ اس لئے وہ دو خداؤں اہرمن اور یزدان کے قائل تھے۔ چونکہ یہ عقیدہ جیسا کہ سب انبیاء کی تعلیم کے خلاف تھا ویسا ہی عقل سلیم کے بھی مخالف تھا۔ اس لئے قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کے رد کرنے کو صاف اور صریح الفاظ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ کی منادی کرا دی۔ ہدایت اور اضلال کے معنی اس سے پہلے ہم بتلا آئے ہیں اور جہاں کہیں شیطان وغیرہ کی طرف نسبت کیا ہے وہ حسب محاورہ سبب کی طرف ہے نہ کہ اصلی فاعل کی طرف جیسے کہ انبت الربیع البقل (موسم نے بہار لگا دی) بولا کرتے ہیں۔

اب ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس امر کی تکذیب بھی کی ہے کہ انسان کو بالکل بیکار کاٹھ کی پتلی مثل حجر شجر کے مانا جائے۔ کفار نے یہ سن کر کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے ارادے سے ہوتا ہے اپنی پاک دامنی پر اس سے حجت پکڑی وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا[5] زبان پر لائے چونکہ یہ بے سمجھی کی بات تھی۔ نیز ایک کافر فاسق کو ایک قسم کا بہانہ تھا اسی لئے اس کے جواب میں وہ الفاظ استعمال کئے جن سے سخت اور نہ ملیں كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[6] کہہ کر اس نافہمی پر ناراضگی ظاہر فرمائی۔ پس اگر قرآن کریم کی تعلیم کا یہی منشا ہوتا کہ انسان اپنے افعال میں اپنے ارادے میں اپنی حرکات میں مثل جمادات کے ہے تو اس کا ایسے شد و مد سے رد نہ فرماتے بلکہ موقع غنیمت سمجھ کر ہمارے ہم خیال ہوئے جاتے ہیں اس کی تائید کرتے۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے ایسا کیوں نہ کیا کہ سب مخلوق نجات پاتی؟ دنیا میں جس قدر مذاہب مختلف ہیں یقیناً بعض ان میں سے غلطی پر ہیں پھر ان کی نجات کا بھی تو کوئی ذریعہ ہونا چاہیے تھا۔ آخر وہ بھی تو اسی کی مخلوق ہیں۔ مانا کہ خدا نے ہدایت کی راہ سب کو دکھائی اور جیسا کہ ثابت ہوا انسان اپنے ہی ارادہ سے غلطی کرتا ہے مگر کوئی صورت ایسی کیوں نہ کی کہ سب کے سب مدامی عیش میں رہتے؟ اس کا **جواب** علاوہ اصول سابقہ کے اور دو اصول پر مبنی ہے۔

(۱) جس چیز کی چند صفات ہوں اس کی ہر صفت کا ظہور ضروری ہے خواہ وہ صفات متضاد ہی کیوں نہ ہوں اپنے اپنے موقع پر سب کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ جیسے انسان کی صفات اٹھنا۔ بیٹھنا۔ بولنا۔ سکوت کرنا۔ چلنا۔ ٹھیرنا۔ وغیرہ ہر ایک صفت باوجود تضاد کے

---

[1] خدا نے بہت سی مخلوق جہنم کے لئے بنائی ہے۔ [2] جس کو خدا ہدایت کرے وہی راہ یاب ہے اور جس کو گمراہ کرے تو اس کا کوئی حامی نہ ہو سکے گا۔ ۱۲

[5] اگر خدا چاہتا تو ہم نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے ۱۲ [6] اسی طرح پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ ۱۲

اپنا اپنا اثر دکھا رہی ہے ۔

(۲) خداوند عالم جیسا خالق ۔ مالک ۔ رحیم ۔ عادل ۔ کامل ہے ویسا ہی اس کا غضب بھی اعلیٰ درجہ کا ہے جس کی برداشت ممکن نہیں ۔ بلکہ جس قدر صفات کاملہ مخلوق میں پائی جاتی ہیں سب کی سب ذات باری جل مجدہٗ کی صفات کاملہ کے نمونے ہیں ۔

پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا کی صفت خلق (پیدا کرنے کی) تو خلقت کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوئی لیکن اتنی ہی بات سے باقی صفات کا تقاضا پورا نہیں ہو سکتا تھا ۔ جب تک کہ ان کے آثار بھی نہ پائے جائیں چونکہ وہ صفات بظاہر کسی قدر متضاد بھی ہیں اس لئے خداوند عالم جل مجدہٗ نے جو بڑا عالم الغیب ہے ان صفات کے ظہور کے لئے جیسے کہ صفات مختلف تھیں ویسے ہی طریق المدار بھی مختلف ایجاد کئے ۔ ایک طرف شیطان اور شہوات نفسانیہ پیدا کیں ۔ جو لوگ ان کے پیچھے چلیں وہ مورد غضب بنیں ۔ چونکہ بلحاظ انسانی طبائع کے قریب قریب تمام لوگوں کا اس میں پھنس جانا بھی کچھ مشکل نہ تھا ۔ اور یہ طریق صفت عدل کے مخالف تھا ۔ اس مخالفت کے دور کرنے کو خدا نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور قویٰ ملکوتیہ کو پیدا کیا جن سے انسان اپنے نفع و نقصان کو سوچے ۔ بعد سوچ کے موافق ارشاد انبیاء علیہم السلام سیدھی راہ پر چلے تو صفت عدل کا تقاضا پورا ہو ۔ کہ وعدہ الٰہی کے موافق انعام اکرام کا مستحق ٹھیرے ۔ رہا تقاضا رحم سو اس طرح پورا کیا کہ جو لوگ بعد قصور اپنے آپ کو نادم کریں اور خدا کے آگے گڑگڑائیں ۔ یا باوجود تقصیرات کے کسی ضروری حکم کی تعمیل کر چکے ہوں تو ان کو یا تو بغیر کسی مواخذہ کے معافی دیجائے یا بعد کسی قدر مواخذہ کے چھوڑا جائے بلکہ بعض بوجہ اخلاص کامل کے مورد انعام بھی ہوں ۔ پس ثابت ہوا کہ یہ تمام سلسلہ ظاہری اور باطنی دراصل صفات خداوندی کے آثار ہیں ۔ اور ایسا ہونا بھی ضروری تھا ۔ اس ہماری تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب آگیا جو عوام لوگ کیا کرتے ہیں ۔ کہ خدا نے شیطان کو کیوں پیدا کیا ۔ انبیاء کو کیوں بھیجا ؟ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صفات خداوندی باوجود تضاد کے اس طریق سے سب کی سب پوری ہو جاتی ہیں نہ جیسا کہ عیسائیوں نے غلط فہمی سے خدا کے عدل کو پورا کرنے کے لئے مسیح کا کفارہ تجویز کیا ۔ جو بجائے عدل کے سراسر ظلم ہے ۔

وللبحث مقام آخر (منہ)

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور

وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

قیامت پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ دل سے اُن کو ایمان نہیں

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا

خدا کو اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور (یاد رکھیں کہ)

يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○

اپنی جانوں ہی سے فریب کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ

اُن کے دلوں میں بیماری ہے پس خدا نے بھی اُن کی بیماری

مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا

زیادہ کردی اور اُن کو اُن کے کذب کے سبب سے دردناک

كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

عذاب ہوگا۔ اور جب کبھی کوئی اُن سے کہے کہ

لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا

ملک میں فساد نہ کرو۔ تو کہتے ہیں ہم تو

نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

پکے مصلح ہیں ہوشیار رہو بے شک یہی

الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○

مفسد ہیں مگر سوچتے نہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ

اور جب کوئی اُن سے کہتا ہے کہ لوگوں کی طرح ایمان لاؤ

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط

تو کہتے ہیں کیا ہم بے وقوفوں کی طرح مان جائیں۔

اور تیسری قسم عام انسانوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو مسلمانوں سے رسوخ پیدا کرنے کو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں مگر یہ باتیں اُن کی سب زبانی ہی ہیں اوپر سے چاپلوسی کرتے ہیں حالانکہ دل سے اُن کو ایمان نہیں ایسے بدمعاش مطلب کے یار ہیں کہ اگر ہو سکے تو خدا کو بھی فریب دیے جائیں چنانچہ یہ کارروائی اُن کی دیکھنے سے دانا صاف جان جائیں گے کہ گویا خدا کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ ایمان کا اظہار کرنا اور اندر کفر چھپانا اس لیے ہے کہ خدا اُن کے ظاہری ایمان کو دیکھ کر اُن سے مومنوں کا سا معاملہ کرے ہرگز نہیں۔ خدا تو عالم الغیب ہے البتہ عام مسلمانوں کو جو غیب نہیں جانتے دھوکہ دیتے ہیں اور اُن سے جو مطلب نکالنا ہو نکال لیتے ہیں۔ مگر جان رکھیں کہ درحقیقت اپنی جانوں ہی سے فریب کرتے ہیں کیونکہ اس کا وبال آخرکار اُن ہی کی جانوں پر ہوگا۔ لیکن اپنی نادانی سے سمجھتے نہیں۔ بھلا وہ ضرر کو سوچیں بھی کیا؟ اُن کے دلوں میں تو بیماری ہے اور خدا حکیم مطلق کی بتائی ہوئی دوا قرآن مجید کو استعمال نہیں کرتے پس خدا نے بھی اُن کی بیماری زیادہ کردی یہ نہ جانیں کہ اس دوا کے نہ کرنے سے چھوٹ جائیں گے ہرگز نہیں بلکہ اُن کو اُن کے کذب کے سبب سے دردناک عذاب ہوگا۔ اس لیے کہ دعوے ایمان کا کر کے دلوں میں کفر چھپاتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ جب کبھی کوئی بطور نصیحت اُن سے کہے کہ تمہاری اس دروغگوئی سے ملک میں فساد ہوتا ہے تم ایسے جھوٹ بولنے سے فساد نہ کرو تو جھٹ اپنی بریت بیان کرنے کو کہتے ہیں کہ فسادی تو تم لوگ ہو۔ ہم تو پکے ریفارمر مصلح ہیں کیونکہ ہر ایک سے ملے جلے رہتے ہیں اور اصول معاشرت کو عمدہ طرح سے نباہتے ہیں۔ مگر یہ سب اُن کی چالاکیاں زبانی ہیں ہوشیار رہو کہ بیشک یہی مفسد ہیں ناحق طلاقت لسانی سے جہنم کے قابل بنتے ہیں مگر سوچتے نہیں کہ اس کا وبال کہاں تک ہم کو اٹھانا ہوگا۔ پھر اتنے ہی جھوٹ پر بس نہیں بلکہ جب کوئی بطور مشورہ اُن سے کہتا ہے کہ بھائیو! ادھر اُدھر کی باتیں بنانا اچھا نہیں تم ایک طرف ہو کر اور مسلمان لوگوں کی طرح خدا اور رسول پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بے وقوف ہیں جو بے وقوفوں کی طرح مان جائیں؟ یہ کیا واہیات بات ہے کہ ایک ہی طرف جھک جائیں۔ آخر تانیست آدمی کو ہر ایک سے ملنا ہے کبھی کسی مسلمان سے معاملہ ہے کبھی کسی کافر سے مطلب۔ ایک ہی طرف ہو کر دوسروں کو چھوڑ دینا یہ تو سراسر نادانی ہے۔ اُلٹے مخلص مومنوں کو بے وقوف بناتے ہیں مگر ہوشیار رہو۔ ان بدزبانوں کی چالاکیوں سے دبو نہیں دراصل وہی بے وقوف ہیں جو

شانِ نزول (بعض لوگ) حضرت اقدس جب مدینہ میں تشریف لے گئے اور آپ کا جاہ و جلال روز افزوں ہونے لگا اور خالص لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے کہ دنیاداروں کو سوا اس کے کچھ نہ سوجھی کہ بظاہر مسلمانی اختیار کریں اور باطن میں ہی اپنا خبث چھپا دیں جس قسم کا آدمی ملے اس سے ویسے ہی ہو جاویں۔ با مسلماں اللہ اللہ۔ با برہمن رام رام۔ پر عمل کریں۔ ان کی اس چالبازی سے عام مسلمان دھوکے میں آنے لگے اور خاص مذہب اسلام کی ترقی کو بھی اس سے رکاوٹ کا اندیشہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دنیاداروں کے حال سے اپنے نبی کو مطلع کرنا چاہا۔ اور قرآن مجید میں ان کی خباثت کا ذکر اس آیت میں کیا۔ منہ

Marfat.com

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ
ہوشیار رہو وہی بے وقوف ہیں لیکن

لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ
نہیں جانتے اور جب مسلمانوں سے

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا
ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے

اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ
بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○ اَللّٰهُ
(مسلمانوں سے تو) ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں اللہ

يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ
اُن کو مسخری کی سزا دے گا۔ اور اُن کی سرکشی کے سبب

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ
سے اُن کو کھینچے گا حیران پھریں گے۔ یہی تو ہیں

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی لے لی ہے

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا
پس اُن کی تجارت سود مند نہ ہوئی اور نہ اُن کو

مُهْتَدِيْنَ ○ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى
(سوداگری کا) ڈھب ہے۔ اُن کی مثال اس کی طرح جس نے (جنگل میں)

اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ
آگ جلائی پس جب اُس کا اردگرد روشن ہوا

مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ
اُن کا نور اللہ نے چھین لیا اور

تَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○
اُن کو اندھیروں میں چھوڑ رکھا ہے کچھ نہیں دیکھتے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○
بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس بر رجوع نہ کریں گے

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ
یا (مثال ان کی) مینہ والوں کی سی ہے جو اوپر سے اُترا اس میں

قدر سے دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اپنے مولا کریم کو ناراض کرتے ہیں لیکن جانتے نہیں سوچتے نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا ہاں اپنی مطلب براری میں ایسے مضبوط ہیں کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو اپنی بریت کے کئی ذرائع بیان کرتے ہیں منجملہ ان کے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو اصل میں تمہارے ساتھ متفق ہیں مسلمانوں سے تو ہم بطور خوش طبعی کے صرف مسخری سی کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ہماری مسخری سے مسلمانوں کا کچھ ہرج ہے تو صرف اسی قدر کہ دنیا کے کسی معاملہ میں دھوکہ کھا جائیں گے۔ لیکن وہ خود کیا کریں گے جب اللہ تعالیٰ اُن کو مسخری کی سزا دے گا اور اُن کی سرکشی کے سبب سے اُن کو عذاب میں مدت دراز کھینچے گا اپنی سرکشی میں حیران پھریں گے . . . . . کوئی چارہ نہیں سوجھے گا کہ کیا کریں نہ تو دنیا کی طرف آنے کی اجازت ہوگی نہ کوئی سفارش ہی کرے گا نہ خود ہی اپنے آپ اس قابل پاویں گے کہ عرض معروض کر سکیں اس لیے کہ دنیا میں بڑے جرم کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ یہی تو ہیں جنہوں نے ہدایت قرآنی کے عوض گمراہی لے لی ہے۔ پس اس تجارت سے دنیا میں اگرچہ اُن کو کسی قدر منافع ہوئے۔ لیکن انجام کار تو ضرر ہی ضرر اٹھائیں گے اس لیے کہ واقع میں اُن کی تجارت سودمند نہ ہوئی۔ بھلا کیونکر نفع مند ہو سکتی تھی جبکہ یہ سودا ہی سود مند نہیں اور نہ اُن کو سوداگری کا ڈھب ہے ورنہ ایسے ٹوٹے کی چیز ہرگز نہ خریدتے اُن کی تمثیل بالکل اُس شخص کی طرح ہے جس نے کسی جنگل میں جہاں بہت سخت اندھیرا ہو اُجالا کرنے کو آگ جلائی پھر جب اُس آگ نے اُس کا اردگرد روشن کیا تو اُس شخص نے جانا کہ بس اب مجھے اس آگ کی کچھ حاجت نہیں آگ سے مستغنی ہو گیا پھر جب اُٹھ کر راہ چلنے لگا اور اندھیرے کے سبب سے تکلیف ہوئی تو اُس آگ کی قدر معلوم کی۔ یہی حال اُن دنیادار منافقوں کا ہے جب مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے سمجھا کہ بس اب تو جو مطلب ہمیں مسلمان ہونے سے تھا حاصل ہو گیا کہ مسلمانوں میں ہمارا اعتبار پیدا ہوا۔ اب ہم اسلام کو کیا کریں گے۔ چلو اب جدہر سے فائدہ ملے اُدہر کی راہ لیں جھٹ کافروں سے جا ملے۔ مگر یاد رکھیں جیسی حالت اُس آگ والے کی ہوئی تھی کہ کوچ کے وقت اندھیرے میں پریشان تھا اسی طرح ان کی ہوگی۔ اس لیے کہ ان کا بھی نور باطنی اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہے اور اُن کو سخت گمراہی کے اندھیروں میں چھوڑ رکھا ہے۔ دنیا سے کوچ تو بھلا ایک مدت بعد ہوگا۔ ابھی سے اُن کی یہ حالت ہے کہ کچھ نہیں دیکھتے نہیں سوچتے کہ کس طرح ہم مولا کریم کو راضی کریں۔ ہاں اپنے مطلب کے پکے ہیں مگر قرآن شریف سننے سے بہرے ہیں دل سے کلمۃ الحق کہنے کو گونگے ہیں۔ خدا کی عظمت اور اپنی بے ثباتی کے دلائل دیکھنے میں اندھے ہیں پس جب کہ اُن کی حالت ایسی نازک ہے

Marfat.com

ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ یَجْعَلُوْنَ
اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے کڑک کی

اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ
آواز سے موت سے ڈرے ہوئے اپنی انگلیاں

الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ
کانوں میں دیتے ہیں اور خدا نے

مُحِیْطٌ بِالْكٰفِرِیْنَ ○ یَكَادُ الْبَرْقُ
سب کافروں کو گھیر رکھا ہے قریب ہے کہ بجلی

یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ
اُن کی بینائی اُچک لے - جب کبھی اُن پر روشنی

لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ
ہوئی ہے تو اُس میں چل دیتے ہیں - اور جب اُن پر اندھیرا

عَلَیْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
ہوتا ہے تو ٹھیر جاتے ہیں - اور اگر اللہ چاہتا تو

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ
اُن کے کان اور آنکھیں بھی چھین لیتا

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ع ۲ ۲
اللہ تو یقیناً ہر ایک کام کر سکتا ہے -

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ
اے لوگو! تم اپنے مولا کی عبادت کرو

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ
جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○
کیا شائد تم (عذاب سے) بچ جاؤ

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
جس نے تمہارے لیے زمین کو مثل فرش کے

فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ
بنایا - اور آسمان کو مثل چھت کے اور

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ
بادلوں سے بارش اُتارتا ہے پھر اُس کے ساتھ

کہ استعداد اور قابلیت ہی ان میں گویا نہیں تو بہ اپنے کفر سے بھی رجوع نہ کریں گے
ان کی ایک اور مثال وضاحت کے لیے ہم بتلاتے ہیں تصویر مذکور بھی اُن کی مثال
ہے یا مثال اُن کی مینہ والوں کی سی ہے جو اُوپر سے اُترا - اور اُس میں برسنے کے
وقت بہت سے اندھیرے اور گرج اور بجلی بھی ہے پس وہ مینہ والے گرجوں
اور بجلی سے ایسے ڈرے کہ کڑک کی دہشت ناک آواز سے موت سے ڈرتے ہوئے اپنی
اُنگلیاں کانوں میں دیتے ہیں - اِسی طرح ان دنیا داروں مطلب کے یاروں کا حال ہے
کہ قرآن کریم میں جو پابندی احکام کا ذکر آیا ہے اُس کے سننے سے کانوں میں انگلیاں
دے کر چل دیتے ہیں تاکہ اس حکم کے سننے سے نفس پر کوئی اثر پیدا نہ ہو کہ پابندی کرنی
پڑے اور موجودہ آزادی میں فرق آئے یہ نہیں جانتے کہ یہ بھاگنا اُن کو کچھ نفع نہ دے گا
اس لیے کہ خدا نے سب کافروں گردن کشوں کو گھیر رکھا ہے کوئی اس کے قبضے سے باہر نہیں
جا سکتا وہ بجلی ایسی چمکتی ہے کہ اپنی تیزی کی وجہ سے قریب ہے اُن مینہ والوں کی بینائی
اچک لے اِسی طرح قرآن کریم کی روشنی بھی ایسی چمکتی ہے کہ اُن کی آنکھیں جو اغراض دنیاویہ
سے بھری ہوئی ہیں اچک لے یعنی اُن کی دنیاوی اغراض پر غالب آجائیں - مگر توجہ نہیں کرتے.
جیسے کہ مینہ والوں کا حال ہے کہ جب کبھی اُن پر روشنی ہوتی ہے تو اُس کو غنیمت جان کر اُس
میں چل دیتے ہیں اور جب بوجہ بادلوں کے اُن پر اندھیرا ہوتا ہے تو ٹھیر جاتے ہیں یہی حال ہے
اُن کا کہ جب کبھی مسلمانوں سے کچھ فائدہ پہنچے یا پہنچنے کی امید ہو یا قرآن کریم کا کوئی حکم متضمن سہولت
اور ملاطفت ہو تو بڑی خوشی سے اظہار اسلام کرتے ہیں اور جب کوئی تکلیف کا حکم مثل چندہ
وجہاد وغیرہ ہو تو جی چراتے ہیں جیسی کہ اُن کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے اُن کی باطنی
بینائی اور شنوائی مسلوب ہو گئی ہے - اگر اللہ چاہتا تو اُن کے ظاہری کان اور آنکھیں بھی چھین
لیتا - کیا کچھ اللہ کو روک سکتے تھے اللہ تو یقیناً ہر ایک کام کر سکتا ہے یہ تو کچھ چیز بھی نہیں اُسی کی
دی ہوئی ہیں پس تینوں قسم کے لوگوں کی تفصیل ختم ہوئی - اب ہم تمہیں اے لوگو! ایک ضروری
عمل بتلاتے ہیں ذرا دل کے کان لگا کر سنو! اور اس کی تعمیل بھی کرو - وہ یہ کہ تم اپنے مولا کریم کی
صدق دل سے عبادت کرو اور اُسی سے اپنی مرادیں مانگو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں پیدا
کیا - اس پیدا کرنے کے شکر میں نہ سہی اس خیال سے کرو کہ شاید تم اس کے عذاب سے جو
گردن کشوں پر آنے والا ہے بچ جاؤ - بھلا ایسے مالک کی عبادت سے منہ پھیرنا کیسی نادانی
ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مثل فرش کے بنایا جہاں چاہو سو رہو جہاں چاہو لیٹ
رہو باوجود اس کے اگر کھیتی بھی چاہو تو کر سکو چنانچہ کرتے ہو - اور آسمان کو مثل چھت کے
سجایا اور نیز وہ اس کے ہمیشہ تمہارے لیے بادلوں سے بارش اتارتا ہے پھر اُس بارش کے
پانی کے ساتھ تمہارے لیے ہر قسم کے میوہ جات سے رزق پیدا کرتا ہے پس جب کہ وہ
ذات پاک ان سب کاموں میں اکیلا خود مختار ہے تو تم بھی دیدہ دانستہ اُس اللہ کے لیے

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ
تمہارے لیے ہر قسم کے میوہ جات سے رزق پیدا کرتا ہے
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ
پس تم دیدہ دانستہ اللہ کے لیے شریک
تَعْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ
نہ بناؤ اور اگر تمہیں اس میں شبہ
مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا
ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم بھی
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا
اس جیسا ایک ٹکڑہ بنا لاؤ اور سوا خدا کے اپنے
شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
سب مددگاروں کو بلالو اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ
سچے ہو پس اگر نہ
تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا
کرو اور نہ کروگے تو تم اس
النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ
آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور
الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○
پتھر ہوں گے تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے

شریک نہ بناؤ۔ اور ہماری رضا جوئی ہمارے رسول کی معرفت سیکھو اور اگر تمہیں بوجہ غلط فہمی یا سوء ظنی کے اُس کتاب کی سچائی میں شبہ ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل کی ہے تو اس غلطی کا دفعیہ یوں ہو سکتا ہے کہ چونکہ تم بھی اُس جیسے آدمی ہو تمہاری انسانیت اور اُس کی آدمیت میں کوئی فرق نہیں ظاہری تعلیم و تعلم میں بھی وہ تم لوگوں پر مزیت نہیں رکھتا۔ سو تم بھی اس جیسا ایک ٹکڑہ[له] بنا لاؤ اور سوا خدا کے سب اپنے مددگاروں کو بلالو جو اس امر میں تمہاری مدد کریں اور تم کو اس مقابلہ میں کامیاب کرائیں اگر اس دعوے میں سچے ہو کہ اس رسول نے آپ ہی آپ بغیر الہام الٰہی کے کتاب بنالی ہے۔ تو ضرور مقابلہ پر آؤ۔ پس اگر باوجود اس اُبھارنے کے نہ کرو اور ہم تو ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ تم نہ کروگے پس باوجود عاجز آنے کے تم عناد سے باز آؤ اور اُس آگ سے بچو جس کا ایندھن مشرک آدمی اور اُن کے جھوٹے معبود و بُت خانوں اور قبروں کے پتھر ہوں گے جن سے تمام عمر اُن کی منتیں مانگتے رہی گندی ہوگی وہ بھی اُن کے ہم رکاب بھڑکتی جہنم میں ہوں گے۔ اب تم اُس کی گرمی کا اندازہ خود ہی کر لو۔ کہ دنیا کی آگ میں جب پتھر ڈالے جائیں تو سرد ہو جاتی ہے۔ مگر وہ آگ اس غضب کی ہوگی کہ اس میں ایسی چیزیں مثل ایندھن کے کام دیں گی کیوں نہ ہو جب کہ طیار ہی کی گئی ہے کافروں گردن کشوں کے لیے تو اس کی اس درجہ حرارت بھی مناسب ہے پس تو اے پیغمبر ایسے

[له] رسول وحی الٰہی سے بولتا ہے۔

سر سیّد کی دوسری غلطی

حاشیہ نمبر ۴ (ایک ٹکڑا بنا لاؤ) اس آیت میں اللہ جل شانہ قرآن کریم کی صداقت بیان فرماتا ہے بسبب اس کا یہ ہے کہ اگر تم کفار مکہ وغیرہ اس قرآن کو سچی الہامی کتاب نہیں جانتے تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ اگر نہ بنا سکو اور یقین ہے کہ نہیں بنا سکو گے حالانکہ تم بھی اسی رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آدمی ہو۔ بلکہ اس سے کسی قدر دنیاوی معاملہ فہمی میں زیادہ واقف۔ تو پھر کیا وجہ کہ وہ بنا سکے اور تم نہ بنا سکو۔ بے شک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی طاقت تم سے زیادہ ہے جو تم میں نہیں وہ وہی ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یہ خلاصہ ہے اس آیت کی تفسیر کا۔

وہی یہ بحث کہ مثل سے کیا مراد ہے سو اس کے متعلق بیان کسی قدر بسیط چاہیے۔ پہلے ہم مفسرین کی رائے دریافت کرتے ہیں۔ پھر ان میں جس رائے کو بقرائن قرآنیہ مرجح سمجھیں گے ترجیح دیں گے۔ مفسرین تو سلفاً خلفاً اس پر متفق ہیں کہ مثل سے مراد مثل فی البلاغت ہے۔ تفسیر کبیر، ابو سعود، فتح البیان۔ ابن کثیر۔ کشاف معالم بیضاوی، جامع البیان، جلالین کواشی وغیرہ سب کے سب متفق ہیں کہ مثل فی البلاغت مراد ہے۔ مگر سر سید نے اس مسئلہ میں بھی سب کا مقابلہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ "مثلیت قرآن کی فصاحت بلاغت کے لحاظ سے نہیں"۔ گو یہ بھی ملتے ہیں کہ :۔

"قرآن مجید بے شک بہت بڑا فصیح ہے۔ مگر اس کی فصاحت کی بے نظیری اس کے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ بہت سے کلام دنیا میں

Marfat.com

بے نظیر ہیں مگر وہ من اللہ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ قرآن میں اس کا کوئی اشارہ ہے کہ مثلیت سے مراد فصاحت ہے بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مثلیت سے مراد ہدایت میں مثلیت ہے۔ سورہ قصص میں فرمایا کہ "کافروں سے کہدے کہ توریت اور قرآن سے زیادہ ہدایت کرنے والی کتاب لاؤ۔ میں اس کے پیچھے چلوں گا" پس ثابت ہوا کہ قرآن گو کیا ہی فصیح ہو مگر جو معاوضہ ہے وہ اس کے ہادی ہونے میں ہے۔ ہاں فصاحت و بلاغت اس کو زیادہ روشن کرتی ہے۔" (تفسیر احمدی جلد اول صفحہ ۲۰۲)

پس پہلے ہم ان آیتوں میں قرینہ تلاش کرتے ہیں جن میں معارضہ چاہا گیا ہے۔ تاکہ سید صاحب کے قول (نہ آیت قرآنیہ میں اس کا کوئی اشارہ ہے) کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ علاوہ اس آیت سورہ بقرہ کے سورہ یونس میں ارشاد ہے اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ سورہ ہود میں فرمایا اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ اس میں تو شک نہیں کہ یہ آیات تحدی سب کی سب اس پر متفق ہیں کہ کفار عرب کے مقابلے اور ان کے عاجز کرنے کو نازل ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف مخاطبوں ہی کو نہیں بلکہ تمام ان کے اعوان اور انصار کو اس میں دعوت دی گئی ہے کہ ملکر مقابلہ پر آؤ اور ساتھ ہی اس کے پیش گوئی بھی ہو رہی ہے کہ نہ کر سکو گے بڑے ایک دوسرے کے مددگار بھی ہو کچھ نہ بن سکے گا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مقابلہ میں ایسی باتوں کا ذکر کہ تم سب کے سب ملکر اتفاق بھی کر لو۔ تو بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکو گے وہاں ہی مناسب ہوتا ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنے سے فریق مقابل کو بھی کچھ امید کامیابی ہو جیسا کہ ایک بڑی زبردست سلطنت ماتحت ریاستوں سے مقابلے کے وقت کہے کہ تم سب کے سب بھی متفق ہو جاؤ۔ تو بھی تم ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے نہ کہ ایسے امر کی نسبت ان کا اتفاق ذکر کر کے دھمکی دی جاتی ہے کہ جس امر کے حصول کی نسبت ان کو بعد اتفاق بھی وہم و گمان نہ ہو بلکہ وہ امر کہ اس کے حصول ہی کو برا سمجھیں پس بعد اس تمہید کے ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب کو یہ جتلانا کہ تم سب کے سب ملکر بھی ایک سورت بنانا چاہو تو نہ بنا سکو گے کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر مثلیت سے مراد ہدایت میں مثل ہو جیسا کہ سید صاحب کہتے ہیں تو کلام بالکل بے معنی ہے۔ اس لئے کہ ان کا خیال ہی نہ تھا کہ ہم اتفاق کر لیں تو قرآن جیسی ہادی کوئی کتاب بنالیں۔ بلکہ ان کو تو قرآن کی ہدایت سے سخت نفرت تھی۔ بار بار یہی کہتے تھے کہ اس قرآن کو بدل ڈال کوئی اور کتاب ہمارے پاس لا۔ یہ تو اچھا نہیں۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ اس کی تکذیب کی وجہ معقول ان کے نزدیک یہی تھی کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ پس ایسے لوگوں کے سامنے جو اس کتاب کی ہدایت سے بیزار اور سخت متنفر ہوں اور یہی وجہ ان کی نفرت کی ہو۔ اور کبھی اس کی ہدایت کو پسند نہ کریں اور کبھی اس جیسی ہادی بنانے کی طرف رخ نہ لاویں۔ ایسے لوگوں کو یہ کہنا کہ تم سب کے سب ملکر اس کتاب جیسی کوئی کتاب ہادی انام بنالاؤ اور ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی کر دینا کہ "ہرگز نہ لا سکو گے" بالکل اس کے مشابہ ہے کہ جیسے کوئی ہندو بت پرست یا عیسائی تثلیث پرست کسی مسلمان کو (جو ان کی کتابوں سے ایسی ہی تعلیم کے سبب سے بیزار ہو) یہ کہے کہ اگر تو ہماری کتاب متضمن تعلیم بت پرستی اور تثلیث پرستی کو نہیں مانتا تو اس جیسی کوئی ہادی کتاب بنالا اور ساتھ ہی اس کے یہ پیشین گوئی بھی کرے کہ تو اور تیرے حمایتی ہرگز ایسی نہ بنا سکو گے" تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دانا اہل الرائے اس کی اس پیشین گوئی کی کچھ وقعت کرے۔ ہاں اس قائل کی حماقت کی دلیل کافی جانے گا۔ کیونکہ جو وجہ مسلمانوں کو اس کتاب کی تسلیم سے مانع ہے اسی قسم کی کتاب کا اس سے مطالبہ کرنا گویا ایک تکلیف بالمحال ہے اسی قاعدہ پر کفار عرب کا جواب پر آمادہ ہونا اور لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ کہنا صاف جتلاتا ہے کہ وہ اس کے طرز بیان کی نسبت معارضہ سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ نہ کہتے اور ساتھ ہی اس کے اس آمادگی اور استعداد کی وجہ بھی بتلانا کہ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ بالکل واضح کرتا ہے کہ مثل سے مراد فی الہدایت نہیں۔ ورنہ ایسی مستعدی نہ بتلاتے بلکہ بجائے اس کے یہ کہتے کہ ہم تو اس قرآن کو اور اس کے مثل ہادی بنانے کو بھی کفر جانتے ہیں۔ سو نکتوں کے سارے اپنی ناک تھوڑی سی کٹوانی ہے نیز اس موقع پر کفار عرب کا کہنا کہ قرآن کا بنانا کیا مشکل ہے۔ یہ تو پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔ قابل غور ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی وجہ سے تو اس کو وہ بالکل نیا سمجھتے تھے مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ صاف مظہر ہے کہ قرآن کو باعتبار ہادی ہونے کے ایک نئی چیز جانتے تھے بلکہ باعتبار ہادی ہونے کے موجب نفرت کہتے تھے۔ پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کفار عرب خود اس معارضہ کو باعتبار ہدایت نہیں جانتے تھے بلکہ باعتبار طرز بیان سمجھتے تھے جب ہی تو اس سہولت کی وجہ بتلانے میں حکایات سابقہ کہتے تھے ہاں سر سید نے جس آیت سورہ قصص کا ذکر کیا ہے اور دلیل بیان کی ہے کہ مثل سے مراد ہادی ہے۔

ف۱ تو کہہ اگر تمام انسان اور جن بھی جمع ہو کر اس قرآن جیسی کوئی کتاب لانا چاہیں گے تو اس جیسی نہ لاسکیں گے گو ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔

ف۲ اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام ہم بھی کہہ لیں۔ تو پہلے لوگوں کی صرف حکایتیں ہیں۔

ف۳ ہم نے یہ تو حید پہلی قوموں میں نہیں سنی یہ تو بالکل بناوٹ ہے۔

ف۴ کوئی منہ اس روز اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوئے خوش و خرم ہوں گے۔

ف۵ کہ یہی تو ہمیں اچھی ملا تھا۔

ان کی نسبت حیرت افزا ہے۔ سید صاحب نے (حسب دستور قدیم) یہ تو خیال نہ فرمایا کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا۔ دعویٰ مثلیت کا اور دلیل افضل کی اور وہ بھی من عند اللہ۔ سید صاحب! دعویٰ تو آپ کا یہ ہے کہ آیات تحدی میں جو معارضہ چاہا گیا۔ وہ ہدایت میں ہے جس کی دلیل آپ نے یہ بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن اور تورات دونوں سے منہ پھیر کر (اے کفار مکہ) اپنے آپ ہی کو ہدایت پر جانتے ہو۔ اور ان دونوں کی تعلیم توحید کو غلط جانتے ہو اور ان کو بناوٹی کتابیں سمجھتے ہو اور خود دین الٰہی کے تابع کہلاتے ہو تو ان دونوں سے بڑھ کر کوئی ہادی کتاب اللہ کی طرف سے آئی ہوئی لا کر دکھاؤ۔ اگر وہ واقع میں اللہ کی طرف سے ہوئی تو میں اسی کے پیچھے ہو لوں گا۔ اس مضمون کو آیت تحدی سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ تو کفار کو صرف اس بات پر الزام دیا جاتا ہے کہ باوجودیکہ تمہارے پاس کوئی سماوی کتاب بھی نہیں۔ پھر بھی اس قدر مخالفت پر جمے ہوئے ہو کہ بناوٰہ خدا جیسا کہ کوئی بڑا واقف اسرار الٰہی اپنی کہتا ہوا دوسرے کی نہیں سنتا۔ پس اگر تم بھی دین سے ایسے ہی واقف اور آگاہ ہو تو اس کتاب الٰہی کو جس کے ذریعے سے تمہیں ایسی آگاہی ہوئی ہے لا کر دکھاؤ۔ معلوم ہو جائے گا کہ حق بجانب کس کے ہے۔ اس مضمون کو کئی آیات میں بیان کیا ہے۔ سورہ قلم میں فرمایا اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ۔ پس اس آیت کو جس میں اَهْدٰى كِتَابٌ اور وہ بھی مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی طلب ہے ان آیات کی تفسیر بنانا جن میں مثل کا معارضہ ہو صریح غلط فہمی اور تفسیر الکلام بما لا یرضیٰ بہ قائلہ نہیں تو کیا ہے۔ بھلا اگر یہ آیت ان آیات کی تفسیر ہوتی تو اس میں مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کا لفظ کیوں ہوتا؟ حالانکہ اُن آیات تحدی میں کفار کی بنائی ہوئی کتاب کا مطالبہ ہے اور اس آیت میں (جو بقول آپ کے ان کی تفسیر ہے) خدا کی طرف سے آئی ہوئی کتاب کا تقاضا۔ ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے ترجمہ میں مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کو (جس کے معنی اللہ کے پاس سے ہیں) اڑا دیا۔ کیونکہ آپ کے دعوے کو مضر تھا حضرت! قرآن کریم کا کوئی لفظ مضر نہیں۔ بلکہ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے۔ یہ تو انسان کی اپنی ہی غلط فہمی ہے۔ پس اصل مطلب ان آیات کا وہی ہے جو ہم نے بدلائل بینہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی مثل سے مراد فصاحت بلاغت اور طرز بیان میں مثل ہے کہ مقدمات یقینیہ سے نتیجہ نکالنا اور ایسے طرز پر نتیجہ نکالنا کہ ہر مرتبہ کا آدمی اس سے مستفیض ہو۔ ذرہ سورہ قیامت ہی پر غور کیجئے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى دعویٰ ہے اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى دلیل بیان فرما کر نتیجہ پر اطلاع دیتے ہیں۔ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى اس دلیل پر جس مرتبہ کا آدمی غور کرتا ہے اپنی طبیعت کے موافق نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ ایسا باریک مسئلہ انسانی پیدائش اور معاد کا جس میں بڑے بڑے حکماء حیران پریشان ہیں ایسے سہل اور نرم الفاظ میں بیان کر دیا کہ جن سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں یہی قرآن کی اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے۔ اور یہی اس کی فلاسفی۔ ہاں سر سید کا یہ کہنا کہ "بہت سے ایسے کلام فصیح ہیں جن کی مثل بنایا نہیں گیا۔ مگر وہ من اللہ نہیں ہو سکتے" محض دعویٰ ہی دعویٰ اور مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہے۔ ورنہ کوئی کلام یا متکلم ایسا بتلا دیں جس نے اہل زبان کے سامنے دعویٰ کیا ہو۔ نہ صرف دعویٰ بلکہ وَلَنْ تَفْعَلُوْا کے اعلان سے منکروں کی عاجزی کو دو بالا کر دیا بجز اس ایک ذات ستودہ صفات آپ کے جد امجد فداہ ابی وامی کے پس ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید بے مثل بلیغ کلام ہے۔

اس جیسا نہ کسی نے کلام بنایا نہ کوئی بنا
سکے گا ۔ نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں
غور کر دیکھا۔ بھلا کیونکر نہ ہو
یکتا کلام پاک رحماں ہے"

(منہ)

Marfat.com

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	سرکشوں مفسدوں سے منہ پھیر اور جو لوگ ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں اُن کو مژدہ سنا کہ اُن
اور جو لوگ ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں	کے لیے خدا کے ہاں باغ ہیں جن کے مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان باغوں میں نعمتوں
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	کی ایسی کثرت میں ہونگے کہ کثرتِ اقسام کی وجہ سے جب کبھی اُن کو کوئی پھل کھانے
اُن کو مژدہ سنا کہ اُن کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے	کو ملے گا، وہ بوجہ مغائرت قلیلہ کے کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں ابھی ملا تھا، اس

حاشیہ نمبر ۵ (اُن کے لئے باغ ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر مجملاً بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی جگہ جنت دوزخ کا مذکور ہے جو بالکل کھلے کھلے لفظوں میں بیان ہوا ہے سب کی سب آیتیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے روز انسان کو بشرط ایمان جنت یا دوسرے لفظوں میں باغ اور نعمتیں ملیں گی۔ اور یہی مذہب تمام اہل اسلام کا ہے کسی معتبر فرقہ نے اس سے انکار نہیں کیا صحابہ کرام سے لے کر آج تک سب کا اتفاق پایا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم میں اس مضمون کی آتیں اس قدر ہیں کہ بجائے خود ایک دفتر ہے۔ مگر افسوس کہ سر سید احمد خاں مرحوم نے حسب دستور اس میں بھی مسلمانوں کا خلاف کیا۔ ان کا خیال ہے کہ جنت میں ایسی نعمتوں کا ہونا صرف ہمی اور کوڑ مغز ملاؤں اور شہوت پرست زاہدوں کے خیالی پلاؤ ہیں۔ وہاں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ ایک روحانی لذت ہے جس کو کوئی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ اپنی تفسیر جلد اول کے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے۔ اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں باغ ہیں شاداب اور سرسبز درخت ہیں دودھ شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔ ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے۔ ایک نے لب جان بخش کا (بایں ریش وفش) بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ ایسا بیہودہ ہے جس پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر بہشت یہی ہے تو بلا مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔" (حوالہ مذکور)

یہ ہیں سید صاحب کے الفاظ شریفہ جن پر آپ کو اور آپ کے دل دادوں کو بڑا فخر ہے کہ ہم محقق ہیں حالانکہ تحقیق اس کا نام نہیں کہ مخالفوں کے اعتراضوں سے دب کر اپنے مذہب کے مسلمات ہی سے انکار کیا جاوے جیسے کہ ایک بزدل کے مکان میں چور آگھسے اس بیچارے سے اتنا تو نہ ہو سکا کہ ان کا مقابلہ کر کے اپنا مال بچائے مجبوراً اپنی ہمت کے موافق یہی مناسب جانا کہ گھر کا سارا اسباب چھوڑ کر بالکل علیحدہ ہو جائے تاکہ اس بلا سے نجات ہو۔ یہی حالِ سر سید کا ہے کہ مخالف ملحدوں کے اعتراض تو اٹھا نہ سکے ان کا تدارک یہی مناسب سمجھا کہ اپنے مسلمات ہی میں تصرف کیا جاوے۔ قرآن کریم نو نعوذ[1] آپ کے جد امجد کے ساکت ہے جس طرف پھیریں اسے انکار نہیں۔ اسی قول پر آپ نے بنا کر کے جو چاہا کہہ دیا۔ اور بعض سے منوا بھی لیا۔ مگر علماء کی تو یہ شان نہیں کہ ایسے مٹی کے کھلونوں سے بہلتے پھریں۔ جب تک دلیل نہ دیکھیں آپ اپنے مذہب کی توضیح یا دلیل ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

"جنت یا بہشت کی ماہیت جو خدا نے بتلائی ہے وہ تو یہ ہے کہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک (راحت) چھپا رکھی ہے اس کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام نے جو حقیقت بہشت بیان فرمائی جیسا کہ بخاری مسلم نے ابوہریرہ کی مسند پر بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (صفحہ ۳۶)

سید صاحب! فرمایئے تو مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ، مَّآ اُخْفِيَ کا بیان ہے یا کچھ اور؟ بے شک یہی ہے۔ پس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو ان کے لئے آنکھوں کی

[1] حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ صفین میں معاویہ کیطرف سے نیزوں پر قرآن لٹکا کر کہا گیا تھا کہ یہ ہمارا منصف ہے۔ فوج مرتضوی نے یہ حالت ان کی دیکھ کر ہتھیار ڈال دیئے حضرت علی ان کی دفع الوقتی سمجھ گئے اور فوج کو سمجھایا کہ یہ انہوں نے ایک حکمت عملی کی ہے تم ان کا کہنا مانو یہ قرآن جو لٹکا رہے ہیں خاموش ہے۔ اور میں قرآن بولنے والا یعنی اس کا مترجم اور مطلب بتلانے والا ہوں۔ جد امجد سے مراد حضرت علی ہیں اور اس لفظ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ (منہ)

ٹھنڈک چھپائی گئی ہے اس کو کوئی نہیں جانتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھپی ہوئی چیز کوئی ایسی ہے جو دیکھنے سے راحت بخشنی ہوگی سو وہی ہے جس کو مفسرین
نے اس آیت کی تفسیر میں دیدار رب العالمین بتلایا ہے۔ بلکہ اس آیت کی تفسیر خود دوسری آیت ہی کر رہی ہے۔ دیکھئے تو کس وضاحت سے ارشاد ہے:۔
وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ" شکر ہے کہ اس آیت میں بھی علام الغیوب نے مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ کا لفظ جوڑا ہوا تھا جس سے اہل انصاف
ہمارے بیان کی تصدیق بخوبی کر سکتے ہیں پس اب اس آیت کو جو رویت کے متعلق ہے ان آیتوں کی تفسیر یا توضیح بنانا جن میں ایسی نعماء جنت مذکور ہیں جو
صرف دیکھنے سے متعلق ہونگی (بلکہ دیکھنے سے تو ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کہیں گے جو ایک قسم کی ناخوشی کا مظہر ہے۔ ہاں کھانے پینے سے بے شک تعلق
رکھتی ہوں گی اور ان کی نسبت کُلُوْا وَاشْرَبُوْا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ وَفَاکِہَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَہُوْنَ
وغیرہ ارشاد ہوتا ہے۔ غلط فہمی یا خلاف منشا متکلم کلام کی تفسیر نہیں تو کیا ہے؟ رہا سید صاحب نے جو حدیث نبوی سے استدلال پیش کیا ہے سو یہ اگر مطلب آری
اور الزام دہی کی غرض سے نہیں تو ہمیں حد سے زیادہ خوشی ہے کہ سید صاحب بھی حدیث نبوی کا نام لیں جس سے کوسوں دور بھاگا کرتے تھے۔ تاہم صفائی نیت
سے بخاری مسلم یا مشکوۃ کی تلاش نہیں کی تھی جب ہی تو فہم مطالب میں غلطی کھائی۔ شکر ہے کہ اسی حدیث کے اخیر میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اقرؤا ان شئتم
فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (مشکوۃ باب صفۃ الجنۃ صفحہ ۴۸۷) پس اس لفظ سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبوی اس آیت
کی تفسیر ہے جس کو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ ان اشیاء سے متعلق ہے جو مشاہدہ اور رویت سے راحت بخش ہوں گی جیسے دیدار رب العالمین جس کی
احادیث نبویہ میں تصریح اور قرآن میں بھی اشارہ ہے نہ ان اشیاء سے جو کھانے پینے سے لذت دیں گی جن کی بابت کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ارشاد ہوا بابت
بنیاد معاد ہوگا۔ پس اس سے بھی سید صاحب کا مدعا ہنوز در بطن قائل ہے اسی مدعی پر سید نے ایک اور روایت ترمذی سے نقل کی ہے۔ مگر چونکہ
اس کی تلاش میں بھی اخلاص نیت نہ تھا۔ اس لئے اس کے معنی سمجھنے میں غلطی سے محفوظ نہیں رہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"اس امر کے ثبوت کے لئے کہ بانی مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جو ترمذی نے بریدہ سے روایت کی ہے اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ تو سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت! وہاں اونٹ بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہوں گے بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلیٰ درجہ کی راحت کے خیال کا پیدا کرنا ہے جو ان کے اور ان کی عقل و فہم و طبیعت کے موافق اعلیٰ درجہ کی ہو سکتی ہے"۔

تعجب بلکہ تاسف ہے۔ سید صاحب! اب سوفسطائیہ کا زمانہ نہیں جو ایک اور ایک دو سے بھی انکاری ہوں۔ بھلا کوئی اہل عقل کہہ سکتا ہے کہ
اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے جو آپ نے ایجاد کیا؟ اچھا اگر یہی مضمون بتلانا ہوتا کہ واقعی جنت میں گھوڑے اور اونٹ بھی ہونگے تو کس طرح اور کن لفظوں میں
بتلاتے کوئی عبارت ایسی آپ ہی تجویز کریں جس سے یہ مطلب صاف صاف بلا تامل سمجھ میں آوے۔ پھر دیکھیں کہ تفسیر الکلام بھلا پڑھی یہ قائلہ کس پر صادق
آتا ہے۔ سید صاحب کی اس امر میں کہاں تک شکایت کی جائے۔ ماشاء اللہ بے دلیل کہنے کے آپ ایسے خوگر ہیں کہ یہ عادت طبیعت میں پختہ ہوگئی ہے
اس پر طرہ یہ کہ دوسروں کو الزام لگانا اور بدنام کرنے میں بڑے ہوشیار ہیں کہیں ان کا نام کور معتزلہ رکھا ہے کہیں شہوت پرستی کے لفظ سے عزت
بخشتے ہیں۔ کہیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مقلد بتلاتے ہیں۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ؎

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جا　　　کسی طرح سے ٹوٹ جائے ولولہ دل کا

سید صاحب! بھلا آپ جو اتنے ہاتھ پاؤں جنت کی تاویل کرتے ہیں مارتے ہیں براہ مہربانی پہلے یہ تو بتلادیں کہ ایسی جنت کا ہونا جسے اہل
اسلام عموماً مانتے ہیں جس کا فوٹو یہ ہے کہ ایک باغ (بلا تشبیہ مثل شالامار باغ لاہور کے ہو جس میں ہر قسم کے میوہ جات ہوں۔ اس میں نیک صلحا لوگ
رہیں اور ان کی عافیت کو وہاں پر عورتیں پاکیزہ اخلاق کی صفت میں (قاصرات الطرف ہے) بھی ہوں کسی دلیل عقلی یا نقلی سے محال ہے؟ اگر محال ہے تو

Marfat.com

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا

نہریں بہہ رہی ہیں   جب کبھی اُن کو کوئی

مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا

پھل کھانے کو ملے گا۔   وہ کہیں گے کہ

هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

یہ تو وہی ہے جو ہمیں ابھی ملا تھا

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ

اور اُن کو ملتا جلتا ہی ملے گا۔   اور اُن کے لیے

کی وجہ یہ ہوگی کہ اُن کو ملتا جلتا ہی ملے گا صورت میں مشابہ ہوگا۔ پھر یہ نہیں کہ اس
عیش و عشرت میں تجرد کی وجہ سے اُن کو تکلیف ہوگی۔ بلکہ
اُن کے لیے اُن باغوں میں بیویاں بد اخلاقی وغیرہ
سے پاک ہوں گی۔ اور خاوندوں کی بڑی پیاری
یہ بھی نہیں کہ ایسی نعمتوں میں چند
روزہ ہی رہیں گے۔ بلکہ
وہ ان باغوں
میں

(بقیہ حاشیہ نمبر ۵) براہ نوازش اور کرم گستری بیان کر دی ہوتی۔ اگر آج تک نہیں کی تو کر دیجئے۔ جی حضرت! جس خدا نے یہ نعمتیں ہم کو دنیا میں بلا کسی نیک کام کے عنایت کی ہیں وہ کسی نیک کام کے عوض آخرت میں جسے روز انصاف آپ بھی مانتے ہیں۔ اور واقعی ہے بھی نہیں دے سکتا؟ یا دنیا میں دینے سے اس پر کوئی اعتراض اور اس کی قدوسیت کے خلاف نہ ہوا۔ مگر آخرت میں یہی نعمتیں مرحمت فرمائے تو وہ ذات ستودہ صفات محل اعتراض ہو۔؟ دنیا میں تو تجرد بلائے عظیم معلوم ہو اور اگر نائل ہو تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر کریں۔ مگر آخرت میں ان نعمتوں کا ملنا بجائے احسان کے اس منعم حقیقی کی ذات ستودہ صفات کی شان کے خلاف سمجھیں؟ واہ ہماری سمجھ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا   کار طفلاں تمام خواہد شد

اگر یہ ارشاد ہے کہ دلیل عقلی سے تو محال نہیں مگر چونکہ دلیل نقلی قرآنی سے اس کا ثبوت نہیں جیسا کہ آپ نے وجود ملائکہ کی نسبت عذر کیا ہے تو بسم اللہ لیجئے ایک نہیں بیسیوں، بیسیوں کیا سینکڑوں آیتیں اس مضمون کی چاہیں تو ہم سناتے ہیں سورہ الرحمن ہی کی چند آیتیں سنئے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ الآیۃ سورۃ الواقعہ میں بھی مختصر سا جملہ اسی کے قریب قریب ہے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً الآیۃ فرمائیے اس سے بھی کوئی صریح دلالت ہوگی؟ معلوم نہیں کہ باوجود اس قطعیت اور عدم مانع دلیل عقلی کے کہ اس اینچ پینچ کرنے سے جو آپ کر رہے ہیں کیا فائدہ ؎

ہٹ چھوڑیے اب بسر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا مری جان کب تلک

اصل یہ ہے کہ سید صاحب چونکہ حشر اجساد کے قائل نہیں جیسے کہ اہالی مکہ اس سے منکر تھے اور بار بار یہی مشکلات پیش کیا کرتے تھے۔
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۔ اسی لئے سید صاحب نعمائے جنت کے بھی منکر ہیں کہ روحانی
زندگی سے روحانی نعمتیں مطابق ہو جائیں۔ پس ان آیتوں کی ذیل میں جن میں حشر اجساد کا ذکر آئے گا۔
ہم سید صاحب کی اس غلط بنا کی حقیقت کھول لیں گے۔ اور ثابت کریں گے کہ
سر سید کی تاویل بناء فاسد علی الفاسد سے کم نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(منہ)

Marfat.com

فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
اُن میں بیویاں پاک ہوں گی
وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ○ إِنَّ
اور وہ اُن باغوں میں ہمیشہ رہیں گے ہرگز
اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ
خدا مثال بتلانے سے نہیں رکنے کا
مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا
مچھر کی یا اس سے بڑی
فَأَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا فَيَعْلَمُونَ
پس جو لوگ مومن ہیں وہ تو جان جاتے ہیں
أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا
کہ بے شک یہ سچ ہے اُن کے رب کی طرف سے اور
الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ
جو لوگ کافر ہیں وہ کہنے لگتے ہیں
مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا
کہ خدا نے اس مثال سے کیا چاہا
يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِي
اس کے ذریعے بہتوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے
بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ
لوگوں کو راہنمائی کرتا ہے اور سوا فاسقوں کے کسی کو
إِلَّا الْفٰسِقِينَ ○ الَّذِينَ
گمراہ نہیں کرتا جو
يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنۢ
اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں
بَعْدِ مِيثٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ
اور جس کے ملانے کا اللہ نے

ہمیشہ رہیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان کافروں سے خدا کو خواہ مخواہ عناد ہے۔ بلکہ انہیں کا قصور ہے کہ جب کبھی خدا اُن کو شرک سے بچانے کے لیے کوئی بات بطور مثال کے کہتا ہے جیسے کہ ان مشرکوں کی مثال ہم نے ایک جگہ مکڑی سے دی ہے جو اپنا گھر بنا کر اپنے زعم میں پناہ گیر ہو جاتا ہے اور اُن کے معبودوں کی قدرت بتلائی ہے کہ اتنی بھی نہیں کہ سب کے سب مل کر ایک مکھی بھی بنا سکیں۔ ایسا ہی کہیں مچھر کی اور کہیں کسی کمزور جانور کی مثال دیتے ہیں۔ تو یہ نادان بجائے ہدایت پانے کے اُلٹے ہم سے اُلجھتے ہیں کہ خدا ان حقیر چیزوں کے نام ہی کیوں لیتا ہے؟ بھلا ان کے کہنے سے خدا ہدایت کے لیے مثال بتلانی بھی چھوڑ دے گا؟ ہرگز خدا ہدایت کے لیے مثال بتلانے سے نہیں رکنے کا چھوٹی ہو یا بڑی، مچھر کی ہو یا اس سے اوپر کی، اس لیے کہ مثال تو صرف سامع کے سمجھانے کو ہوتی ہے اس میں کچھ متکلم کی شان کا لحاظ نہیں جو مثال مطلب بتلانے میں مفید ثابت ہو وہی عمدہ ہے چاہے کیسی ہی حقیر اور چھوٹی چیز کی ہو۔ اسی بنا پر خدا بھی سمجھانے کی غرض سے گاہے بگاہے کوئی مثال دیتا ہے پس جو لوگ مومن ہیں وہ تو جان جاتے ہیں کہ بے شک یہ مثال نہایت مناسب اور بالکل سچ ہے اور اُن کے رب کی طرف سے بتلائی ہوئی ہے اور جو لوگ کافر ہیں بجائے ہدایت حاصل کرنے کے اُلٹے یوں کہنے لگتے ہیں کہ خدا نے اس مثال بتلانے سے کیا چاہا جو مکھیوں اور مچھروں سے دیتا ہے ایسا عالی شان ہو کر ان خسیس اشیاء کا نام لیتا ہے آخر نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس مثال کے ذریعہ خدا بہتوں ان جیسوں کو اُن کی بے جا نکتہ چینی کی وجہ سے گمراہ کر دیتا ہے اُن کو مطلقاً اس کا فائدہ سمجھ ہی نہیں آتا اور بہت سے صاف باطن لوگوں کی راہنمائی بھی کر دیتا ہے نہ اس مثال کا قصور ہے نہ کسی اور کا بلکہ اُن کی شامت اعمال سے ہے سبب ہی تو سوائے ان فاسقوں بدکرداروں کے کسی دوسرے کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ کے عہد کو جو کبھی تکلیفوں اور تنگیوں کے وقت خدا سے باندھا کرتے ہیں کہ اگر تو اس بلا سے ہم کو نجات بخشے گا تو ہم تیرے سب احکام مانیں گے مضبوط وعدہ کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں پھر اُلٹی کفر شرک اور دنیا سازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں علاوہ اس کے ان میں ایک خرابی اور بڑی بھاری ہے کہ

لہ کیا کافر کہتے ہیں کہ رسول نے قرآن کو خود بنالیا ہے تو کہو اس جیسی ایک سورت تو لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو
لہ کیا کافر کہتے ہیں کہ قرآن اس نبی نے بنا لیا ہے کہو دس سورتیں تو بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو چاہو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ۱۲

لہ جب کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور بت پرستوں کی تشبیہیں بغرض تفہیم فرمائیں کہیں مشرکوں کو مکڑی وغیرہ سے تشبیہ دی۔ کہیں معبودات باطلہ کی کمزوری بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مکھی بھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو اس سے بھی وہ چیز واپس نہیں لے سکتے۔ تو یہ مثالیں سن کر مخالفوں نے عناداً بطور طعن کے کہا۔ کہ خدا کو ایسی مثالوں سے کیا مطلب؛ اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

Marfat.com

مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ

حکم کیا ہے توڑ ڈالتے ہیں

وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

اور ملک میں فساد مچاتے ہیں

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

یہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہیں

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ

بھلا تم اللہ سے انکاری کیسے ہوتے ہو حالانکہ

کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ

پہلے تم بے جان تھے ۔ پھر اُس نے تمہیں جان بخشی

ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ

پھر تم کو مار بھی دیتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا

ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ ھُوَ

پھر تم اُس کی طرف پھیرے جاؤ گے وہ

الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی

ذات پاک وہی ہے جس نے دنیا کی سب چیزیں

الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی

تمہارے لیے بنائیں پھر آسمان کا

اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ

قصد کیا تو اُس نے اُن کو سات عدد

--- سَمٰوٰتٍ وَ ھُوَ بِکُلِّ

بنا دیا اور وہ ہر چیز کو

شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ وَاِذْ قَالَ ۳ ع ۹

جانتا ہے جب تیرے رب نے

رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ

فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر

انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے اُس کو توڑ ڈالتے ہیں خدا نے تو حکم کیا کہ آپس میں رشتہ دار سلوک کیا کریں مگر یہ لوگ بجائے سلوک کے اُلٹا رشتہ داروں ہی سے عناد رکھتے ہیں اور باوجود اس کے ملک میں فساد مچاتے ہیں اگر کوئی مخلص عاقل بالغ باختیارِ خود مسلمان ہوتا ہے تو اُس کو بلا وجہ تنگ کرتے ہیں حالانکہ اس تنگ کرنے کا اُن کو کوئی حق حاصل نہیں ۔ جب ہی تو اُن پر یہ فردِ جرم ہے کہ یہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہیں ۔ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنا ہی زیان کرتے ہیں ۔ کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ بھلا تم اللہ کی توحید سے انکار کیسے کرتے ہو حالانکہ اُس کی طرح طرح کی تم پر مہربانیاں ہیں تم اپنی اصلی حالت کو نہیں دیکھتے کہ پہلے تو تم نطفہ کی صورت میں بے جان تھے پھر اُس نے تمہیں جان بخشی پھر بعد اس کے تم کو پرورش بھی کیا اور ایک مدت مقرر تک زندہ رکھ کر پھر تم کو مار بھی دیتا ہے پھر مر کر بھی تم ایسے نہ ہو گے کہ خدا سے کہیں غائب ہو جاؤ بلکہ بعد مرنے کے وہ تمہیں ایک روز زندہ کرے گا ۔ بعد اس زندگی کے یہ نہ ہوگا کہ تم ایسے ہی مزے کرو ۔ بلکہ تمہاری ساری لیاقت کھل جائے گی ۔ اور اسی اظہارِ لیاقت کے لیے تم اُس مالک الملک کی طرف پھیرے جاؤ گے ۔ یہ حقوقِ مالکیت کچھ ایسے نہیں کہ خواہ مخواہ جابرانہ تسلط ہو ۔ بلکہ وہ ذات پاک وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور دنیا کی سب چیزیں تمہارے لیے پیدا کیں ۔ تاکہ تم اُن سے منافع حاصل کرو ، ورنہ خدا کو بھی کوئی چیز کام آتی ہے ؟ چارپائے ہیں تو تمہارے لیے نباتات ہیں تو تمہارے لیے ۔ جمادات ہیں تو تمہاری خاطر ۔ تمہاری خاطر زمین پیدا کی زمین میں ہر قسم کی قوتیں ودیعت کیں ۔ پھر تمہارے ہی فائدہ کو آسمان کا قصد کیا تو حسبِ ضرورت اُس نے اُن کو سات عدد بنا دیا ۔ کسی پر چاند کسی پر سورج کسی پر کوئی ستارہ کسی پر کوئی ۔ اس لیے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے جو کچھ مناسب مقتضائے علم ہوتا ہے وہی کرتا ہے ۔ اُس کے علم کامل کی شہادت علاوہ دلائلِ عقلیہ کے واقعات بھی بتلا رہے ہیں ۔ یاد تو کر جب اُس مالک الملک تیرے رب نے فرشتوں[۶] سے کہا کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب بنانے کو ہوں

سر سید کی چوتھی غلطی (حاشیہ نمبر ۶) (فرشتوں سے کہا) یہ پہلا ہی موقع ہے کہ قرآن کریم میں فرشتوں کا صریح ذکر آیا ہے چونکہ زمانہ حال کے محققوں نے اس مسئلہ میں بھی عجیب قسم کا اختلاف نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ جملہ ادیان (یہود و نصاریٰ) سے بھی بلاوجہ پیدا کیا ہے اس لئے اس موقع پر ہم بھی اگر کسی قدر تفصیل سے لکھیں تو ہمارا حق ہے ۔ فرشتہ کا لفظ جسے عربی میں

Marfat.com

ملک اور ملائکہ کہتے ہیں یہ اصلی تو انہیں معنی میں اطلاق ہوتا ہے جس کو عام مسلمان بلکہ یہود و نصاریٰ اور عرب کے مشرک سمجھا کرتے تھے کہ خدا کی ایک مخلوق ہے جو گناہوں سے پاک اور اللہ کے حکم کی تابعدار۔ اس کی عبادت میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں کسی کا زمین سے تعلق ہے کسی کا آسمان سے۔ آسمان والے بحکم الٰہی زمین پر آجاتے ہیں اور زمین والے آسمان پر جا سکتے ہیں۔ ان کو خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ہوا کی طرح مرئی اور مشاہد نہیں ہوتے ہاں جب چاہیں اپنی شکل یا کسی آدمی کی صورت میں دکھائی دے سکتے ہیں۔ وہ انبیاء پر خدا کا پیغام لاتے ہیں۔ اگر کوئی قوم سرکشی کرے تو اس کی ہلاکت بھی بحکم الٰہی انہیں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے ان معنوں کا جبرائیل اور یا "فرشتہ" بولتے ہیں۔ مگر مشرکین عرب میں ایک بات زائد تھی کہ وہ ملائکہ کو بوجہ ان کے مستور ہونے کے خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم نے ان کی مذمت کے موقع پر فرمایا وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اور اس قول شنیع کے رد کے لئے ارشاد فرمایا اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ یہود و نصاریٰ کی کتابیں توریت انجیل تو اس مضمون سے پُر ہیں احادیث نبویہ میں تو اس کا ذکر بتصریح ہے کہ حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحیہ کلبی صحابی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ غرض ان معنی سے کسی مسلمان نہ کسی یہودی نہ عیسائی کو انکار ہے کہ فرشتے خدا کی ایک مخلوق جداگانہ ہیں ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ مگر زمانہ حال کے محقق سر سید احمد خاں ان معنی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس سے سخت انکاری ہیں۔ چنانچہ اپنی تفسیر کی جلد اول کے صفحہ ۴۹ پر رقمطراز ہیں:۔

جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کی پیدا کی ہیں۔ ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے"۔

تعجب ہے کہ سر سید اوروں پر تمسخر اور ہنسی تو اڑایا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مفسرین کو بے دلیل کہنے کی عادت ہے۔ فلاں قول امام رازی کا بے دلیل ہے فلاں توجیہ بیضاوی کی بے ثبوت مگر خود کہتے ہوئے یہ قاعدہ ہی بھول جائیں۔ کہ دعوے پر دلیل پیش کرنا بھی کوئی شے ہوتا ہے۔ سید صاحب! اس پر کیا دلیل ہے کہ ملائکہ سے مراد انسان کے قویٰ ہیں۔ حالانکہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی فرشتوں کو اعلان کیا جاتا ہے کہ جب ہم آدم کو پیدا کریں گے تو تم نے اسے سجدہ کرنا۔ اس آدم سے مراد آپ نوع انسان ہی مراد لیں۔ اور اس قصہ کو ایک فطری تمثیل ہی کیوں نہ کہیں۔ بہرحال یہ تو آپ کو ماننا ہوگا کہ انسان سے فرشتوں کا (یا بقول آپ کے قویٰ کا) وجود پہلے تھا۔ تو پھر فرما دیں کہ کسی شئے کے عوارض کو (جو وجود میں بہرحال اس سے مؤخر ہوں) مقدم سمجھ کر ایک مضمون گانٹھا خفی نہیں تو کیا ہے؟ جسے آپ بھی صفحہ ۴۵ پر شاعرانہ جھوٹ فرما چکے ہیں۔ نیز کفار کا درخواست کرنا کہ اس رسول کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا جو اس کے ساتھ ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراوے بالکل بے معنی ہے اس لئے کہ قویٰ انسانیہ کا (جو بقول آپ کے ملائکہ ہیں) ظاہر ہو کر کسی کو ڈرانا کیا معنی؟ وہ تو ایسے مستور ہیں کہ ان کا بذات خود ظاہر اور مشاہد ہونا ہی مشکل بلکہ محال ہے۔ ہاں آپ کا ابوعبیدہ کے شعر ؎

لست لانسی ولکن بملاك | تنزل فی جو السماء بصوب

سے استدلال کرکے اس امر کا ثبوت دینا کہ عرب قدیم اور آنحضرت کے زمانہ کے مشرک قویٰ پر ملک کا لفظ بولا کرتے تھے بہت ہی تعجب انگیز ہے جناب من! کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ قائل کا مذہب بھی یہی ہو کہ مینہ برسانے پر فرشتے مقرر ہیں۔ اور ممدوح کو ان فرشتوں سے تشبیہ دیتا ہو۔ جیسا کہ عرب کے شعراء کا عموماً دستور ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے اپنی محبوب کو چاند سے تشبیہ دے کر کہا ہے۔ ؎

لا تعجبوا من بلا غلالته | قد زر ازراره علی القمر

اس قسم کی تشبیہیں تو کوئی عرب ہی کا خاصہ نہیں۔ آپ نے اردو کا شعر بھی سنا ہوگا ؎

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے | رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

دیکھئے یہاں پر شاعر نے ایسا مبالغہ کیا ہے کہ محبوب کو ہو بہو سورج ہی بنا دیا۔ پھر آپ کا اس آیت قرآنی قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ کو نفی وجود ملائکہ بالمعنی المتعارف میں پیش کرنا پہلے سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے خوش قسمتی سے جو دلیل آپ کے مخالف کی ہوتی ہے اسے شاید یاد بھی نہ ہو۔ آپ اسے اپنی سمجھ کر پیش کر دیتے ہیں۔ بھلا اگر ملک کا

ل (ای ممدوح) تو آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آسمان سے بارش اتارتا ہے۔

ل میرے محبوب کے دامن کہنہ ہونے سے تعجب کرو کیونکہ وہ ہے اور اس کا لباس کتان ہے جو قمر کہنہ بنایا گیا ہے ۱۲۔

اطلاق قوئی ملکوتیہ پر ہے تو آیت کے کیا معنی ہوں گے یہ کہ اس رسول پر قوئی کیوں نہیں اتاری گئیں جس کا جواب ملتا ہے کہ اگر ہم قوئی ملکوتیہ اس رسول کو بناتے تو ضرور اس رسول کو (یا ان قوئی کو) بشر بناتے۔ پھر بھی تم کو وہی شبہ ہوتا جو ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ اس قرآن دانی اور فہم معانی کے کیا کہنے۔ حضرت! اول تو کفار کو کیسے خبر تھی کہ اس رسول کے قوئی نہیں جن کے نزول کی انہوں نے درخواست کی۔ درخواست سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئے مرئی اور مشاہدہ کی تھی جو بالکل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو۔ قوئی کا مرئی ہونا کیا معنی؟ پھر جناب باری کی طرف سے یہ جواب ملنا کہ اگر ہم قوئی ملکوتیہ اس رسول کو بناتے تو ضرور بشری بناتے۔ کیسا منطبق ہوگا سید صاحب! آپ بھولے کیوں پھرتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر تو دوسری آیت سورہ فرقان کی کر رہی ہے۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو کسی شئے مرئی کی خواہش تھی چنانچہ اسی سورۃ کی دوسری آیت میں اس سے بھی واضح بیان ہے قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا۔ اس سے تو صاف روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان کفار کو کسی چیز قابل دید کی درخواست تھی جبھی تو جناب باری نے ان کے جواب میں يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ فرمایا۔ اگر شئی مرئی کی درخواست نہ ہوتی تو جواب میں رویت کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے پس ثابت ہوا کہ کفار عرب ملک کے لفظ کو کسی شئے مرئی پر بولتے تھے۔ جو قوئی ملکوتیہ کی طرح نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ مرئی اور مشاہد نہیں ہیں پھر سر سید کا کہنا کہ "جہاں تک ہم نے تفتیش کی ہے قدیم عربوں کے لفظ ملک یا ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیوں کا ہے ثابت نہیں ہوا"۔ بالکل بے معنی ہے اس لئے کہ اول تو عدم علم سے عدم شئے کا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ ہو اور ان کو نہ ملا ہو۔ اور اگر واقع میں قدیم عرب نے ملک کا لفظ ان معنی مشہورہ میں استعمال نہ کیا ہو تو کیا حرج ہے جبکہ آنحضرت کے زمانہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے مشرک ملک کے یہی معنی سمجھتے تھے اور اسی کے موافق ان کی درخواست تھی جس کا جواب بھی یہی بتلا رہا ہے کہ جناب باری کو بھی ان معنی سے انکار نہیں تو پھر یہ عذر نامعقولیت سے کچھ زیادہ قوت بھی رکھتا ہے؟ اس کی مثال شرع میں صلوٰۃ زکوٰۃ ہے۔ ان لفظوں کو قدیم عرب سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہی معنی میں اطلاق کرتے تھے جن میں کہ اب ہو رہے ہیں۔ دوسری مثال اس کی ہمارے زمانہ میں پریس لیمپ وغیرہ ہیں اگر کسی تحریر میں اگر پریس اور لیمپ کا ذکر ہو تو کوئی شخص اس عہد سے اس کے معنی بدلنے چاہے کہ قدیم ہند میں ان لفظوں کو ان معنی میں نہیں بولتے تھے۔ جن کو بعد انگریزی رواج کے بولنے جانتے ہیں۔ تو کیا اس کی یہ وجہ قابل شنوائی اہل دانش ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ پھر بھلا اگر قدیم عرب ملک کو معنی متعارف پر نہ بولتے ہوں اور آنحضرت علیہ السلام کے عہد رشد مہد میں اس کا رواج ان معنی میں ہوا ہو جس کو آنحضرت بلکہ خود خدا نے مسلم رکھا۔ تو معتبر نہ ہوگا فتفکر۔ باقی رہا آپ کا کلام مقصود و غیر مقصود میں فرق کرنا سو یہ بھی قطع نظر فی الجملہ غلطی کے اس جگہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ یہاں پر ملائکہ کا ذکر حسب تقریر آپ کے غیر مقصود نہیں بلکہ عین مقصود ہے۔ کیونکہ وجود ملائکہ پر کسی امر کی تعلیق نہیں جو اس کو غیر مقصود کہا جائے بلکہ ایسے امر کی خبر ہے۔ جو قرآن کریم کا مطلب اصلی ہے یعنی ثبوت قیامت۔ اگر فرما دیں کہ قرآن کریم میں بہت سی جگہ کفار کے خیالات مان کر بھی ان کو توحید سکھائی گئی ہے۔ تو گذارش ہے کہ یہ تو مشرکین عرب کا بھی عقیدہ نہیں تھا کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ اس میں ہم ملائکہ کو دیکھیں گے۔ اور وہ روز جزا بھی ہے بلکہ وہ تو اسی وجہ سے قرآن پر خفا تھے کہ یہ قیامت کیوں بتلاتا ہے۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ اس کا شاہد عدل ہے ہمیں تعجب ہے کہ سید صاحب یہ بتلاتے ہیں کہ "ہمارے پاس کسی ایسی مخلوق کے ہونے سے جو کسی قسم کا جسم و صورت بھی نہ رکھتی ہو جو ہم کو نہ دکھائی دیتی ہو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں"۔ صفحہ ۴۲ پھر فرشتوں کے ایسا ہونے سے کیوں انکار ہی نہیں صرف انکار ہی۔ بلکہ ان کی نفی پر [illegible] دلائل بیان کرتے ہیں۔ گو ان دلائل کا حاصل یہی ہوتا ہے ؎

دوست ہی دشمن جاں ہو گیا اپنا حافظ
نوش دارو نے کیا اثر سم پیدا

اگر یوں فرما دیں کہ میرا انکار تو جب ہی تک ہے کہ قرآن سے فرشتوں کا ثبوت بمعنی متعارف ہو۔ اگر قرآن کی کسی آیت سے ان کا وجود مستقل ثابت ہو جائیگا تو مجھے بھی تسلیم سے انکار نہیں جیسا کہ صفحہ ۴۲ سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہی تقاضا ایمانی ہے تو گذارش ہے کہ آپ اگر انصاف سے غور کریں اور قرآن کو اس طور سے پڑھیں جس طور سے عرب کے رہنے والے سیدھے سادے جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا تھا پڑھتے اور سمجھتے تھے۔ انہیں کے لغت پر بھروسہ کریں تو مطلب بالکل صاف ہے۔ اور اگر اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کو بھی آمنت کا بلا بتلا دیں تو خیر۔ دیکھو تو کیسے صریح لفظوں میں فرشتوں کا ثبوت ملتا ہے قَالَ عزّ من قائل جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ۔ سر سید اور ان کے اتباع

سلہ خود از فرشتہ ملائکہ کرو ہو تیں تحت جہاز ... (منہ)

Marfat.com

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط
ایک نائب بنانے کو ہوں
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ
وہ بولے کیا آپ ایسے شخص کو نائب بناتے ہیں
یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ
جو اس میں فساد کرے اور خون
الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ
بہائے اور ہم تیری خوبیاں
بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ
بیان کرتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد
لَكَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ
کرتے ہیں۔ خدا نے کہا یقیناً میں جانتا ہوں
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
جو تم نہیں جانتے۔

جو سب دنیا کی آبادی پہ حکمرانی کرے۔ اور تمام اشیاء اس کی تابعدار ہوں یعنی آدم اور اس کی اولاد۔ یہ معلوم کرکے کہ اس نائب حکومت میں ہر قسم کی خواہشات بھی ہوں گی وہ بولے کہ اس کے اجزا عناصر اربعہ تو آپس میں متضاد ہیں ایسی ترکیب کی شئے سے بے جا جوش اور خون خرابے بعید نہیں۔ کیا آپ ایسے شخص کو نائب حکومت بناتے ہیں جو اس زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔ اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم خاکساران خدام قدیمی اس منصب کے لیے ہر طرح سے قابل ہیں۔ اس لیے کہ ہم تو علاوہ اخلاص قلبی کے تیری خوبیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد کرتے ہیں۔ علاوہ اس کمال عملی کے ہم میں کمال علمی بھی پایا جاتا ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ چونکہ ان کا یہ ضمنی دعویٰ کہ ہر چیز کو جانتے ہیں بالکل غلط تھا۔ اس لیے خدا نے اس کو کئی طرح سے غلط کیا۔ پہلے تو یہ کہا کہ یقیناً میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے جس نیابت کے لیے انسان کو بنایا جاتا ہے اس نیابت کی اس میں قابلیت ہے

(بقیہ حاشیہ) بتلادیں اور ہماری معروضہ بالا گذارشش کو زیر نظر رکھیں کہ ملائکہ کا رسول ہونا بلکہ پردار ہونا بھی ثابت ہے یا نہیں؟ اس پر بھی آپ بے پر کی اڑائیں تو اختیار۔ منہ)

آریہ قوم کی غلطی (**حاشیہ نمبر ۷**) (اور آدم کو سب نام سکھلائے) اس آیت کے متعلق بھی ناقصوں نے بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں مگر بعد غور ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کی نافہمی اور تعصب کے نتائج ہیں۔ قرآن کریم اپنے معانی بتلانے میں بالکل صاف ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس کے سمجھنے اور سمجھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہے اور ہیں اور ہونگے۔ ہماری ہمسایہ قوم آریہ نے اس کے متعلق بہت سے ورق سیاہ کئے ہیں جن کے دیکھنے سے اس قوم کی شوخی اور بے جا جوش کا اندازہ ہوتا ہے۔ افسوس کہ اس قوم نے باوجود دعویٰ توحید کے جس کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے بہت ہی قریب ہو گئے تھے۔ بجائے فہم و فراست کے تعصب اور ضد سے کام لیا۔ اس آیت کے متعلق ان کے اعتراضات حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) خدا نے فرشتوں سے مشورہ کیا جس سے اس کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔

(۲) باوجودیکہ فرشتوں نے جواب معقول دیا مگر خدا نے (معاذ اللہ) اپنی ہی بات پر ہٹ کی جس کا نتیجہ آخری وہی ہوا جو فرشتوں نے کہا۔

(۳) خدا نے فرشتوں سے (معاذ اللہ) دھوکا کیا۔ کہ ان کے مقابل آدم کو سب نام بتلا دئے۔ اور مقابلہ کرایا۔ اگر یہی نام فرشتوں کو بتلا دیتا تو وہ بھی بتلا سکتے تھے۔ آدم کی اس میں کونسی بزرگی ہے۔

جواب:۔ میں کہتا ہوں سب آفتوں کی جڑ یہی ہے کہ متکلم سے اس کے کلام کے معنی دریافت کرنے سے پہلے ہی اس پر رائے زنی کی جائے۔ اور آپ ہی آپ اس کی شرح کرکے حاشیہ چڑھایا جاوے۔

(اس آیت کے معنی جن کی طرف ہم نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے سمجھتے ہی سے سب اعتراضات اٹھ جاتے ہیں جو دراصل اپنے ہی دل کے عبارات

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ	دوم عملی طور سے اس کو غلط کیا کہ آدم کو بعد پیدائش سب چیزوں کے نام سکھاتے پھر وہ
اور آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر	فرشتوں کو دکھا کر کہا کہ ان اشیا کے نام مجھے بتاؤ اگر تم اپنے دعوے ہمہ دانی میں سچے ہو

(بقیہ حاشیہ) ہیں سے پہلے یہی غلط کہ خدا نے مشورہ کیا۔ مشورہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس امر کے متعلق ان فرشتوں کو ایک حکم سنانا تھا۔ اس کے اعلان کرنے کو یہ اظہار کیا۔ چنانچہ اسی قصہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا ہے اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ یہ مشہور ہے کہ "تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں"۔ پس اس قاعدہ کلیہ سے اس آیت نے اس کی پوری تفسیر کر دی ہے کہ فرشتوں پر اس امر کا ظاہر کرنا اس غرض سے تھا۔ کہ ایک حکم کی ان کو اطلاع دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کہہ کر مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ نہیں کہا جو مشورہ کا دستور ہے۔ جیسا کہ بلقیس بیگم نے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اپنا خیال ظاہر کر کے مَاذَا تَاْمُرُوْنَ کہا تھا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ؎

رموز مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے بھی اس امر کو تسلیم کیا۔ اور اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ کہہ کر قصور فہم کا اعتراف کیا۔ تیسرے سوال کا جواب بھی میں نے تفسیر میں ادا کر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ فرشتوں نے علاوہ اپنی پاکی اور بزرگی جتلانے کے دعویٰ ہمہ دانی بھی کیا تھا۔ یعنی نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کے علاوہ و تعلم الاشیاء كلها بھی کہا تھا۔ اس لئے کہ صرف بزرگی اور زہد تو خلاف کو مستلزم نہیں۔ جب تک کہ ثبوت عملی نہ ہو۔ قرینہ اس حذف کا یہ ہے کہ فرشتوں کے دعویٰ تقدیس اور زہد پر جناب باری کی طرف سے اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ارشاد ہے اگر فرشتوں کی طرف سے دعویٰ علم نہ ہوتا تو یہ بالکل اس کے مشابہ ہوتا ہے جو کسی مولوی صاحب نے کسی دہقانی کو سمجھایا کہ تہ بند ٹخنوں سے اونچا رکھ وہ بولا کہ تیرے باپ نے دعوت کی تھی تو نمک زائد نہیں ڈال دیا تھا؟ مولوی صاحب نے پوچھا۔ اس قصہ کو میرے وعظ سے کیا تعلق۔ دہقانی بولا۔ تعلق ہو یا نہ ہو۔ بات سے بات نکل آتی ہے۔ سو اگر فرشتوں سے دعویٰ علم نہ کیا ہوتا تو بجائے لَا عِلْمَ لَنَا کہنے کے یہ کہتے کہ صاحب! اس سوال کو بیاں کیا علاقہ؟ ہمارا دعویٰ زہد ہے۔ اور سوال ہم سے علم کا۔ چہ خوش! ع

"ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا"

پس یہ ارشاد اَنْۢبِـُٔوْنِیْ اور اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ جب ہی درست اور مناسب ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے کوئی دعویٰ علمیت بھی کیا ہو۔ جس کے جواب میں ان کی غلط فہمی رفع کرنے کو یہ ضروری ہوا کہ حضرت آدم کو سب نام سکھائے جائیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ بہت سے امور ایسے بھی ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ جبھی تو اس الزام کے بعد سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا پکار اٹھے اور اپنے نقصان علم کے مقر ہوئے۔ اب بتلاویں مدعی سست گواہ چست کا سا معاملہ ہے یا نہیں؟ اور فہم قرآن سے بے نصیبی کے آثار ہیں یا کچھ اور؟ رہا شیطانی جھگڑا۔ سو اس کا جواب خَتَمَ اللّٰهُ کے حاشیہ میں دے آئے ہیں۔

فتدبر۔

(منہ)

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ
وہ فرشتوں کو دکھا کر کہا کہ ان اشیاء کے نام تم مجھے

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
بتاؤ اگر تم سچے ہو وہ بولے تو پاک ہے

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ
ہم کچھ نہیں جانتے مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی بڑے علم اور

الْحَكِيْمُ ○ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
حکمت والا ہے کہا اے آدم تو ان کو ان چیزوں کے نام بتلا دے۔

فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ
پس اس نے ان کو ان چیزوں کے نام بتلائے تو خدا نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ
کہ میں آسمان و زمین کی سب چھپی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ وَاِذْ قُلْنَا
ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہوں اور جب ہم نے تمام

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ
فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی تعظیم کرو پس سب نے تعظیم کی مگر شیطان

اس عملی مقابلہ سے عاجز آکر وہ بولے کہ بے شک ہمارا علم ناقص ہے تو سب نقصانوں سے پاک ہے۔ ہمارا خیال ہمہ دانی غلط ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جو تو نے ہم کو سکھایا ہے بے شک ہمیں یقین ہے کہ تو ہی بڑے علم اور حکمت والا ہے جو کچھ تو کرتا ہے اس میں کمال درجہ کی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کو بھی کما حقہ سوا تیرے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد ان کا بقیہ گمان دفع کرنے کو آدم سے کہا کہ اے آدم تو ان کو ان چیزوں کے نام بتلا دے پس جب حسب ارشادِ خداوندی اس (آدم علیہ السلام) نے ان کو ان چیزوں کے نام بتلائے اور فرشتوں نے سب ماجرا بچشم خود دیکھا اور جان لیا کہ ہمارا زعم کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں غلط ہے تو خدا نے تنبیہاً ان کو خطاب کر کے کہا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان و زمین کی سب چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہوں اور ایک واقعہ بھی اسی کے متعلق قابل شنید ہے جو گویا اس بیان کا تتمہ ہے سنو! جس سے ہمارا کمال علمی ظاہر ہو جائے گا۔ سوچو تو سہی کہ جب ہم نے تمام فرشتوں اور ان کے اتباع کو معہ ان کے حکم دیا تھا کہ آدم کی بزرگانہ تعظیم[۸] کرو پس سب نے تعظیم کی۔ مگر شیطان اس سے اترایا اور اپنے جی میں بڑا

حاشیہ نمبر ۸ (تعظیم کرو) اس آیت کے متعلق بھی ہمارے نامہربان پڑوسی آریہ وغیرہ نے دانت پیسے ہیں اور طرح طرح سے بے سمجھی کے سوالات کئے ہیں اور نئی توحید کے نشہ میں علم التوحید قرآن شریف پر اعتراض کئے ہیں کہ وہ بت پرستی اور شرک سکھاتا ہے چنانچہ فرشتوں سے آدم کو سجدہ کروایا۔ کعبہ کو پجوایا۔ موسیٰ نے آگ کو پوجا۔ طرفہ یہ کہ شیطان نے بوجہ توحید کے جو اس کو پہلے سے تعلیم ہوئی تھی سجدہ نہیں کیا۔ تو اس کو لعنتی گردانا وغیرہ وغیرہ" باقی آیات کا جواب تو اپنے موقعہ پر آئیگا بالفعل ہم اس آیت کے متعلق ان کی سمجھ کا پھیر بتلاتے ہیں۔ بھلا آدم کو سجدہ عبودیت کا تھا یا کچھ اور۔ اگر عبودیت کا تھا تو بیشک قرآن شرک کی تعلیم دیتا ہے اور اول درجہ کا مشرک ہے لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ ایک تعظیمی سجدہ تھا جس کو دوسرے لفظوں میں سلام تعظیم کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ عبادت ہوتا تو شیطان اپنی معذوری اور جواب دہی میں اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ نہ کہتا۔ بلکہ صاف کہتا کہ جناب والا یہ کیا انصاف ہے کہ ہمیں ایک طرف تو شرک سے رد کا جاتا ہے اور دوسری طرف اسی شرک کی تعلیم ہوتی ہے کیونکہ وہ تو بڑا ہی شیطان ہے۔ اسے تو یہ عذر ضرور ہی سوجھنا چاہیئے تھا۔ جب کہ اس کے شاگردوں کو ایسی سوجھتی ہے کہ پناہ بخدا۔ تو پھر استاد کو ایسی کیوں نہ سوجھی۔ بلکہ اس نے تو ایک معنی سے یہ سجدہ خود ہی جائز سمجھا۔ کیونکہ وہ اپنے رکنے کی وجہ سے بتلا رہا ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں اس لئے اسے سجدہ نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدم کو جو اس کے خیال میں اس سے ادنیٰ تھا۔ اس کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو شیطان کو اپنے لئے سجدہ کروانے میں کسی طرح کا تامل نہ ہوتا۔ اور نہ تعلیم توحید اس سے مانع ہوتی۔ پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ سجدہ عبادت نہ تھا۔ بلکہ محض ان معنی میں تھا۔ جیسے کسی سردار یا نواب کو ماتحت ایک خاص وقت میں حاضر ہو کر سلام کیا کرے۔ جس سے اس سردار کی رفعت اور ماتحتوں کی وفاداری کا ثبوت ہوتا ہے جو شیطان کو پسند نہ آیا ۱۲ (منہ)

Marfat.com

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ وَ

انزایا اور بڑا بن بیٹھا اور منکروں سے ہوگیا اور

قُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ

ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی اس باغ میں رہو اور

کُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِهِ

اس میں کھلا جہاں چاہو کھاتے پھرو مگر اس درخت کے قریب

الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا

نہ جائیو (نہیں تو) ظالم ٹھیر وگے ۔ پس شیطان نے

الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا کَانَا فِیْهِ

اُن کو اس سے لغزش دی اور اُن نعمتوں سے جن میں وہ دونوں رہتے تھے نکلوا دیا

وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ

ہم نے کہا تم پستی میں اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے زمین میں

فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ○

تمہارے لیے ٹھہرنے کو جگہ اور زندگی تک گزارہ ہے۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ

پھر آدم نے اپنے خدا سے چند باتیں سیکھیں پس اللہ نے اس پر رحم کیا

اِنَّهٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ قُلْنَا اھْبِطُوْا

بے شک وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ہم نے کہا تم سب اس سے نیچے

مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی

ہی اترے رہو۔ پس اگر میری طرف سے تم کو ہدایت پہنچے۔

فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا

تو جو لوگ میری ہدایت کے تابع ہوں گے سو نہ اُن کو کچھ خوف ہوگا اور نہ

ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا

وہ غم کریں گے اور جو لوگ منکر ہوں گے اور ہماری

بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْهَا

نشانیاں جھٹلا دیں گے وے آگ کے قابل ہوں گے۔ ہمیشہ اُسی میں

خٰلِدُوْنَ ○ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ

رہیں گے اے بنی اسرائیل تم میری نعمتیں یاد کرو

الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ

جو میں نے تمہیں دیں اور میرے وعدہ کو پورا کرو میں تمہارا

حـ ربنا ظلمنا انفسنا کی طرف اشارہ ہے۔

بن بیٹھا اور اپنے غرور میں اس حکم کے منکروں سے ہوگیا۔ جب ہی تو اپنے کیے کی پاداش کو پہنچا کہ بوجہ حسد بے جا کے ہمیشہ کے لیے ذلیل ہوا۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ اُس کے حسد سے آدم کا کچھ بگڑتا اُسی کی عزت افزائی ہوئی گویا وہ ہمارا مہمان ہوا اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تو اور تیری بیوی حوا اس باغ جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھلا کھاتے پھرو مگر اس انجیر کے درخت سے ایسا پرہیز کیجیو کہ اس کے قریب بھی نہ جائیو نہیں تو ظالم ٹھیرو گے پس آخرکار شیطان نے ان کو اُس جنت سے لغزش دی اور غلطی کرا کر اُن نعمتوں سے جن میں وہ دونوں بیوی خاوند رہتے تھے نکلوا دیا۔ جب اُن سے غلطی ہوئی تو ہم نے بھی کہا تم اِس جنت سے پستی میں اتر جاؤ اس لیے کہ قطع نظر اس عداوت اور شرارت کے جو شیطان نے تم سے کی خود تم آئندہ نسلوں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوگے اور بہشت ایسے دشمنوں کے لیے نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا ؎

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد

کسے را با کسے کارے نباشد

پس تم اس سے نکل جاؤ اور زمین پر جاؤ ہو اُس میں تمہارے لیے ٹھہرنے کو جگہ اور زندگی تک گزارہ بھی مہیا ہے۔ اس حکم کے مطابق نیچے تو آگئے چونکہ اُن سے یہ قصور واقع میں سہواً ہوا تھا۔ نہ عمداً۔ اس لیے وے ہمیشہ اس کے تدارک میں لگے رہے اور رحمت الٰہی بھی اُن کی یہ حالت دیکھ کر موجزن ہوئی پھر آخرکار آدم نے اپنے خدا کے الہام سے چند باتیں سیکھیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اے خدا ہم سے سہواً غلطی ہوگئی تو ہی رحم والا مہربان ہے پس اللہ نے اُس پر رحم کیا اس لیے کہ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ بعد اس رحم کے حسب دستور آدم نے اپنا مسلوبہ مقام حاصل کرنا چاہا۔ اور دخول جنت کی درخواست کی۔ تو ہم نے کہا یہ نہ ہوگا بلکہ مناسب یہ ہے کہ اب تم سب یعنی آدم، حوا اور ان کی اولاد اُس باغ سے نیچے ہی اترے رہو پس اس حکم میں تبدیلی نہ ہوگی ہاں ایک ذریعہ تمہارے دخول جنت کے لیے ہم بتائے دیتے ہیں وہ یہ کہ اگر میری طرف سے تم کو کوئی پیغام ہدایت پہنچے تو جو لوگ تم میں سے اُس میری ہدایت کے تابع ہونگے سو وے بے شک جنت کے قابل ہوں گے نہ اُن کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غم کریں گے۔ اور جو لوگ اُس ہدایت کے منکر ہوں گے اور علاوہ اس ہدایت کے ہماری ہدایت کی نشانیاں جھٹلا دیں گے وے ہرگز

بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ ○ وَاٰمِنُوْا
وعدہ پورا کروں گا پس تم مجھ ہی سے ڈرو - اور میری
بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ
اُتاری ہوئی کتاب کو مانو جو تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور
لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا
سب سے پہلے منکر نہ بنو اور میرے حکموں کے
بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○
بدلہ میں حقیر مال نہ لیا کرو - فقط مجھ ہی سے ڈرو
وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا
اور سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ - اور نہ جان بوجھ کر
الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا
حق کو چھپاؤ - اور نماز
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ
پڑھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں
الرّٰكِعِيْنَ ○ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ
کے ساتھ مل کر رکوع کیا کرو - کیا لوگوں کو بھلی باتیں تبلاتے ہو
وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ
اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھلاتے
الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَاسْتَعِيْنُوْا
ہو؟ کیا تم ہوش نہیں کرتے؟ صبر اور نماز
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ
کے ساتھ مدد مانگا کرو بے شک یہ بہت بھاری ہے
اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ
مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر نہیں جو اس بات کا پختہ
اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَيْهِ
خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مولا سے ضرور بدلہ پاویں گے اور اُسی کی

جنّت میں نہ جاویں گے بلکہ جہنم کی آگ کے قابل ہوں گے نہ صرف چند روز بلکہ ہمیشہ کے لیے اُسی میں رہیں گے اس امر کو اور لوگ بھولیں تو بھولیں - مگر افسوس یہ کہ تم اے بنی اسرائیل اہل علم ہو کر بھی بھولتے ہو - حالانکہ میں نے تم پر کئی احسانات کیے اور ہر طرح کی نعمتیں بھی عطا کیں - ہمیشہ تم میں رسول بھی بھیجے، زمین کا تم کو حاکم بھی بنایا پس تم میری نعمتیں یاد کرو جو میں نے تمہیں دیں اور میرے وعدہ کو جو اُس رسول آخر الزمان کے متعلق خاص کر تم سے لیا ہوا ہے کہ جب وہ آئے تو تم اس پر ایمان لانا۔ اُسے پورا کرو اس کے عوض میں بھی تمہارا وعدہ بخشش کا پورا کروں گا - اس ایفاء عہد اور ایمان لانے میں تنگیٔ معاش کی فکر نہ کرو - رزق دینے والا میں ہوں پس تم مجھ ہی سے ڈرو جو تمہاری تنگی اور ثروت کا مالک ہوں پس تم مجھے ہی متولی امور جانو اور میری اُتاری ہوئی کتاب کو مانو جو تمہاری ساتھ والی کتاب تورات کی تصدیق کرتی ہے - اور اس کی اصلیت کو مانتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا اور تم کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی یہی وطیرہ اختیار کیا تو ان سب کا گناہ تمہاری جان پر ہوگا پس مناسب ہے کہ مان لو اور سب سے پہلے منکر نہ بنو - اور اس وعدہ کو پھیر پھار کر اپنے ماتحتوں سے میرے حکموں کے بدلہ میں دنیا کا حقیر مال نہ لیا کرو یہ خواہ کتنا کچھ ہو گے سب کا سب بمقابلہ ان نعمتوں کے جو نیک بندوں کو آخرت میں ملنے والی ہیں دنیا کا سارا مال بھی تھوڑا اور ذلیل ہے - میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ حق کے اختیار کرنے میں کسی سے مت ڈرو فقط مجھ ہی سے ڈرو جو میں تمہارے عذاب اور رہائی پر قادر ہوں جھوٹی تاویلیں کر کے سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ - اور نہ جان بوجھ کر دنیاوی منافع کے لیے حق کو چھپایا کرو - اور سیدھے سادھے مسلمان ہو کر نماز پڑھو اور مسلمانوں کی طرح مال کی زکوٰۃ بھی دیا کرو اور سب دینی کاموں کو چستی سے ادا کیا کرو بالخصوص نماز میں تو ایسے چالاک ہو جاؤ کہ پانچوں وقت پڑھو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کیا کرو یعنی با جماعت ادا کیا کرو تاکہ تمہارے دین کا اظہار پورے طور سے ہو بجائے اس کے تم اُلٹے نابلد ہو رہے ہو - کیا لوگوں کو بھلی باتیں بتلاتے ہو؟ گرجوں اور دیگر معبدوں میں لوگوں کو اپنے خیال کے مطابق اچھے کام تبلاتے ہو اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھلاتے ہو - کیا تم ہوش نہیں کرتے؟ ہم پھر مکرر تمہیں کہتے ہیں کہ لوگوں سے مت ڈرو اس لیے کہ یہ شرک خفی ہے بلکہ اگر تم کو کوئی تکلیف آوے تو تم اُس کے دفع کرنے میں صبر اور نماز کے ساتھ خدا سے مدد مانگا کرو اس لیے کہ تکلیف میں صبر کے ساتھ جب آدمی مستقل ہو کر

لہ بعض علماء یہود کا شیوہ تھا کہ جب ان سے کوئی قریبی رشتہ دار آں حضرت کے حالات سے سوال کرتا تو اس پر اسلام اور آنحضرت کی صداقت ظاہر کرتے - اور خود اسی کفر پر اڑے رہتے - ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

لہ بحذف مضاف ای ملاقوا جزاء ربھم ۱۲

ع ۵ الم ۱

رَاجِعُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا

طرف جائیں گے۔ اے بنی اسرائیل میرے احسان

نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ

یاد کرو جو میں نے تم پر کیے۔ اور یہ کہ میں نے

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

سب جہان کے لوگوں پر تم کو بزرگی دی اور اُس دن سے ڈرو

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا

جس میں کوئی نفس کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ

اور اُس کی سفارش بھی قبول نہ ہوگی اور اس سے عوض بھی

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

نہ لیا جائے گا اور نہ اُس کو کسی قسم کی مدد پہنچے گی۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب ہم نے تم کو فرعونیوں سے چھڑایا جو

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

تم کو بُرے بُرے عذاب پہنچاتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ

جان سے مار ڈالتے تھے۔ اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے اور اس میں

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○

خدا کی طرف سے تم پر بڑا احسان ہے

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

اور جب تمہارے لیے ہم نے دریا کو پھاڑا اور تم کو بچایا۔

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

اور فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے ہی غرق کر دیا۔

خدا سے دعا کرتا ہے تو ضرور ہی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ ہاں ظاہری اسباب سے مُنہ پھیر کر یہ امید چاہنا اور صبر کرنا بے شک کار دشوار ہے خاص کر ایسی حالت میں نماز پڑھنا اور نماز سے مدد چاہنا تو بہت بھاری ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر بھاری نہیں کیونکہ وہ ہر کام کی علت العلل خدا ہی کو جانتے ہیں اگر وہ ظاہری اسباب کی طرف بھی رُخ کرتے ہیں تو اُن کا انجام بھی خدا ہی کے سپرد کرتے ہیں اس لیئے کہ یہ لوگ ایسے ہی پاکیزہ خیال ہیں جو بارات کا پختہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ اس تکلیف کے عوض میں اپنے مولا سے نیک بدلا ضرور پاویں گے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ مر کر بھی وہ اسی کی طرف جائیں گے افسوس اے بنی اسرائیل کی قوم تم ایسے نہ ہوئے حال آنکہ میں (خدا) نے تم پر ہر طرح سے احسان بھی کیے اور کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ تو میرے احسان ہی یاد کرو جو میں نے تم پر کیے دنیا میں عزت دی کہ ملک کا حاکم بنایا اور دین میں بھی تم کو سب کا پیشوا بنایا۔ خلاصہ یہ کہ میں نے سب جہان کے لوگوں پر تم کو بزرگی دی کیا احسان کا شکر یہ یہی ہے جو کر رہے ہو۔ اب بھی باز آؤ اور اُس دن سے ڈرو جس میں کوئی نفس کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا نہ اس کی تکلیف خود اُٹھا سکے گا اور نہ سفارش کر سکے گا۔ اور اگر فرضاً کرے بھی تو اُس کی سفارش بھی قبول نہ ہوگی اور اگر اپنی نیکیاں دے کر بھی دوسرے کو چھڑانا چاہے گا تو اُس سے عوض بھی نہ لیا جاوے گا۔ بلکہ جو کچھ دنیا میں اُس نے کیا ہوگا اُس کی پوری جزا سزا پاوے گا نہ اُس میں کسی طرح کی تخفیف ہوگی اور نہ کمی اور نہ اُن مجرموں کو کسی قسم کی مدد پہنچے گی اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعونیوں یعنی اُس سے اور اُس کی فوج سے چھڑایا تھا جو ہر طرح سے تم کو بُرے بُرے عذاب پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو جان سے مار ڈالتے اور لڑکیوں کو زندہ اپنی خدمت کرانے کو چھوڑتے۔ اس واقع میں خدا کی طرف سے تم پر بڑا احسان ہے۔ کہ ایسے ظالم کے پنجہ سے بچا کر اصل ملک میں تم کو پہنچا دیا اور راہ میں بھی تم پر ہر طرح سے احسان کیے جب تمہارے لیے ہم نے دریا کو پھاڑا پس تم کو ڈوبنے سے بچایا اور تمہارے دشمن فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے ہی اسی میں غرق کر دیا اور اس نجات بدنی کے بعد

تمہاری روحانی نجات کے اسباب بھی مہیا کیے

سرسید کی پانچویں غلطی (حاشیہ نمبر ۹) (دریا کو پھاڑا) اس آیت میں اللہ سبحانہ بنی اسرائیل کو وہ نعمت یاد دلاتا ہے جو تمام دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر تھی یعنی ان کے دشمن فرعون کی ہلاکت اور ان کی نجات پھر وہ بھی ایسے طرز سے کہ قدرت خداوندی کے نشانات یقینا ظاہر ہوں وہی پانی جس میں سے بنی اسرائیل باوجود بے سامانی کے بچکر صاف نکل گئے اسی میں فرعون مع اپنے جرار لشکر کے باوجود سامان کثیر کے ڈوبا۔ اس پر (کہ بنی اسرائیل کی خاطر خدا نے دریا پھاڑا تھا جس میں سے وہ بسلامت چلے گئے اور فرعون اسی میں ڈوبایا گیا) قرآن کریم اور توراۃ دونوں متفق ہیں مگر سرسید احمد خاں بہادر نے اس میں بھی بہادری دکھائی کہ سرے سے منکر ہی ہو بیٹھے کہ قرآن کریم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ کی خاطر دریا

Marfat.com

پٹھا تھا۔ بلکہ یہ تو ہمارے علماء نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق یہودیوں سے ایسی روائتیں لے کر قرآن کی تفسیر میں جڑی ہیں۔ حالانکہ نہ کوئی دریا پھٹا اور نہ کوئی خلاف عادت معجزہ ظہور میں آیا تھا۔ بلکہ اس دریا کی سمندر کی طرح عادت ہی تھی کہ مد جزر چڑھتا اترتا آتا جاتا اس میں ہوا کرتا تھا۔ پس رات کو جب موسیٰ بنی اسرائیل کے سمیت وہاں سے گذرے تھے اس وقت خشک تھا اور جب فرعون گذرنے لگا تو اتفاقاً چڑھ گیا۔ (جلد اول ص ۹۹)

چونکہ اصل وجہ انکار سید صاحب کی اس واقعہ سے یہ ہے کہ یہ واقعہ خرق عادت ہے اس لئے ہم سب باتوں سے پہلے خرق عادت کے امکان یا محال ہونے پر گفتگو کرتے ہیں تاکہ سید صاحب کی بناء فاسد علی الفاسد خوب واضح ہو جائے۔ خرق یا خلاف عادت پر سپر نیچرل اس کو کہتے ہیں جو قوانین مروجہ کے خلاف ہو جیسے پانی کا نیچے کی طرف کو جانا ایک قانون مروج ہے اگر پانی اوپر کی طرف کو جائے یا باوجود نیچے جگہ ہونے کے ٹھیر جائے تو خلاف عادت کہا جائے گا۔ یا مثلاً آگ کا کام جلانا ہے۔ اگر بلا مانع ظاہری نہ جلائے تو خرق عادت ہوگا بحث اس میں ہے کہ یہی مروجہ قوانین قدرتی قانون ہیں یا ان کے سوا اور بھی ہیں ہو کچھ شک نہیں کہ خدا کے جتنے کام ہیں سب اپنے اپنے اسباب سے وابستہ ہیں مگر ان سب قوانین پر کوئی فرد بشر مطلع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پیدائش کے متعلق اس کا قانون ہے کہ بکری کا بچہ مثلاً چار ٹانگ اور دو سینگ اور دو آنکھوں والا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے لکھنؤ کے عجائب خانہ میں بکری کے بچہ کی شبیہہ ایسی ملتی ہے جس کی ایک ہی آنکھ ماتھے پر ہے اور بس تو کیا یہ خلاف قانون ہے؟ نہیں اس کے لئے بھی ضرور کوئی قانون ہوگا۔ مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ایسے امور جو حضرات انبیاء علیہم السلام سے بطور معجزہ کے ظاہر ہوتے ہیں ان کے لئے بھی مخفی اسباب ہوتے ہیں۔ ان اسباب میں سے نبوت یا رسالت کا مجہول الکیفت تعلق بھی ایک سبب ہے جس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ مگر ہے۔ حقیقت میں تو وہ اپنے ہی اسباب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان اسباب پر عامہ مخلوق کو اطلاع نہیں ہوتی۔ بلکہ عوام کے نزدیک جو ان افعال کے اسباب ہیں ان کے خلاف یہ امور ہوتے ہیں اس لئے ان کو خرق عادت یا سپر نیچرل کہا جاتا ہے ورنہ حقیقت میں سپر نیچرل نہیں ہوتے۔ بلکہ عین نیچرل ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا کے معمولی قانون مروج کے خلاف بھی ہونا کوئی محال امر نہیں۔ اسی کا نام معجزہ ہے کہ ایک امر خلاف قانون مروجہ مگر ممکن بالذات کا وقوع بلا اسباب مدعی نبوت سے وقوع پذیر ہو۔ ایسے امر ممکن بالذات کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے تو اس کے تسلیم کرنے میں چون وچرا کرنا فضول ہے۔

پس بعد اس تمہید کے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ معجزہ عبور موسیٰ کا جو ایک امر ممکن ہے واقع بھی ہوا ہے یا نہیں اور اس کے واقع ہونے کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یا نہیں۔ اور توریت میں بھی جو اس زمانہ کے واقعات کی مخبر ہے جس کو سید صاحب بھی غیر محرف مانتے ہیں اس امر کا ثبوت ہے یا نہیں۔ پس سنئے۔ پہلی آیت سورہ بقرہ میں ہے جس کے الفاظ شریفہ یہ ہیں وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اس آیت کا سیاق ہی بتا رہا ہے کہ بنی اسرائیل پر کسی بڑے احسان کا جتلانا منظور ہے۔ جب ہی تو فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑا اور تمہیں بچایا اور تمہارے دشمن کو تمہارے دیکھتے دیکھتے غرق کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کچھ ایسے طور سے ہوا ہوگا جسے احسان بھی کہہ سکیں۔ افسوس کہ سید صاحب اس سیاق کلام سے غافل ہو کر کہتے ہیں کہ:۔

"اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے دریا کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جا سکے" (صفحہ ۶۷)

حالانکہ یہ بات صریح لفظوں میں ہے کہ تمہارے لئے ہم نے دریا کو پھاڑا۔ اور تمہیں نجات دی۔ اور تمہارے دشمن فرعون کو اس میں غرق کیا اور اس کے سیاق سے احسان جتلانا مفہوم ہے مگر اس بلا وجہ انکار کا علاج کیا۔ بھلا صاحب یہ لفظ نہ سہی جس سے خلاف قانون قدرت پھٹنا معلوم ہو لیکن اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعل سے غرض بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی ہلاکت تھی۔ پس اس سے بھی آپ کے جوار بھاٹ کو کسی قدر صدمہ پہنچے گا۔ کیونکہ جوار بھاٹ کی نسبت جو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا ایسا فرماتا کہ ہم نے تمہارے لئے کیا۔ اور اس کرنے سے تمہاری نجات علت غائی تھی بالکل بے معنی ہے۔ اور بنی اسرائیل پر کوئی احسان نہیں۔

دوسری آیت سورہ شعرا میں ہے۔ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ
اس آیت میں صاف ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ سے کہا کہ تو اپنی لکڑی دریا پر مار پس وہ اس کے مارنے سے ایسا پھٹ گیا کہ اس کا ایک ایک ٹکڑہ بڑے

Marfat.com

بڑے ڈھیر کی طرح ہو گیا۔ باوجودیکہ یہ آیت نہایت ہی اپنے معنے (دریا کے پھٹنے) میں صاف تھی مگر سید صاحب نے اس کو بھی ٹیڑھی کھیر بنانا چاہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

"اس آیت میں ضرب کے معنی زدن کے نہیں۔ بلکہ رفتن کے ہیں اور البحر پر فی محذوف ہے۔ پس صاف معنی یہ ہوئے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں چل۔ وہ پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہے یعنی پایاب ہو رہا ہے۔" (صفحہ ۸۸ جلد اول)

یہ توجیہہ سید صاحب کی دیکھ کر مجھے ایک حکایت زمانہ طالب علمی کی یاد آئی جس سے یہ ثابت ہو گا کہ ایسے حذف محذوف نکالنا بالکل اس کے مشابہ ہے کہ "ملاں آں باشد کہ چپ نشود"۔ جن دنوں میں "فیض عام" کانپور میں پڑھتا تھا ایک طالب علم سے جو میرے ساتھ صدرا وغیرہ میں شریک تھے میں بھولے سے پوچھ بیٹھا کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا کے کیا معنی ہیں وہ بولے کہ بڑا ہے دادا ہمارے رب کا۔ میں نے کہا باپ ہی نہیں تو دادا کہاں؟ فرمانے لگے جد کے معنی ہیں بہت بلندی پر یعنی معدوم اور یہ دلیل انّی ہے کہ باپ ہی نہیں۔ آخر کار میں خاموش ہو گیا۔

اسی طرح سید صاحب کی عادت شریفہ ہے کہ کیسی ہی صریح عبارت دکھلاؤ۔ خواہ مخواہ اسے ٹیڑھی بنائیں گے۔ بھلا صاحب! کسی شعر عرب کا بھی حوالہ دیا؟ یا کسی مستند شخص کے قول سے استشہاد بھی کیا؟ اگر فرما دیں کہ حروف جارہ کا حذف جائز ہے تو گزارش ہے کہ ہمیشہ نہیں ورنہ فرما دیں کہ صلی فی المسجد سے فی کو حذف کر کے صلی المسجد کہنا بھی جائز ہے یا دعا اللّٰہ سے جارہ کو محذوف کر کے دعاہ کہنا۔ پھر اس سے وہی معنی سمجھنا جو دعا لہ کا مفہوم ہیں درست ہے؟ اصل یہ ہے کہ آپ چونکہ ہمیشہ سے بے دلیل کہنے کے عادی ہیں۔ اس لئے ایسی باتیں آپ سے کچھ بعید نہیں جتنی چاہیں کہے جائیں مثل مشہور ہے۔ جہاں سو وہاں ایک پر سو۔ ہاں ایک دلیل آپ کی قابل ذکر ہے۔ جہاں فرمایا کہ:۔

"فی کے حذف ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ اسی قصہ کو سورہ طٰہٰ میں فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا۔ فرمایا۔ پس ایک جگہ لفظ فی مذکور ہے تو یہی قرینہ باقی مقامات میں اس کے محذوف ہونے کا ہے۔"

پھر کہا:۔

"شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے "پس برو برائے ایشاں در راہ خشک" یعنی شاہ صاحب نے ضرب کے معنی زدن کے نہیں لئے رفتن کے لئے ہیں۔" (جلد اول صہ ۹۸)

میں کہتا ہوں اس دلیل سے سر سید کا مطلب ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ ایک جگہ اگر حرف جر مذکور ہو تو دوسری جگہ بھی اسی کو قرینہ بنا کر محذوف مانا جائے۔ یہ جب ہے کہ طریق بیان اور مطلب ایک ہو۔ اگر مطلب بدل جائے تو کلاً و ہرگز نہیں) مثلاً ایک جگہ دعا لہ ہے اور دوسری جگہ دعاہ ہو تو یہاں حرف جر کا مذکور ہونا پہلے میں اثر نہ کرے گا۔ اس طرح اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ میں رستہ بنانے کا بیان ہے۔ اور فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ میں اس راہ چلنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا ترجمہ ہی اس کا حاکم بناتا ہوں جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا۔ کہ آپ نے جو ترجمہ نقل کیا ہے وہ غلط ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں" پس بسازہ برائے ایشاں راہ خشک در دریا" دیکھو حمائل مطبوعہ انصاری دہلی اور ایک نسخے میں تو بالکل ہی آپ کے دعویٰ کی تردید ہے کہ شاہ صاحب نے ضرب کے معنی رفتن کے نہیں کئے ہیں" بزن برائے ایشاں" دیکھو حمائل مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔ ہاں ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ آپ کا منقولہ ترجمہ بھی ایک قرآن مطبوعہ فاروقی دہلی میں ہے۔ لیکن دو نسخے اس سے مخالف ہیں۔ اس مخالفت کا فیصلہ اگر کثرت نسخ کے اعتبار سے آپ منظور کریں تو ہمیں مفید ہے ورنہ اذ تعارضا تساقطا تو نتیجہ لازمی ہے۔ پس آپ کا دونوں آیتوں کے ملانے سے ضرب کے معنی دونوں جگہ چلنے کے لینا اور فی کو محذوف ماننا ہرگز صحیح نہیں دونوں آیتیں اپنا اپنا مطلب ادا کرنے میں بالکل واضح ہیں اِنِ اضْرِبْ والی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ دریا کو اپنی لکڑی سے مار تاکہ وہ راہ بن جائے اور فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا کے معنی" بنا ان کے لئے دریا میں خشک راستہ" ہیں۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ ضرب کے معنی دونوں جگہ چلنے کے لئے جاویں۔ یا ایک جگہ لینے سے دوسری جگہ لینے ضرور ہو جائیں۔ ہر ایک آیت اپنے اپنے معنی بتلانے میں جداگانہ ہے۔ پھر آپ نے جو فانفلق کی توجیہ میں تحریر یا تحریف فرمائی ہے انصاف سے کہیں وہ اس قابل ہے کہ عالم کی زبان سے

Marfat.com

نکلے۔ چونکہ آپ کی اس موقع کی ساری دُر افشانی اہل علم کے ملاحظہ کے قابل ہے۔ اس لئے میں اسے من وعن نقل کرتا ہوں ہے

"(قولہ)" انفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب ماضی جزا میں واقع ہوتی ہے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اگر ماضی اپنے معنی پر نہیں رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے۔ تو اس وقت اس پر "ف" نہیں لاتے۔ اور جب کہ وہ اپنے مفہوم پر باقی رہتی ہے اور جزا[1] کی معلول نہیں ہوتی۔ تب اس پر "ف" لاتے ہیں جیسے کہ اس مثال میں ان اکرمتنی فاکرمتک امس یعنی اگر تعظیم کرے گا تو میری تو میں تیری تعظیم کر چکا ہوں۔ اس مثال میں جزا (یعنی گذشتہ کل میں تعظیم کا کرنا) شرط کا معلول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول نہیں" (جلد اول صفحہ ۸۲)

یہ صاحب کیا فرماتے ہیں۔ کہاں شرط اور جزا کا مسئلہ اور کہاں یہ صورت اور آپ کی کہاں مثال۔ سچ ہے ؎

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا
ہم الٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

بقول شیعہ اہل بیت معصوم تھے مگر آج تو آپ نے ان کی خوب ہی تغلیط کی۔ اول[2] تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ ماضی اپنے معنوں میں رہ کر جزا واقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ دلیل بر جزا ہوتی ہے۔ جزا نہیں۔ آپ کوئی مثال ایسی نہ بتلا سکیں گے جس میں ماضی اپنے معنوں میں رہ کر جزا واقع ہوئی ہو۔ پس آپ کا مثال میں ان اکرمتنی فاکرمتک امس پیش کرنا بھی غلط ٹھیرا۔ اس لئے کہ اس مثال میں بھی فاکرمتک امس جزا نہیں بلکہ دلیل بر جزا ہے۔ جیسا کہ متنبی کے اس شعر میں ؎

ان تفق الانام و انت منھم
فان المسک بعض دم الغزال

یا آیت کریمہ اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ ہاں ان معنوں سے صحیح ہو سکتی ہے جو ہم نے حاشیہ پر لکھے ہیں۔ مگر ان کو یہاں علاقہ ہی نہیں۔ سید صاحب اس طرح کے ہاتھ پاؤں مارنے سے بجز اس کے کہ اہل علم میں ہنسی ہو کچھ فائدہ نہیں۔ عالموں سے غلطی بھی ممکن ہے۔ مگر عالم کا فرض ہے کہ کہتے ہوئے اپنی تقریر کو مخالفانہ نظر سے دیکھے۔ ورنہ محبت تو ایسی بلا ہے کہ اپنا کانا بیٹا بھی سنوانکھا دکھاتی ہے۔

ہاں ایک توجیہ آپ کی عبارت کی ہو سکتی ہے۔ شاید آپ نے اپنے جی میں وہی رکھی ہو جو (بقول نواب محسن الملک[3] مرحوم) خدا کو بھی نہ سوجھی ہو کہ تقدیر کلام یوں ہے اِنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ اِنْ ضَرَبْتَ بِحَجَرٍ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ یعنی بقول آپ کے ہم نے موسیٰ سے کہا کہ دریا میں اپنی لکڑی کے سہارے چل۔ اگر چلے گا تو بچ جائے گا۔ اس لئے کہ وہ دریا کھلا ہوا اور پایاب ہے۔ پس اس صورت میں فانفلق اگرچہ جزا نہیں۔ مگر دلیل بر جزا ہے مجازاً جزا کہیں تو ہو سکتا ہے۔ سو اگر یہی آپ کی مراد ہے تو شاباش میرے نام ہے جس نے آپ کے مدعا کو جو در بطن قائل کا مصداق تھا ظاہر کیا۔ مگر اس پر بھی گذارش ہے کہ اول یہ بتلا دیں کہ اگر اتنی بڑی عبارت کا حذف جائز رکھا جائے۔ اور ہر جگہ اس ٹوٹے پھوٹے ہتھیار کو پیش کیا جائے تو کوئی مسئلہ بھی قرآن کریم کا ثابت ہو سکتا ہے؟ ہر ایک جگہ یہی قاعدہ جاری ہوگا۔ کہ یہ حذف ہے وہ حذف ہے۔ حتیٰ کہ مطلب ہی حذف ہے۔

دوم یہ کہ سیاق کلام کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام بطور نتیجہ کے ہم کو سنایا جاتا ہے اسی لئے آگے کے جملوں کو اس پر عطف کرتے گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ اور سب سے اخیر کیا ہی مختصر نتیجہ نکالا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

[1] سر سید کی عبارت اسی طرح ہے۔ غالباً سہو کاتب ہے۔ صحیح شرط ہے ۱۲

[2] اصل یہ ہے کہ عربی زبان میں دلیل بر جزا کو جزا کے قائم مقام کر دیا کرتے ہیں اس لئے اس کو مجازاً جزا کہا جاتا ہے حقیقت میں جزا محذوف ہوا کرتی ہے ۱۲

[3] نواب محسن الملک سید مہدی علی صاحب نے تہذیب الاخلاق میں سر سید کو کسی امر کی نسبت لکھا تھا کہ آپ کو وہ باتیں سوجھتی ہیں جو خدا کو بھی نہ سوجھیں اس فقرہ میں اسی طرف اشارہ ہے (منہ)

Marfat.com

مُؤْمِنِيْنَ یعنی موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کے بچانے اور فرعون کے غرق کرنے میں بڑی نشانی ہے۔ کہ خدا کی قدرت کاملہ اور تصرف فی الامور کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ (مثل سید صاحب کے) اسے نہیں مانتے پس جب یہ کلام بطور نتیجہ کے ہمیں سنایا جاتا ہے تو فانفلق سے لے کر اخیر تک حضرت موسیٰ کو خطاب نہیں اور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

تیسری آیت سورۂ طٰہٰ کی ہے اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا یعنی موسیٰ کو ہم نے پیغام بھیجا کہ تو ہمارے بندوں کو راتوں رات لے چل پھر ان کے لئے دریا میں راستہ خشک بنا۔ یہ آیت بھی جتلا رہی ہے۔ کہ اس دریا سے عبور کرنے میں حضرت موسیٰ کے فعل کو بھی دخل ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰ کو کیوں یہ حکم ہوتا کہ تو ان کے لئے خشک راستہ بنا۔ غضب یہ کہ اس آیت کو سید صاحب اپنے دعویٰ اِنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ میں حذف فی کا قرینہ بتاتے ہیں۔ جس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں۔ پس بعد اللتیا والتی ہم اس دعویٰ پر کہ حضرت موسیٰ کا عبور خرق عادت تھا۔ جو قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہوتا ہے تورات سے بھی جسے سید صاحب غیر محرف لفظی مانتے ہیں۔ شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ سید صاحب کو حسب عادت قدیمہ کوئی عذر نہ رہے۔ کہ کتب سابقہ میں اس کا ذکر نہیں اس لئے قابل تاویل ہے۔ تورات کی دوسری کتاب سفر خروج ۱۴ باب ۱۹۔ آیت سے اخیر تک مذکور ہے۔

"خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے چلا جاتا تھا۔ پھرا اور ان کی پشت پر آ رہا۔ اور بدلی کا وہ ستون ان کے سامنے سے گیا۔ اور ان کی پشت پر جا ٹھہرا اور مصریوں اسرائیلی لشکر کے بیچ میں آیا۔ اور وہ ایک اندھیری بدلی ہو گئی۔ پر رات کو روشن ہوئی۔ سو تمام رات ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا۔ پھر موسیٰ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا۔ اور خداوند نے بسبب بڑی پوربی آندھی کے تمام رات میں دریا کو چلایا۔ اور دریا کو سکھایا اور پانی کو دو حصہ کیا۔ اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر گئے۔ اور پانی کی ان کے دہنے اور بائیں دیوار تھی اور مصریوں نے پیچھا کیا۔ اور ان کا پیچھا کئے ہوئے دستے اور فرعون کے سب گھوڑے اور اس کی گھوڑ ریاں اور اس کے سوار دریا کے بیچوں بیچ تک آئے اور یوں ہوا کہ خداوند نے پچھلے پہر اس آگ اور بدلی کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور مصریوں کی فوج کو گھبرا دیا۔ اور ان کی گاڑیوں کے پہیوں کو نکال ڈالا ایسا کہ مشکل سے چلتی تھیں۔ چنانچہ مصریوں نے کہا کہ آؤ اسرائیلیوں کے منہ پر سے بھاگ جائیں۔ کیونکہ خداوند ان کے لئے مصریوں سے جنگ کرتا ہے۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ دریا پر بڑھا تاکہ مصریوں اور ان کی گاڑیوں پر اور ان کے سواروں پر پھر آوے اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ دریا پر بڑھایا اور دریا صبح ہوتے اپنی قوت اصلی پر لوٹا اور مصری اس کے آگے بھاگے اور خداوند نے مصریوں کو دریا میں ہلاک کیا۔ اور پانی پھرا۔ اور گاڑیوں اور سواروں اور فرعون کے سب لشکر کو جو ان کے پیچھے دریا کے بیچ آئے تھے چھپا لیا۔ اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا۔ پر بنی اسرائیل خشک زمین پر دریا کے بیچ میں چلے گئے۔ اور پانی کی ان کے دہنے بائیں دیوار تھی۔ سو خداوند نے اس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے یوں بچایا۔ اور اسرائیلیوں نے مصریوں کی لاشیں دریا کے کنارے پر دیکھیں اور اسرائیلیوں نے بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی اور لوگ خداوند سے ڈرے۔ تب خداوند اور اس کے بندے موسیٰ پر ایمان لائے"

پس ثابت ہوا کہ اس واقعہ (عبور موسیٰ) کے خرق عادت ہونے کے بیان میں قرآن کریم سے تورات نے نہ صرف اجمالی اتفاق کیا ہے۔ بلکہ اس طرح کہ اس کی کیفیت مفصل بیان کی ہے پھر نہیں معلوم سر سید کو باوجود تورات کو غیر محرف ماننے کے کونسا امر باعث ہے کہ ان دونوں کتابوں (قرآن اور تورات) کے ظاہری اور صریح الفاظ سے مخالفت کرتے ہیں۔ ہاں ہیں بھولا۔ دو امر ان کو باعث ہیں۔ ایک تو وہی پرانی لکیر کا پیٹنا یعنی تغیر و تبدل (خلاف قانون قدرت) نہیں ہو سکتا۔ جس کا مفصل جواب گذر چکا۔ دوسرا مانع ایک نقلی امر ہے جس کو آپ بطلیموس سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جب بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا بحر احمر ایسا قہار سمندر نہ تھا۔ جیسا کہ اب ہے۔ گو اس زمانہ کا صحیح جغرافیہ ہم کو نہ ملے۔ مگر سب سے پرانا جغرافیہ جو بطلیموس نے بنایا تھا مع اس کے نقشہ جات کے جو بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق بنائے گئے

ہیں۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں بحر احمر کا بھی نقشہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے زمانہ تک بحر احمر میں تیس چھوٹے بڑے جزیرے موجود تھے اور یہ صاف دلیل اس بات کی ہے کہ اس زمانہ میں بحر احمر ایسا تھا سمندر نہ تھا۔ جیسا کہ اب ہے یا جیسا کہ ہمارے علمائے اسلام بارہ سو برس سے اس کو دیکھتے آئے ہیں بحر احمر کی اس حالت پر خیال کرنے سے بالکل یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مقام جہاں سے بنی اسرائیل اترے بلاشبہ جوار بھاٹا کے سبب سے رات کو پایاب اور دن کو عمیق ہو جاتا ہوگا۔ الی ان قال مورخین کے قول کے موجب بنی اسرائیل سن عیسوی سے دو ہزار پانسو تیرہ برس قبل بحر احمر کی شاخ سے اترے تھے اور بطلیموس جس نے جغرافیہ لکھا ہے جس کو کلاڈس ٹالمی کہتے ہیں سنہ عیسوی کی دوسری صدی میں تھا۔ پس بنی اسرائیل کے عبور کرنے کے دو ہزار سات سو برس تک وہ جزیرے موجود تھے۔ یہ بطلیموس یونانی تھا۔ مگر مصر میں رہتا تھا اور اس لئے بحر احمر کا حال جو اس نے لکھا ہے زیادہ اعتبار کے لائق ہے (جلد اول صفحہ ۱۰۰)

گر سید صاحب (دام) انصاف تو کریں کہ یہ ہتھیار ٹوٹا پھوٹا آپ کا کہاں تک کام دے سکتا ہے۔ آپ کی اس دلیل کو دیکھ کر مجھے محدثین رضی اللہ عنہم کی دور اندیشی کی تصدیق ہوئی کہ اخیر عمر کے محدث کی روایت قابل حجت نہیں۔ یا تو آپ جانتے ہیں کہ مقابل میں بقول آپ کے کوڑ مغز ملایان مساجد ہیں کہ ان کو کچھ بھی سمجھ نہیں۔ کہاں میرے کلام پر غور کریں گے اور کہاں حسن وقبح سے واقف ہوں گے یا یہ خیال سمایا ہے کہ آخر بے خبروں سے ملک خالی نہیں بلکہ قریباً دو تہائی ایسے ہی ہیں۔ بالخصوص مذہبی باتوں سے تو بالکل ناواقف۔ بھلا یہ تو فرما دیں اگر تاریخی واقعات پر پچھلے لوگ آپ کے کمالات اور قومی خدمات کو معلوم کرنا چاہیں گے۔ تو منشی سراج الدین احمد اڈیٹر سرمور گزٹ کی تحریر (جو آپ کے حالات دیکھنے والے ہیں) ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہوگی یا ان مورخوں کی جو تین ہزار برس بعد قریب قیامت ہوں گے؟ حاشا وکلا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی رضی اللہ عنہ وارضاہ کے حالات دریافت کرنے کو تاریخ یمینی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ جو واقعات کو بچشم خود دیکھتا یا دیکھنے والوں سے سنتا رہا۔ پس یہ قاعدہ ہمیشہ صحیح ہے اور ہونا چاہئے کیونکہ لیس الخبر کالمعاینہ۔ تو پھر تمام تواریخ سے وہ تاریخ جو حضرت موسیٰ کے دیکھنے والوں نے لکھی ہوگی۔ یعنی توریت کیوں معتبر نہ ہوگی۔ خاص کر آپ تو ضرور ہی مانیں گے کیونکہ جناب والا اس کی نسبت تحریف لفظی کے قائل نہیں۔ پس انصاف سے سید صاحب والہ بتلاویں۔ اپنے نانا کے لحاظ ہی سے بتلاویں کہ توریت کی عبارت مذکورہ بالا کیا بتلا رہی ہے۔ مجھے تعجب ہے سر سید کی تحقیقات پر کہ اس موقع پر انہوں نے توریت کا نام تک نہیں لیا۔ گویا کسی مسجد کے امام صاحب بن گئے کہ توریت انجیل کا پڑھنا پڑھانا بلکہ دیکھنا بھی حرام سمجھا حالانکہ مطلب کے لئے توریت کو پیش نظر رکھ کر آیات قرآنی میں تاویل یا تحریف کر دیا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو ؎

وَاِذَا تَكُوْنُ كَرِيْهَةٌ اُدْعٰى لَهَا
وَاِذَا يُحَاسُ الْحَيْسُ يُدْعٰى جُنْدَبُ

اے صاحب! ہم اس کو بھی تسلیم کئے لیتے ہیں کہ بطلیموس نے بھی ٹھیک لکھا۔ مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل کے لئے دریا نہیں پھٹا تھا اول تو اس میں دریا کے جوار بھاٹا ہونے کا کوئی ذکر نہیں اور میں کہتا ہوں اگر صریح لفظوں میں بھی بطلیموس لکھ جاتا کہ میرے دیکھتے ہوئے اس دریا میں جوار بھاٹا ہوتا رہا تو بھی ہمیں مضر نہ تھا۔ اس لئے کہ تناقض کے لئے وحدت زمانہ کی بھی علماء منطق نے شرط لگائی ہے۔ یہ نہیں کہ ایک شخص خبر دے

ف منشی صاحب نے ایک دفعہ سرمور گزٹ میں سید صاحب کی سوانحعمری لکھنے کی نسبت ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور سب احباب سے سید صاحب کے خطوط و دیگر تحریرات طلب کی تھیں۔ منہ ۲ سلطان محمود کے کمالات پر نظر کرنے سے مجبوراً یہ دعا منہ سے نکلتی ہے مجھے امید ہے کہ ہر مسلمان ایسے پر جوش دیندار کے نام پر یہ کلمہ کہا کرے گا۔ کیونکہ شرع میں اس کی خصوصیت کسی قوم یا شخص کے ساتھ نہیں۔ عموماً فقہاء نے کہ صاحب ہدایہ کی نسبت بھی اس کا استعمال آیا ہے۔ منہ ۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ ورنہ میں تو سید صاحب کی قومی خدمات کا قائل نہیں بلکہ یہ جانتا ہوں کہ انھوں نے قوم کی قومیت کھودی ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کو مسلمانوں کا درد تھا۔ مگر مسلمانوں کو ٹھیٹھ اسلام پر نہ رکھ سکے۔

Marfat.com

کہ زید صبح کے وقت مسجد میں تھا۔ اور دوسرا بتلاوے کہ شام کو بازار میں تھا۔ تو ان دونوں میں کسی قسم کا تناقض یا تدافع ہو۔ پس ممکن ہے کہ بطلیموس کے زمانہ میں جو قریبًا تین ہزار برس بعد میں ہوا بحر احمر میں جوار بھاٹا بقواعد علم جوالجی ہو گیا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کسی نار نخ سے بفرض محال اگر یہ بھی ثابت ہو کہ زمانہ عبور بنی اسرائیل میں جوار بھاٹا تھا۔ تو بھی ہمارے دعویٰ کو مضر نہیں۔ ممکن ہے کہ ہو مگر جب بنی اسرائیل گذرے ہوں تو خاص ان کی خاطر خدا نے بہتے ہوئے دریا کو بند کر دیا ہو چنانچہ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ بتلا رہا ہے اور توریت کی عبارت مذکورہ اس کی مشرح کیفیت بتلا رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ سید صاحب کس بنا پر قرآن کریم کو الہامی کتاب مان کر ایسی تاویلات رکیکہ اور اعذار باردہ کیا کرتے ہیں۔ اس پر بھی طرہ یہ کہ علماء کا لقب خشک ملا۔ کوڑ مغز۔ شہوت پرست آپ نے تجویز کر رکھی ہیں ؎

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا ناخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ "اگر یہ واقعہ خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا۔ تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی کو ہی ایسا سخت کر دیتا کہ مثال زمین کے اس پر سے چلے جاتے" (جلد اول صفحہ ۱۷۱) اس کا جواب آپ نے خود ہی صفحہ ۱۹۲ پر دے کر اس تکلیف سے ہمیں سبکدوش فرمایا جزاک اللہ خیر الجزاء۔ جہاں پر آپ نے سمت قبلہ کے اختیار کرنے اور دوسری جانب کو چھوڑنے کی ترجیح بلا مرجح کے سوال کو اٹھانے کو فرمایا ہے۔

"یہ شبہ بطور ایک شبہ عامۃ الورود کے ہوگا جسے تمام عقلا لغو اور بیہودہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض دو مساوی چیزوں میں سے ایک کے ترک اور ایک کے اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو جو شبہ اس پر وارد ہوتا ہے وہی اس وقت بھی وارد ہوگا۔ جبکہ مختار کو ترک اور متروک کو اختیار کیا جائے۔" (جلد اول صفحہ ۱۹۲)

پس اسی طرح کی یہاں صورت ہے۔ آپ بتلا دیں۔ آپ کے سوال کا نام وہی عقلاء کیا تجویز کریں گے۔ غالبًا وہی لقب دیں گے جو آپ نے ایسے شبہ کے لئے تجویز فرمایا۔ یعنی لغو اور بیہودہ۔ علاوہ اس کے ہم اس شبہ کی لغویت اور طرح بھی ثابت کرتے ہیں کہ اگر اسی پانی کو ایسا سخت کیا جاتا تو آپ جیسے منکرین معجزات کو ایک قسم کی گنجائش مل جاتی کہ وہ پانی حسب نیچر سردی کی وجہ سے سخت ہو گیا ہوگا جیسا عمومًا پہاڑوں میں ہوتا ہے کوئی سپر نیچرل (خرق عادت) معجزہ نہیں پس اسی بھید سے علام الغیوب خدا نے اس شق کو متروک اور اس کو اختیار کیا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (منہ)

Marfat.com

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ
اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَنتُمْ ظٰلِمُونَ ۝
تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا تم بڑے ظالم ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّنۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
پھر ہم نے بعد اس کے تم کو معاف کیا۔ تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ ءَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ
شکر گذار بنو اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ
معجزے دیئے تاکہ تم راہ پاؤ اور جب موسیٰ

مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم
نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! تم نے بچھڑے کو معبود بنالینے

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوٓا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ
کی وجہ سے اپنے پر ظلم کیا۔ پس تم اپنے خالق کی طرف جھک جاؤ

فَاقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ
اور ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہ تمہارے خالق کے ہاں

بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُۥ هُوَ التَّوَّابُ
بہتر ہے۔ پس اس نے تم پر رحم کیا۔ وہ تو بڑا ہی رحم کرنے والا

الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ
نہایت مہربان ہے۔ اور جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تجھے

لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ
ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں پس بجلی نے

الصّٰعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُم
تمہارے دیکھتے ہی تم کو پکڑ لیا پھر ہم نے بعد تمہاری

مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
موت کے تم کو زندہ کیا۔ تاکہ تم شکر کرو

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ
اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور من و سلویٰ

الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا
تم پر اتارا اور اجازت دی کہ ہماری نعمتیں کھاؤ جو

کہ حضرت موسیٰ کی معرفت تم کو کتاب دی اور ہدایت کی اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا کہ ہم تجھ کو چالیس دن بعد توریت دیں گے۔ وہ تو تمہاری خاطر کوہِ طور پر کتاب لینے گیا۔ پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا تھے اسی کی منت منانے۔ سچ پوچھو تو تم بڑے ظالم ہو کہ ایک بے جان کو تمام جہان کا مالک سمجھ بیٹھے اور نہ جانا کہ یہ تو تمہارے ہی ہاتھوں کا بنا ہوا ہے۔ باوجود ایسے قصور کے پھر بھی ہم نے بعد اس کے تم کو معاف کیا تاکہ تم شکر گذار بنو اور احسان یاد کرو جب ہم نے تمہاری ہی بھلائی کے لیے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ثبوت کے لیے بڑے بڑے معجزے بھی دیئے تاکہ تم دین کی سیدھی راہ پاؤ۔ اسی کتاب کی برکت تھی کہ تم نے بعض موقع پر اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! تم نے بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے اپنے پر ظلم کیا اس کا علاج سوائے توبہ کے نہیں پس تم اپنے خالق کی طرف دل سے جھک جاؤ اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ جو بچھڑا پوجنے میں شریک نہیں ہوئے وہ شریک ہونے والوں کو ماریں۔ یہ کشت و خون گو بظاہر تم کو برا معلوم ہوتا ہے لیکن تمہارے خالق کے ہاں یہی بہتر ہے تمہارے جھکنے ہی کی دیر تھی کہ اس مولا نے بھی تم پر رحم کیا اس لیے کہ وہ تو بڑا ہی رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ باوجود اتنی مہربانیوں کے بھی تم باز نہ آئے اور ہمارے رسول موسیٰ کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی ہی سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ وہ واقعہ بھی تمہیں یاد ہے کہ جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم تجھے ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ خدا کو سامنے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں پس تمہاری اس گستاخی کا بدلہ تم کو یہ ملا کہ اسی وقت بجلی نے تمہارے دیکھتے ہی تم کو پکڑ لیا۔ اور ہلاک کر ڈالا۔ پھر موسیٰ نے دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کے لوگ مجھ کو ملامت کریں گے تو اپنی مہربانی سے انہیں زندہ کر دے۔ پھر ہم نے بعد تمہاری موت کے تم کو زندہ کیا تاکہ تم اس نعمت کا شکر کرو۔ اگر اسی موت سے مرے رہتے تو بسبب گناہ سابق کے سخت عذاب میں مبتلا ہوتے اب جو تم کو زندہ کیا تو اس سے توبہ کی گنجائش تم کو ملی پس اس نعمت کا شکر تم پر واجب ہوا۔ مگر تم ایسے کہاں تھے کہ شکر گذار بنتے۔ اگر ایسے ہوتے تو اس نعمت کا شکر کرتے جب ہم نے جنگل بیابان میں تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور موسم برسات میں بارشیں کیں اور من سلویٰ بھی تم پر اتارا اور

Marfat.com

رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم پر انہوں نے کوئی ظلم نہ کیا لیکن اپنا ہی

يَظْلِمُوْنَ ○ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرتے تھے اور جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں چلے جاؤ

فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

پھر اس میں جہاں چاہو کھلم کھلا کھاتے پھرو اور دروازہ میں

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ

جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا کہ ہماری معافی ہو ہم تمہاری

خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ فَبَدَّلَ

خطائیں بخش دیں گے اور نیکوکاروں پر مزید عنایت بھی ہم کریں گے پھر ظالموں نے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

بجائے اس کے کہ جو ان کو حکم ہوا تھا لغو ہی بدل دیا

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ

پس ان ظالموں پر ہم نے ان کے فسق کے سبب سے آسمان سے

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى ع ۱۲

عذاب اتارا - اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے

لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ

پانی مانگا - اور ہم نے حکم دیا کہ پتھر کو اپنی لکڑی مار

عام اجازت دی کہ ہماری نعمتیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ آخرکار اس نعمت کی بھی ناشکری ہی تم سے ہوئی جس کا زوال بھی اُن ناشکروں پر پڑا جسے اُنہوں نے بھگتا اور ہم پر اس ناشکری کی وجہ سے اُنہوں نے کوئی ظلم نہ کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور بھی سنو! جب ہم نے کہا کہ اس بستی بیت المقدس میں چلے جاؤ۔ پھر اس شہر میں جہاں چاہو کھلم کھلا کھاتے پھرو۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ تکبر نہ کرو اور شہر کے دروازہ میں بعاجزی جھکتے ہوئے داخل ہونا۔ اور یہ بھی کہتے جانا کہ ہمارے گناہ کی معافی ہو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے نہ صرف معاف ہی کریں گے بلکہ جو لوگ توبہ ہی پر رہیں گے اور اعمال نیک کریں گے اُن نیکوکاروں پر مزید عنایت بھی ہم کریں گے پھر بھی ہمارا حکم اُنہوں نے نہ مانا۔ بلکہ ظالموں نے بجائے اس کے جو اُن کو حکم ہوا تھا کچھ اور ہی بدل دیا۔ اپنا ہی گیت گانے لگے بجائے حطۃ (معافی) کے حنطۃ (گیہوں) کہنے لگے پس اس نافرمانی کا بدلہ بھی اُن کو یہ ملا کہ اُن ظالموں پر ہم نے خاص کر اُن کے فساد اور فسق و فجور کے سبب سے آسمان سے عذاب اُتارا جس سے وہ سارے کے سارے ہلاک ہو گئے ہم نے تو اُن پر ہر طرح سے بندہ نوازی کی تھی مگر اُن کی طبیعتیں ہمیشہ فتنہ پردازی میں لگی رہیں۔ اور سنو! جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے لیے ہم سے پانی مانگا اور ہم نے حکم دیا کہ پتھر کو اپنی لکڑی مار

سرسید کی چھٹی غلطی

حاشیہ نمبر ۱ (پتھر کو اپنی لکڑی مار) اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کے ایک معجزے کا بیان فرماتا ہے۔ مطلب اس آیت کا تو صرف اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ کے پانی مانگنے پر ہم نے ان کو پتھر پر لکڑی مارنے کا حکم دیا۔ جب اس نے پتھر کو لکڑی سے مارا تو اس میں سے بارہ چشمے حسب تعداد قبائل بنی اسرائیل جاری ہو گئے۔ یہ واقعہ بعینہٖ توریت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ توریت کی دوسری کتاب "سفر خروج"، باب اول آیت میں یوں ہے۔

"تب ساری بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفروں میں خداوند کے فرمان کے مطابق سین کے بیابان سے کوچ کیا۔ اور رفیدم میں ڈیرا کیا۔ وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے۔ اور کہا ہم کو پانی دے کہ پیویں۔ موسیٰ نے انہیں کہا تم مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو۔ اور خداوند کا کیوں امتحان کرتے ہو۔ اور وے لوگ وہاں پانی کے پیاسے تھے سو لوگ موسیٰ پر جھنجھلائے اور کہا کہ تو مصر سے کیوں ہمیں نکال لایا کہ ہمیں اور ہمارے لڑکوں اور ہمارے مویشی کو پیاس سے ہلاک کرے۔ موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں وے سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے

Marfat.com

کو تیار ہیں - خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو
دریا پر مارتا تھا اپنے ہاتھ میں لے اور جا دیکھ کہ میں وہاں حورب کی چٹان پر تیرے آگے کھڑا ہوں گا - تو اس چٹان
کو مار تو اس سے پانی نکلے گا - تاکہ لوگ پیویں - چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے سامنے یہی کیا اور اس نے
اس لئے کہ بنی اسرائیل نے وہاں جھگڑا کیا تھا - اور اس لئے کہ انہوں نے خداوند کو امتحان کیا تھا اور کہا تھا کہ خداوند ہمارے بیچ میں
ہے کہ نہیں اس جگہ کا نام مسہ اور ریبہ رکھا (یعنی امتحان کی جگہ) -

گو یہ واقع بھی سیدھے سادے الفاظ سے قرآن کریم میں مذکور ہے اور توریت میں اس کا مفصل ذکر ہے - مگر سر سید کو وہی پرانی سوجھی انہوں نے
اس پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا اور یہ دُر فشانی کی -

"حجر کے معنی پہاڑ کے ہیں - اور ضرب کے معنی رفتن کے - پس صاف معنی یہ ہیں کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے پہاڑ پر چل
اس پہاڑ کے پرے ایک مقام ہے - وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جن کی نسبت خدا نے فرمایا فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یعنی اس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے (جلد اول صفحہ ۱۱۲)

کاش کہ اسی پہاڑ سے ہی کہہ دیا ہوتا کہ منہ کی ضمیر مجرور اسی حجر کی طرف پھر جاتی ہیں - اس میں تو شک نہیں کہ جو کچھ مضمون سید صاحب تراش رہے
ہیں موجودہ الفاظ سے وہ معنی کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے - رہا حذف حروف جارہ کا - سو جب تک موجودہ عبارت معنی بتلانے میں بے غبار ہے
اور وہ معنی فی نفسہ صحیح اور ممکن اور منقولات سے مبرہن ہیں تب تک کسی قسم کا حذف بلا ضرورت جائز نہیں - اور اگر ایسے بلا ضرورت حروف جارہ
کا حذف مانیں تو فرمایئے کہ مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے اگر کوئی حرف جار کو حذف سمجھ کر تقدیر کلام فَلْيَصُمْ فِيهِ بتلائے جس سے
سارے مہینے رمضان کے روزوں کی فرضیت غیر ضروری ہو - بلکہ چند روزے رکھنے سے مکلف عہدہ برآ ہو سکے تو ایسے شخص کے جواب میں غالباً آپ بھی یہی
کہیں گے کہ ایسے موقع پر جہاں کلام میں حذف ماننے سے موجودہ عبارت سے معنی ہی دگرگوں ہو جائیں حذف جائز نہیں - اس لئے کہ حذف عبارت مثل مردار
کے ہے - جب تک حلال (موجودہ عبارت) سے کام چل سکے تب تک حرام (حذف) کی طرف خیال کرنا گویا بلا ضرورت مردار خوری ہے - سو ہماری طرف سے
بھی یہی جواب باادب یا اس کے ہم معنی یا لازم معنی گذارش ہوگا - اصل یہ ہے کہ سید صاحب کو ایسے مواقع میں ہمیشہ وہی سپر نیچرل (خلاف قانون قدرت)
کی شکل درپیش آتی ہے جس کا جواب مفصل ہم اذ فرقنا کے حاشیہ میں معروض کر آئے ہیں "گر قبول افتد زہے عز و شرف" -

علاوہ اس کے گذارش خاص یہ ہے کہ اتنا تو سر سید بھی مانتے ہیں کہ عناصر میں کون و فساد بھی ہوتا نہ صرف ممکن بلکہ مشاہد ہے یعنی ہوا سے پانی اور
پانی سے ہوا وغیرہ بنتا ہے - پس ممکن ہے کہ اس پتھر میں بھی جس سے بنی اسرائیل کے لئے پانی نکلا تھا - کچھ اس قسم کے مسامات دقیقہ ہوں جن میں ہوا کی
درآمد برآمد ہوتی ہو - اور اس کے اندر پہنچ کر بسبب برودت کے پانی ہو کر بہہ جاتی - لیجئے صاحب آپ کا نیچرل بھی بحال رہا اور آیت کے معنی بھی آپ کی
آفت سماوی سے محفوظ رہے - رہا یہ شبہ کہ اس میں (زدن) کو کیا دخل تھا جس کے ماننے کا حضرت موسیٰ کو حکم ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم معجزے
کی تعریف میں کہہ آئے ہیں کہ بغیر اسباب کے محض قدرت خداوندی سے ہوتا ہے - گو کہ یہ ضروری ہے کہ اس کے اسباب بھی کچھ ہوں گے چونکہ وہ ان اسباب سے
جو عام طور پر بطور عادت اور نیچرل کے اس کے لئے سمجھے جایا کرتے ہیں - خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو بلا اسباب کہا کرتے ہیں - پس اسی طرح ضرب موسیٰ کو
بھی گو حسب عادت اس میں دخل نہیں لیکن ممکن ہے کہ ان اسباب خفیہ سے جن سے یہ بھی ایک خفی سبب ہے خلاف عادت خدا تعالیٰ نے اس امر کا ظہور فرمایا ہو -

اخیر میں ہم سر سید کی کمال تحقیق کا ذکر کرنے کے بغیر بھی نہیں رہ سکتے - کہ انہوں نے اس موقع پر توریت کے اصل مقام مناسب کا نام تک نہیں لیا
اور جو لیا بھی تو ایسے ایک بے لگاؤ مقام کا کہ جس سے آیت کو کچھ بھی تعلق نہ تھا - مگر چونکہ اس میں بارہ چشموں کا مذکور تھا اس لئے غنیمت جان کر فوراً ذکر کر دیا -
گو وہ واقعہ ایلیم کا ہے اور یہ رفیدیم کا سچ ہے ؎

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف　　دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے　(منہ)

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ

تو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے ہر ایک

عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا

شخص نے اپنا گھاٹ پہچان لیا ہم نے حکم دیا کھاؤ پیو

مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

اللہ کے دیئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نَصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ

اور جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ ہم تو ہرگز ایک ہی کھانے پر صبر

وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ

نہیں کریں گے۔ پس ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے وہ چیزیں

الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَ

پیدا کرے جو زمین سے نکلتی ہیں یعنی ساگ ککڑی گیہوں

عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي

مسور اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا اچھی چیز کے بدلے میں

هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا

ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو۔ کسی شہر میں جا بسو

فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

پس جو مانگتے ہو تمہیں وہاں ملے گا۔ اور اُن پر ذلت اور

الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ

محتاجی ڈالی گئی۔ اور اُنھوں نے خدا کا غضب اپنے پر

اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ

لیا۔ یہ اس لیے کہ ہمیشہ اللہ کے احکام جھٹلاتے

اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ

رہے۔ اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ إِنَّ ع

یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ پہلے ہی سے نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے۔ جو لوگ

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ

ظاہری طور پر مانتے ہیں یا جو لوگ یہودی ہیں یا عیسائی

وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یا بے دین جو کوئی ان میں سے خدا کو دل سے ماننے اور قیامت

جب اُس نے ماری تو بہہ نکلے اُس سے بارہ چشمے اتنے ہی اُس کی قوم کے مختلف قبائل تھے۔ لہٰذا ہر ایک شخص نے یہ جان کر کہ ہماری جماعتوں کے برابر ان چشموں کا شمار ہے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ ہم نے بھی حکم دیا کہ کھاؤ پیو اللہ کے دیئے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔ پھر اس نعمت کا بھی تم سے شکر نہ ہوا بلکہ اُلٹا کفرانِ نعمت کیا۔ پھر اسی پر بس نہیں اور سنو! جب ہم نے تم پر میدان بیابان میں من سلویٰ آسمان سے اُتارا اور آرام سے تم کچھ مدت کھاتے رہے۔ آخرکار بجائے شکریہ کے تم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم تو ہرگز ایک ہی قسم کے کھانے من سلویٰ پر صبر نہیں کریں گے پس ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین سے نکلتی ہیں یعنی ساگ ککڑی گیہوں مسور اور پیاز وغیرہ تاکہ ہم اپنی ترکاریاں چٹ پٹی بنایا کریں۔ اس کے جواب میں موسیٰ نے کہا تعجب ہے تمہارے حال پر کیا اچھی چیز من سلویٰ کے بدلے میں ادنیٰ چیز مسور وغیرہ لینا چاہتے ہو۔ اگر تمہارا یہی شوق ہے تو کسی شہر میں جا بسو۔ پس جو مانگتے ہو وہ تم کو وہاں ملے گا۔ جب کہ اُنہوں نے خود ہی ان اشیاء کی درخواست کی تو اسی کے مناسب اُن کی گت ہوئی اور اُن پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی جیسی کہ عموماً دہقانوں پر ہوتی ہے۔ نہ صرف مفلسی اور تنگدستی بلکہ لبعد اس کے بھی اُنھوں نے بے فرمانی کر کے خدا کا غضب اپنے پر لیا یہ اس لیے کہ ہمیشہ اللہ کے احکام کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ اس میں دلیر ہوئے کہ احکامِ شرعیہ کی عموماً گستاخی کرتے۔ اور اللہ کے نبیوں کو جو بڑی بھاری نشانی خدا کی ہوتے ہیں ناحق ظلم سے قتل کرتے تھے چنانچہ حضرت یحییٰ اور زکریا وغیرہ علیہم السلام کو ناحق اُنھوں نے قتل کیا۔ قاعدہ ہے کہ ابتدا میں انسان چھوٹے چھوٹے گناہ دلیری سے کرتا ہے آخر نوبت یہ ہوتی ہے کہ بڑوں سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ چنانچہ یہ قتل قتال نبیوں کا جو بنی اسرائیل نے کیا۔ اس وجہ سے تھا کہ وہ پہلے ہی سے نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے۔ آخر نوبت بآں جا رسید کہ اُنھوں نے اپنے دنیاوی منافع کے لیے اللہ کے رسولوں کو قتل کر ڈالا۔ اے بنی اسرائیل جو کچھ تم نے اور تمہارے بزرگوں نے پہلے سے کیا سو کیا۔ اب بھی اگر تم باز آجاؤ گے تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ کیونکہ ہمیں اس بات کا خیال نہیں کہ کوئی کون ہے بلکہ ہمارے ہاں تو ایمان اور اخلاص معتبر ہے۔ اس لیے ہم اعلان عام دیتے ہیں کہ جو لوگ سرسری اور ظاہری طور پر خدا

۴- اور کوئی کون

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
کے دن کا یقین کرے اور عمل اچھے کرے پس اُن کی مزدوری اُن کے مالک
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○
کے پاس ہے۔ اور نہ اُن کو خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
اور جب ہم نے تم پر پہاڑ اُونچا کر کے تم سے وعدہ لیا
الطُّوْرَ خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا
اور (تاکید بھی کی کہ) جو تم کو ہم نے دیا ہے اُسے مضبوط پکڑے رہنا اور جو اس میں ہے
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ
اُسے یاد کرو شاید تم عذاب سے چھوٹ جاؤ اس سے بعد تم
بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
پھر گئے ۔ پھر اگر خدا کا فضل اور اُس کی رحمت
رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ
تم پر نہ ہوتی۔ تو بے شک تم ٹوٹا پاتے اور یقیناً اُن
عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ
لوگوں کو جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے حکم میں زیادتی کی
فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهَا
پس ہم نے اُن کو حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوتے بندر ہو جاؤ۔ پس ہم نے کیا اسکو
نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً
ہیبت ناک نظارہ اُس کے سامنے دیکھنے والوں کے لیے اور اُس سے پچھلوں کے لیے
لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ
ڈرنے والوں کے حق میں نصیحت بنایا۔ اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ
اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا
تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو بولے
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ
کیا تو ہم سے مسخری کرتا ہے؟ کہا پناہ خدا کی اس سے
اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
کہ میں جاہل بنوں ۔ بولے کہ اپنے خدا سے دعا کیجیے کہ
يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
ہمیں صاف بتلا دے کہ وہ کیسی ہے؟ موسٰی نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے

اور رسول کو مانتے ہیں یا جو لوگ یہودی ہیں جو سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سخت بے جا عداوت رکھتے ہیں یا عیسائی یا دہریے بے دین جو ایسے عقل سے خالی ہیں۔ کہ اپنا خالق کسی کو نہیں جانتے۔ کوئی ہو جو کوئی ان میں سے خدا کے حکموں کو دل سے مانے اور قیامت کے دن کا یقین کرے اور عمل بھی شریعتِ محمدیہ کے مطابق اچھے کرے پس اُن لوگوں کی مزدوری بڑی ہی محفوظ اُن کے مالک خداوند عالم کے پاس ہے نہ اُن کو زندگی میں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہے اور نہ وہ بعد مرنے کے اُس کے ضائع ہونے سے غمناک ہوں گے اِس لیے کہ وہ ضائع ہی نہ ہوگی مگر تم ایسے کہاں جو چکے سے مان لو تمہاری تو ابتدا سے انکار اور غرور کی عادت رہی۔ اور سنو! کہ جب ہم نے تم پر پہاڑ کو اونچا کر کے تم سے وعدہ لیا کہ توریت پر عمل کرنا اور حضرت موسیٰ کی زبانی تاکید بھی کی کہ جو تم کو ہم نے دیا ہے اُسے مضبوط پکڑے رہنا اور جو اُس میں ہے اُسے دل سے یاد کرنا اور اس امر کی امید رکھنا کہ شاید تم عذاب سے چھوٹ جاؤ مگر تم ایسے کہاں تھے کہ سیدھے رہتے۔ پھر بھی اپنے عہد و پیمان سے تم پھر گئے جس کے سبب سے مورد عتاب ہوتے پھر اگر خدا کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بے شک تم ٹوٹا پاتے کہ دین و دنیا میں تم کو سخت ذلت پہنچتی۔ کیا تمہیں کچھ اس میں شک ہے کہ جو لوگ ہمارے حکموں سے روگردانی کرتے ہیں اُن کو کیسی ذلت اور خواری پہنچتی ہے حالانکہ یقیناً تم اُن شریر لوگوں کو جان چکے ہو۔ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے حکم میں زیادتی کی جو اُن کو حکم تھا کہ ہفتہ کے روز دنیاوی کام نہ کرنا اُنہوں نے اس کی پرواہ نہ کی کسی حیلہ بہانہ سے دنیاوی کام کرتے ہی رہے پس ہم نے اُن کو حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوتے بندر ہو جاؤ چنانچہ وہ ہو گئے پس ہم نے کیا اس قصہ کو ہیبت ناک نظارہ اُس کے سامنے دیکھنے والوں کے لیے اور اِس سے پچھلوں کے لیے۔ اور خدا سے ڈرنے والوں کے حق میں نصیحت بنایا اِس انکار اور سرکشی کی عادت تم میں نئی نہیں بلکہ یہ بدخوئی تم میں ابتدا ہی سے چلی آتی ہے۔ اور سنو! جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے جب اُنہوں نے ایک بے گناہ آدمی کو قتل کر ڈالا تھا اور آپس میں ایک دوسرے پہ بہتان لگائے جیسا کہ آگے آتا ہے تو اُس کے فیصلہ کے لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ تمہارے بزرگوں نے اس کی حکمت تو نہ سمجھی اُلٹے اعتراض کرنے لگے اور حضرت موسیٰ کے سامنے گستاخی سے بولے کہ اے موسیٰ کیا ہم سے مسخری کرتا ہے؟ ہم تو ایک خون کا مقدمہ

Marfat.com

لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا

نہ بوڑھی ہے نہ بہت چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہے پس جو کچھ

مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

تم کو حکم ہوتا ہے وہی کرو وہ کہنے لگے خدا سے دعا کر کہ ہمیں بتلا دے

لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

کہ اس کا رنگ کیسا ہے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے

صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○

زرد رنگ کی ہے ایسا عمدہ ہے رنگ اس کا کہ دیکھنے والوں کو خوش لگتی ہے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا ھِيَ ۙ اِنَّ

بولے اپنے رب سے دعا کر کہ بتلا دے ہم کو وہ گائے کیسی ہے کیونکہ

الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ

گائیں ہم پر مشتبہ ہو رہی ہیں ان شاء اللہ ہم ضرور

لَمُهْتَدُوْنَ ○ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا

راہ پا جائیں گے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے وہ گائے کام کرنے والی

ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ

نہیں جو زمین کو پھاڑتی ہو نہ کھیت کو پانی پلاتی ہے۔

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْــٰٔنَ جِئْتَ

(بلکہ) تندرست ہے کوئی داغ بھی اس میں نہیں بولے اب آپ نے

بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْھَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ وَ ع ۸

ٹھیک بات بتلائی ہے۔ پس انہوں نے اسکو ذبح کیا اور امید نہ تھی کہ کرینگے اور

اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ

جب ایک نفس کو مار کر تم نے اس میں تنازع کیا اور جس امر کو تم چھپاتے تھے

مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ

اللہ نے اس کو ظاہر کرنا تھا پس ہم نے حکم دیا کہ اس

بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ

گائے میں سے ایک ٹکڑا لگاؤ خدا اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا اور تم کو

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ

اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ بعد اس کے پھر تمہارے دل سخت

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ

ہو گئے پس وہ مثل پتھروں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ

تیرے پاس لائے ہیں اور تو ہم کو گائے کا قصہ سناتا ہے سوال از آسمان جواب از ریسماں کا معاملہ نہیں تو کیا ہے۔ موسیٰ نے نہایت تہذیب سے ان کو جواب میں کہا کہ ٹھٹھا مسخری کرنا تو بازاری لوگوں اور جاہلوں کا کام ہے۔ پناہ خدا کی اس سے کہ میں جاہل بنوں میں تو خدا کا رسول ہوں۔ اس کے احکام سناتا ہوں موسیٰ کا یہ جواب سن کر ذرا سرد پڑے مگر بیہودہ سوالات کی عادت نہ گئی آخر بولے کہ بہتر ہم آپ کا حکم مانتے ہیں لیکن اپنے خدا سے دعا کیجیے کہ ہمیں صاف صاف بتلا دے کہ وہ گائے کیسی ہے اور اسکی عمر کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بہت چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہے پس اب سوال مت کرو جو کچھ تم کو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی کرو۔ مگر وہ اپنی عادت نہ چھوڑ سکے کہنے لگے ایک دفعہ اور خدا سے دعا کیجیے کہ ہمیں بتلا دے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے ایسا عمدہ ہے رنگ اس کا کہ دیکھنے والوں کو نہایت بھلی لگتی ہے۔ اتنا سن سنا کر بھی باز نہ آئے اور بولے کہ ایک دفعہ پھر اپنے رب سے دعا کیجیے کہ بتلا دے ہم کو وہ گائے کیسی ہے دودھ دینے والی ہے یا کام کرنے والی۔ جیسی کہ بعض گائیں ہل جوتنے میں کام دیتی ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی گائیں ہمارے ہاں بہت ہیں اس لیے مختلف قسم کی گائیں ہم پر مشتبہ ہو رہی ہیں پورے طور سے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی گائے اللہ کو منظور ہے ہماری غرض اس سے تحقیق حق ہے ان شاء اللہ آپ بتلا دیں گے تو ہم ضرور ہی پا جاویں گے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے وہ گائے کام کرنے والی نہیں جو ہل چلا کر زمین کو پھاڑتی ہو نہ کسی کھیت کو پانی پلاتی ہے بلکہ وہ بے عیب و تندرست ہے کوئی داغ بھی اس میں نہیں یہ سب فضول جھگڑے کر کے بولے کہ صاحب اب آپ نے ٹھیک بات بتائی پس خدا خدا کر کے انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا۔ ان کے جھگڑے سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا اور دیکھنے والے کو امید نہ تھی کہ کریں گے اس آخرالزمان رسول سے بھی تمہارا انکار کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تم تو موسیٰ سے بھی در پردہ کبھی منکر ہو جایا کرتے تھے۔ یاد کرو جب ایک نفس کو مار کر تم نے اس میں تنازع کیا۔ کوئی کہتا تھا اس نے مارا کوئی کہتا اس نے مارا۔ تمہارا گمان تھا کہ خدا موسیٰ کو خبر نہ کرے گا۔ مگر اللہ ایسے امور پر اپنے رسولوں کو ضرور مطلع کیا کرتا ہے۔ اور جس امر کو تم چھپاتے تھے اللہ نے اس کو ظاہر کرنا تھا۔ چونکہ ظاہری قانون قدرت ہے کہ اسباب سے کام ہوتے ہیں پس ہم نے حکم دیا کہ اس گائے مذبوحہ میں سے ایک ٹکڑا اس مردے سے لگاؤ۔ انہوں نے اسی طرح حسب الحکم لگایا۔ وہ مردہ زندہ

قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
سخت اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں جاری
الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
ہوتی ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ وہ پھوٹ جاتے ہیں پھر ان میں سے پانی
الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
نکل آتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۞ أَفَتَطْمَعُونَ
اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں کیا تم امید رکھتے ہو
أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ
کہ تمہاری باتیں مان لیں گے حالانکہ ایک گروہ ان میں سے ایسا ہے کہ
يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ
کلام الٰہی کو سن کر پھیر لیتے ہیں بعد

ہو گیا۔ مگر افسوس کہ تم نے ایسے نشانِ قدرت دیکھ کر بھی ایسی بد اعمالیاں اختیار کیں کہ گویا روز جزا ہی بھول گئے اور جان لیا کہ مر کر خدا کے سامنے نہیں جانا بلکہ زندہ ہی نہیں ہونا سو یاد رکھو بے شک خدا اسی طرح باسباب موثرہ مردوں کو زندہ کرے گا جس طرح کہ یہ تمہارا مردہ بظاہر بلا اسباب مگر در حقیقت باسباب موثرہ زندہ کر کے دکھلا دیا۔ اور پہلے زندہ کرنے کے تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ مگر تم ایسے کہاں کہتے کہ اتنی بڑی نشانی دیکھ کر بھی ہمیشہ کے لیے مان لیتے بعد اس کے پھر تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پس وہ سختی میں مثل پتھروں کی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت اس لیے کہ پتھروں کی سختی تو طبعی ہے اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان میں سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ وہ کسی قدر پھٹ جاتے ہیں۔ پھر بسبب پھٹنے کے ان میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں مگر تم ایسے ہو کہ ان پتھروں سے بھی سخت دل اور بے پرواہ بن رہے ہو۔ یہ مت سمجھو کہ اس کی سزا تم کو نہ ہو گی۔ بے شک ہو گی اس لیے کہ ظالموں کی سرکوبی سے خاموش رہنا غافلوں کا کام ہے۔ اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں کیا تم (مسلمانو!) ان کی کارروائیاں دیکھنے اور سنتے ہو۔ پھر امید بھی رکھتے ہو کہ تمہاری باتیں مان لیں گے حالانکہ علاوہ واقعات گذشتہ کے اب بھی ایک گروہ ان میں ایسا ہے جن پر دنیا کی محبت ایسی غالب ہے کہ باوجود اہل علم اور پادری ہونے کے توریت کو جسے کلام الٰہی بھی مانتے ہیں اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اگر کوئی ان کو لا کر دکھا دے بھی تو کلام الٰہی کو سن کر اپنے مطلب کی طرف پھیر لیتے ہیں یہ نہیں کہ غلط فہمی سے ایسا کرتے ہیں بلکہ بعد سمجھنے کے دیدہ و

حاشیہ نمبر ۱۱ (کلام الٰہی) اس آیت میں اللہ یہودیوں کے فعل شنیع کا حال بیان کرتا ہے۔ اس آیت کے متعلق اس بحث سے قطع نظر کہ یہ تحریف لفظی ہے یا معنوی خاص طور پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ جس کی طرف کسی مفسر کی توجہ میری نظر سے نہیں گذری اور اس کے دفع کرنے کی طرف میں نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس تحریف کرنے والوں کی تعیین میں مفسرین نے دو توجیہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ لوگ وہ ہیں جو حضرت موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر کلام الٰہی سننے گئے تھے اور انہوں نے آ کر بنی اسرائیل سے جب بیان کیا تو سب کچھ کہہ کر آخر میں اپنی طرف سے یہ بھی کہہ دیا کہ خدا نے فرمایا تھا کہ یہ کام تم کیجو اگر تم میں طاقت ہو۔ اور اگر نہ ہو تو خیر۔
دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ لوگ آں حضرت کے عہد ہدایت عہد میں تھے۔ انہیں دوسرے معنوں کی آئندہ آیت تائید کرتی ہے۔ کیونکہ جو حال اگلی آیت میں بیان ہوا ہے وہ کسی طرح سے ان لوگوں پر صادق نہیں آ سکتا۔ جو حضرت موسیٰ کے ہمراہ تھے پس اس صورت میں یہ مشکل پیش آئے گی کہ تحریف کرنا خواہ لفظی ہو یا معنوی اس میں شک نہیں کہ علماء کا کام ہے اور کلام کا سن کر عمل کرنا جہلا کا کام۔ حالانکہ اس آیت میں فرمایا کہ سنتے ہیں اور تحریف کرتے ہیں جو ایک طرح سے متضادین کا جمع کرنا ہے بظاہر مناسب یوں تھا کہ پڑھتے ہیں اور تحریف کرتے ہیں اس اعتراض کی طرف میں نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل شنیع کے بیان کرنے میں ان کی ایک قسم کی اور شناخت بیان ہو رہی ہے۔ کہ یہ لوگ کتاب اللہ کو خود تو بشوق پڑھتے نہیں ہاں اگر کوئی مقابل میں لا کر پیش کرے اور اس کے متعلق کچھ سوال کرے تو سن کر اس کی تحریف کر دیتے ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ ایسے افعال شنیعہ اور اطوار قبیحہ مسلمانوں میں بھی عام طور پر مروج ہو گئے ہیں۔ کتاب اللہ قرآن کریم چھوڑ کر نَبَذُوا كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ (اللہ کی کتاب کو متروک کر رکھا ہے) کے مصداق بن رہے ہیں۔ جھوٹی روایات اور قصص واہیات کے بیان کے محل۔ اب ہمارے ممبر ہیں۔ قرآن مجید جو عین وعظ تھا۔ اور وعظ ہی کے لئے

Marfat.com

بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا
سمجھنے کے حالانکہ وہ جانتے ہیں اور جب
لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا
مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے مانا ہوا ہے اور جب
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ
دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا ان کو وہ راز تبلاتے ہو
بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ
جو اللہ تعالےٰ نے تم ہی کو تبلائے ہیں تاکہ وے تم سے خدا کے سامنے
عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ
جھگڑا کریں۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کیا یہ نہیں جانتے کہ
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○
اللہ ان کی باتیں جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں سب جانتا ہے
وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ
اور بعض ان میں سے ایسے ناواقف ہیں جو کتاب میں سے کچھ بھی نہیں جانتے ہاں
اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ فَوَيْلٌ
بے جا امنگیں اور یوں ہی اٹکلیں چلاتے ہیں پس افسوس ہے
لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ
ان کو جو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ
يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا
اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض میں
بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
کسی قدر مال حاصل کریں۔ پس افسوس ہے ان کے حال پر
كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
ان کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے ان پر ان کی

دانستہ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں واقعی بُرا ہے۔ یہ تو اُن کی علمی کارروائی ہے۔ اب عملی کیفیت بھی سنو! ہر ایک کام میں اپنا مطلب مدنظر رکھتے ہیں اور جب کبھی مسلمانوں سے ملتے ہیں تو بوجہ اپنی دنیاداری کے اُن سے بگاڑنا نہیں چاہتے بلکہ بطور دھوکہ دہی اور مطلب براری کے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے دین کو مدت سے مانا ہوا ہے کہ سچی ہے اور واقعی اس نبی کی بابت پہلے ہی سے حضرت موسیٰ نے خبر دی ہوئی ہے اور جب ایک دوسرے سے اپنی مجالس میں ملتے ہیں تو بطور ملامت کے کہتے ہیں کہ تم بھی عجیب احمق ہو کیا اِن مسلمانوں کو وہ راز بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے خاص تم ہی کو تبلائے ہیں۔ اس غرض سے بتلاتے ہو تاکہ وے تم سے بعد مرنے کے اسی دلیل سے خدا کے سامنے جھگڑا کریں۔ اگر یہی خیال ہے تو بڑے ہی نادان ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ اس کا ضرر کس پر ہوگا۔ افسوس ہے ان پر کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے چھپانے سے چھپ جائے گا۔ اور نہیں جانتے کہ اللہ اُن کی باتیں جو ظاہر کرتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں سب جانتا ہے۔ ایک گروہ کا تو یہ حال ہے جو سُن چکے ہو۔ اور بعض ان میں سے ایسے ناواقف ہیں جو کتاب میں سے کچھ بھی نہیں جانتے ہاں اپنی بیجا امنگیں ضرور لیے ہوئے ہیں حالانکہ ان امنگوں کے درست ہونے کا بھی اُن کو علم نہیں بلکہ یوں ہی اٹکلیں چلاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اہل کتاب دو قسم پر ہیں۔ ایک تو عالم ہیں جن کو دعوےٰ ہے کہ ہم اہل دانش اور اسرار الٰہی سے واقف ہیں۔ دوسرے عوام ہیں۔ اہل علم عوام کالانعام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی باتوں کو اللہ کی طرف لگاتے ہیں پس افسوس ہے اُن نام کے عالموں کو جو اپنے ہاتھ سے ایک منصوبہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اس بناوٹ سے اُن کی غرض کوئی ہدایت خلق اللہ نہیں حاشا و کلا بلکہ سارے حیلے حوالے اس لیے کرتے ہیں تاکہ اس کے عوض میں کسی قدر دنیا کا مال حاصل کریں۔ دیکھو تو کیسا بڑا ظلم کرتے ہیں پس افسوس ہے اُن کے حال پر اُن کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے اُن پر اُن

(حاشیہ بقیہ صفحہ) اترا تھا۔ اور اسے ہی حضور اقدس فداہ روحی ہمیشہ اپنے خطبوں میں پڑھ کر لوگوں کو وعظ نصیحت کیا کرتے تھے۔ اسی کی یہ حالت ہے کہ خطبوں میں بھی اس کو جگہ نہیں ملتی۔ وہ جگہ ہی مروج خُطَب مصنفہ نے جن میں بعض نظم اور بعض نثر ہیں۔ اپنے لئے مخصوص کر لی ہے۔ ہاں تبرکاً اگر کوئی آیت منہ سے نکل جائے تو اور بات ہے۔ واحسرتا اس روز ہم کیا جواب دیں گے۔ جب ہم پر اس مضمون کی نالش ہو جائے گی وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (رسول علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔
(منہ)

Marfat.com

يَكْسِبُونَ ○ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ
کمائی سے　اور کہتے ہیں کہ ہم کو چند روز سے
إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ
زیادہ آگ کا عذاب نہ ہوگا۔ تو کہہ دے کہ تم نے کوئی
اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ أَمْ
اللہ سے اقرار لیا ہوا ہے تو بے شک اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا
تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ بَلٰى
اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہو جو خود بھی نہیں جانتے　ہاں
مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ
جو شخص گناہ کرے　اور اس کی بداعمالیاں اس کو
خَطِيٓئَتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ
گھیر لیں　تو ایسے لوگ　آگ میں جائیں گے
فِيهَا خٰلِدُونَ ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے　اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور اچھے کام
الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ
کریں گے　ایسے لوگ جنت میں جائیں گے　وہ
فِيهَا خٰلِدُونَ ○ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ
ہمیشہ اسی میں رہیں گے　اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے
بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ
اس امر کا عہد لیا　کہ سوائے خدا کے　کسی کی عبادت نہ کرنا
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى
اور ماں باپ قریبیوں یتیموں اور مسکینوں　کے ساتھ
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ
احسان کرنا　اور سب لوگوں سے
حُسْنًا وَّأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ
اچھی طرح بولنا۔ اور نماز پڑھنا　اور زکوٰۃ دیا کرنا
ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَ
پھر تم سب پھر گئے　مگر بہت تھوڑے تم میں سے　اور
أَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ○ وَإِذْ أَخَذْنَا
تم منہ پھیرے جاتے ہو　اور جب ہم نے تم سے

ان کی کمائی سے منجملہ ان کی دروغ گوئی کے یہ ہے کہ اپنے تئیں محبوب الٰہی ہونیکے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جو چاہیں کچھ بھی کریں ہم کو چند روز سے آگ کا عذاب نہ ہوگا نہایت سے نہایت چالیس روز تک اس لیے کہ ہمارے بزرگوں نے چالیس روز تک بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ اے رسول تو ان سے کہہ کہ تم نے کوئی اللہ سے اس امر کا اقرار لیا ہے کہ جو چاہا ہو سو کیا کرو۔ ہم تمہیں کبھی بھی مواخذہ نہ کرونگا اگر کوئی عہد لیا ہوا ہے تو بے شک قابل اعتماد ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ اس امر کا اقرار ہی کوئی نہیں تم کیا اللہ کی نسبت ایسی بیہودہ باتیں کہتے ہو۔ جو خود بھی نہیں جانتے۔ ہاں سنو! حق یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرے اور اس درجہ اس کی بد اعمالیاں پہنچیں کہ اس کے ایمان کو بھی گھیر لیں یعنی ہر قسم کے کفر و شرک وغیرہ میں مبتلا ہو۔ تو ایسے لوگ بے شک آگ میں جائیں گے نہ صرف چند روزہ بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور جو لوگ خدا پر ایمان لائیں گے اور موافق مرضی اس کی کے اچھے کام کریں گے ایسے لوگ بے شک جنت میں جائیں گے۔ نہ صرف جائیں گے بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ تعجب کہ یہود کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ جو چاہیں ہم کیے جائیں۔ کیا ان کو یاد نہیں کہ جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ قریبی یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنا اور علاوہ اس کے سب لوگوں سے اچھی طرح بولنا نہ صرف دنیا سازوں کی طرح کہ کہیں کچھ اور کریں کچھ بلکہ خود بھی عمل کرنا۔ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ مال کی دیا کرنا اس لیے کہ ان دو کے کرنے سے بدنی اور مالی دونوں عبادتیں پوری ہو جاتی ہیں مگر تم اپنی ہٹ سے باز نہ آئے پھر بعد اس عہد و پیمان کے بھی تم سب اس سے پھر گئے۔ مگر بہت تھوڑے سے تم میں سے ثابت قدم رہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ تھوڑے ہی روز تم کو عذاب ہو۔ حالانکہ اب بھی تم اللہ کے حکموں سے منہ پھیرے جاتے ہو نہ صرف یہی عہد تم نے توڑا بلکہ کئی اس سے پہلے پیچھے اور بھی توڑے۔ اور سنو! جب ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور اپنے بھائی بندوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا۔ پھر تم نے اقرار بھی کیا اور اب تک تم اس امر کے شاہد ہو۔ مگر ظاہر جو ہوا وہ صرف زبانی جمع خرچ تھا۔ پھر تم نے اے بنی اسرائیل
کے لوگو! سب

Marfat.com

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ
یہ عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور
لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
اپنے بھائی بندوں کو اُن کے وطن سے نہ نکالنا۔
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○
پھر تم نے اقرار کیا اور تم شاہد ہو۔
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
پھر تم اے لوگو! اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو۔
وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ
اور ایک جماعت کو اُن کے گھروں سے نکال دیتے ہو۔
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
اُن کو تکلیف پہنچانے میں اُن کے دشمنوں کی گناہ اور ظلم میں مدد کرتے ہو۔
وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ
اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر اُن کو چھڑا لیتے ہو
هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ
حالانکہ اُن کا نکالنا بھی تم پر حرام ہے۔
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ
کیا آدھی کتاب کو مانتے ہو اور کچھ حصہ سے
بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ
انکار کرتے ہو۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ وطیرہ اختیار کرے
مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اُس کو دنیا میں خواری اور ذلت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ
اور قیامت کے روز سخت عذاب میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہنچائے
الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
جائیں گے۔ اور خدا تمہارے کاموں سے
تَعْمَلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
بے خبر نہیں یہی تو ہیں جنہوں نے دنیا کو
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ
آخرت کے عوض میں لیا۔ پس نہ تو اُن سے

حکموں کا خلاف کیا۔ چنانچہ پہلے ہی حکم کو تم نے اس طرح سے پلٹا کر اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو اور دوسرے حکم کا خلاف یہ کیا اپنے میں سے ایک جماعت کو ضعیف جان کر بجائے جگہ دینے کے اُن کے گھروں سے بھی نکال دیتے ہو۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اور بھی جہاں تک ہو سکتا ہے کر گذرتے ہو۔ اور اُن کو تکلیف پہنچانے میں اُن کے دشمنوں کے گناہ اور ظلم میں مدد کرتے ہو۔ یہ نہیں سمجھتے ہو کہ یہ بیچارے آخر بھائی بند تو تمہارے ہیں جیسا کہ اُس وقت سمجھتے ہو۔ جب اُن پر کوئی بیرونی دشمن غالب آتا ہے اور ذلیل کرتا ہے۔ اُس وقت تو ایسے مہربان بنتے ہو کہ اگر وہ تمہارے پاس دشمن کے ہاتھ قیدی ہو کر آ دیں تو بدلہ بھی دے کر اُن کو چھڑا لیتے ہو حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اُن مظلوموں کا نکالنا بھی تم پر حرام ہے۔ اس کا خلاف کیوں ہمیشہ کرتے ہو۔ کیا آدھی کتاب کے حکموں کو مانتے ہو اور کچھ حصہ سے انکار کرتے ہو۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ وطیرہ اختیار کرے اُس کو دنیا میں خواری اور ذلت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ قیامت کے روز جو واقعی یوم الجزا ہے سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔ اس لیے کہ یہ بات بڑی مجرمانہ حرکت ہے۔ اور خدا تمہارے کاموں سے کسی طرح بے خبر نہیں۔ ایسے شریروں کی سزا اس قدر کچھ زائد اور حد سے متجاوز نہیں۔ ان کا جرم بھی تو اعلیٰ درجہ کا ہے یہی تو ہیں جنہوں نے دنیا کو آخرت کے عوض میں لیا۔ محض دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اپنی آخرت کا خیال نہیں کیا۔ پس اُن کے جرم کے مناسب یہی سزا ہے کہ نہ تو اُن سے عذاب تخفیف ہوگا اور نہ اُن کو کسی سے مدد پہونچے گی۔ بھلا اور قصہ بھی سن لو! جس کے سننے کے بعد تم جان جاؤ گے کہ واقعی یہ لوگ اسی سزا کے لائق اور مستوجب ہیں۔ ابتدا سے ہم نے ان پر ہر طرح کے احسان کیے۔ فرعون کی قید سے

Marfat.com

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

عذاب تخفیف ہوگا اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا

اور موسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے

مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

کئی رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بیٹا مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

کو معجزے دیئے اور اس کو جبرئیل کے

الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا

ذریعے سے قوت دی۔ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے حکم

لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

لایا جنہیں تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو کیا تم نے انکار و تکبر

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

کیا تھا۔ ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل بھی کیا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں۔ بلکہ اُن کے کفر کی وجہ سے خدا نے

بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا

اُن پر لعنت کی ہے پس بہت کم مانیں گے اور جب

جَاۗءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

اللہ کی طرف سے اُن کے پاس ایک کتاب پہنچی جس کو پہچان چکے ہیں

لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ

جو اُن کے ساتھ والی مانتی ہے تو اس سے انکاری ہوگئے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ

حالانکہ اس سے پہلے کفار پر

فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا

فتح یابی چاہا کرتے تھے پس

بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝

اللہ کی لعنت ہو ان کافروں پر

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ

بڑی ہے وہ چیز جس کے عوض میں اپنی جانوں کو دے چکے ہیں

نکال کر اُن کو حاکم بنایا۔ اور اُن کی ہدایت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب بھی دی۔ مگر چونکہ طبیعت میں اُن کی شرارت اور کجروی تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں اُس سے بھی الجھتے تھے بعد اس کے تو زیادہ ہی بگڑنے کا موقع تھا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہم نے اُس کے خلیفہ بنائے اور اُس کے پیچھے کئی رسول بھی بھیجے مگر اُن لوگوں نے ایسے ظلم اور ستم ڈھائے کہ کسی کو قتل کیا اور کسی کو نکال دیا۔ سب سے اخیر ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن معجزے دیئے اور اُس کو جبرئیل کے ذریعے سے قوت بھی دی کہ اکثر اوقات مسیح کے ہم رکاب رہتا۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی نبی کی کماحقہ تعظیم نہیں کی، بلکہ ہمیشہ معاملہ دگرگوں ہی کرتے رہے۔ کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے حکم لایا جنہیں تمہارے دل نہیں چاہتے تھے۔ تو کیا تم نے اُن کے ماننے سے واقعی انکار اور تکبر کیا تھا۔ ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے جواب میں بڑی دلیری سے اقرار کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل کے مطابق اس کی وجہ بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اس لیے اُن کو نہیں مانا تھا کہ ہمارے دل محفوظ ہیں اُن کی جھوٹی باتیں وہاں تک رسائی نہ کر سکتی تھیں دیکھو تو کیا عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہیں۔ یہ عذر اُن کا بالکل غلط ہے یہ ہرگز نہیں کہ وہ جھوٹی باتیں اُن کو سناتے تھے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر اور بے ایمانی کی وجہ سے خدا نے اُن پر لعنت کی ہے پس اس کا نتیجہ یہ ہے اب کہ یہ لوگ کسی سچی بات کو بھی بہت کم مانیں گے ان کی بے ایمانی اور طمع دنیاوی کا ثبوت بیں سننا ہو تو اور سنو! جب اللہ کی طرف سے اُن کے پاس ایک کتاب بذریعہ محمد رسول اللہ پہنچی جس کی سچائی کو خوب ہی پہچان چکے ہیں جو ذاتی سچائی کے علاوہ اُن کے ساتھ والی کتاب کی اصلیت کو مانتی ہے۔ تو بوجہ محض دنیاوی اغراض کے اُس سے انکاری ہوگئے حالانکہ اس سے پہلے اُسی کے وسیلے سے اپنے مخالف کفار پر فتحیابی چاہا کرتے تھے آڑے وقت میں کہا کرتے تھے۔ خداوندا! ہم تیرے دین کے خادم اور نبی آخر الزمان کے منتظر ہیں۔ پس تو ہم کو دشمنوں پر فتح دے۔ کیا اس سے بھی زیادہ دنیاداری کا ثبوت ہوگا پس اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ کی لعنت ہے ان جیسے کافروں پر جو دنیا کے عوض میں دین کو بیچ رہے ہیں۔ اگر غور کریں تو بری ہے وہ چیز جس کے عوض میں اپنی جانوں کو دے چکے ہو اور عذاب

Marfat.com

يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا أَنْ

یہ کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب نہیں مانتے محض حسد سے اس بات کے

يُنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

کہ اللہ اپنے بندوں میں سے اپنا فضل کسی پر

مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى

اُتارے ۔ پس غضب پر غضب خدا کا

غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

اُنہوں نے لیا ۔ اور کافروں کو ذلیل کرنے والا عذاب ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب کوئی اُن سے کہے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی (کتاب قرآن)

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ

کو مان لو تو کہتے ہیں ہم تو اُسی کو مانیں گے جو

يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ

ہماری طرف اُتری اور جو اس کے سوا ہے سب سے انکار ہی کریں گے حالانکہ

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ

وہ بالکل حق ہے اُن کی ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے ۔ تو کہہ کہ اگر تم

تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ

ایماندار ہو تو پھر پہلے زمانے میں تم اللہ کے نبیوں کو کیوں

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

قتل کرتے تھے؟ ۔ اور تمہارے پاس

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

موسیٰ صاف دلیلیں لایا پھر تم نے اُس کے پیچھے

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم ہو

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

اور جب ہم نے تم سے کوہِ طور تم پر کھڑا کر کے

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

وعدہ لیا ۔ اور کہا کہ خوب قوت سے پکڑ لو

بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا

جو ہم نے تم کو دیا ہے اور سنو! بولے ہم نے سن لیا

الٰہی کے مستحق ہو گئے ۔ وہ بدکاری کہ جس کے سبب سے اپنے آپ کو مورد عذاب بنا چکے ہیں ۔ یہ ہیں کہ اللہ کی اُتاری ہوئی (کتاب) نہیں مانتے ۔ نہ بوجہ غلط فہمی کے بلکہ محض حسد سے اس بات کے کہ اللہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے کسی پر اُتارے ۔ پس اسی وجہ سے تو غضب پر غضب خدا کا انہوں نے لیا اور دنیا کے عذاب سے بڑھ کر ان کافروں کو قیامت میں نہایت ذلیل کرنے والا عذاب ہے ۔ عوام دنیا دار تو جو چاہیں سو بے پر کی اُڑائیں ۔ خواص بھی کسی طرح سے کم نہیں جو چاہتے ہیں سو کہہ دیتے ہیں اور جب کوئی بطور نصیحت اُن سے کہے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی (کتاب) کو مان لو تمہاری نجات ہو جائے گی تو اُس کے جواب میں کیسی بے ڈھب بات کہتے ہیں ۔ کہ ہم تو صاحب! اُسی کتاب کو مانیں گے جو ہماری طرف اُتری ہوئی ہے یعنی توریت ۔ گویا اسی کتاب پر منحصر ہے کہ اسی کو مانیں اور جو اس کے سوا ہے سب سے انکار ہی کریں گے حالانکہ ہر امر کی تکذیب کے لیے دو باتیں ہوا کرتی ہیں یا تو وہ امر فی نفسہ پایۂ صداقت سے گرا ہو یا وہ کسی عقیدہ سابقہ مسلمہ کے خلاف ہو حالانکہ قرآن میں ان دونوں موانع میں سے ایک بھی نہیں ۔ اپنے ثبوت میں وہ بالکل حق ہے دوسری وجہ بھی اس میں نہیں کہ ان کے کسی عقیدے کے خلاف ہو بلکہ اُن کی ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اُس سے انکاری ہوئے جاتے ہیں ۔ اور بار بار یہی منہ پر لاتے کہ ہم تو اپنی ہی کتاب کو مانیں گے ۔ بھلا ان کا یہ عذر بھی نرا ہے بایں غرض کہ بدرا بدباید رسانید تو اے رسول ان سے کہہ کہ اگر تم ایماندار ہو اور ہمیشہ سے توریت کو مانتے چلے آتے ہو تو پھر گذشتہ زمانے میں اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے ۔ کیا توریت میں نبی کا قتل جائز ہے؟ پس تمہارے ایسے ہی افعال شنیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیشہ سے دنیا کے طالب رہے نہ تم کو توریت سے غرض نہ حضرت موسیٰ سے مطلب پس تمہارا قرآن مجید سے انکار کرنا اور اس انکار کی وجہ یہ بتلانا کہ ہم توریت ہی کو مانتے ہیں اس لیے قرآن کو ماننے کی ہمیں حاجت نہیں ۔ بالکل غلط ہے بلکہ بہت سے نبی توریت ہی کی تکمیل کو آئے تم نے اُن کو بھی قتل کر دیا ۔ اگر یہ وجہ تمہاری معقول ہوتی تو اُن کو کیوں مارتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ سے اپنی خواہشوں کے تابع رہے اور دین کی آڑ میں بے دینی کے کام کیے گئے چنانچہ اسی کی ایک نظیر اور سنو! جب تمہارے پاس حضرت موسیٰ اپنی نبوت کی صاف صاف دلیلیں یعنی معجزے لایا اور تم نے اُسے تسلیم بھی کیا ۔ اور اس نے تم کو انہی معجزات کے ذریعہ فرعون سے نجات دلائی ۔ جنگل میں تمہیں چھوڑ کر جب

وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ

اور ہم کرنے کے نہیں - اور اُن کے دلوں میں اُن کے کفر کی شامت سے

بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ

بچھڑے کی محبت رچ گئی تو کہہ دے تمہارا ایمان تم کو بُری راہ

إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ قُلْ

بتلاتا ہے اگر ایماندار ہو - تو کہہ دے

إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِندَ

کہ اگر سب لوگوں سے علیحدہ تمہارے ہی لیے اللہ کے ہاں

اللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

نجات اُخروی ہے تو پس تم موت

الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ وَلَن

مانگو اگر تم سچے ہو اور اپنے کیے

يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

ہوئے کی وجہ سے ہرگز موت کی خواہش نہ کرینگے - اور خدا ظالموں کو

بِالظَّالِمِينَ ○ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ

جانتا ہے تو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا

النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ

خواہشمند انہیں کو پائے گا - حتٰے کہ مشرکوں سے بھی

أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ

زیادہ - ہر ایک ان میں کا یہی چاہتا ہے کہ ہزار برس کی

سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ

عمر ملے - حالانکہ عمر کی زیادتی کچھ اُن کو عذاب سے دور

أَن يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○

نہیں کر سکے گی اللہ اُن کے اعمال دیکھتا ہے -

ع 11

ارشادِ خداوندی کو طور پر تمہاری ہدایت کے لیے گیا۔ پھر تم نے اُس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنالیا اور اُس کی پوجا شروع کر دی - یہ بھی کوئی نئی بات نہیں - ہمیشہ سے تمہاری عادت ہی کج روی کی ہے اور نیز تم ظالم ہو - اور بھی کئی دفعہ تم نے ایسی ہی کج روی کی - سنو تو! جب ہم نے تم سے بار بار سمجھانے کے بعد کوہِ طور تم پر کھڑا کر کے عمل کرنے کا وعدہ لیا اور کہا کہ خوب مضبوط قوت سے اس کو پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے اور جو کچھ ہم کہیں دل لگا کر سنو! تو تمہارے باپ دادا بولے کہ صاحب ہم نے سن لیا اور جی میں ٹھان چکے کہ ہم کرنے کے نہیں - اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو طبیعت کی اُنہیں آزادی - اور دوسرے یہ کہ اُن کے دلوں میں اُن کے کفر کی شامت سے بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی - تو کہہ دے اگر یہی ایمانداری ہے تو تمہارا ایمان تم کو بُری راہ بتلاتا ہے - اب بھی اگر تم ایسے ہی ایماندار ہو تو براہِ مہربانی اسے چھوڑ دو - اگر باوجود صریح الزام کے دعوے نجات ہی کیے جاویں اور یہی کہے جاویں کہ قیامت کے دن ہم ہی نجات پاویں گے تو ایسے سینہ زوروں کو جو کسی دلیل کی طرف توجہ نہ کریں اور نہ اپنی ہٹ سے باز آویں تو (اے نبی!) کہہ دے کہ اگر سب لوگوں سے علیحدہ تمہارے ہی لیے اللہ کے ہاں نجاتِ اُخروی ہے اور کسی کو اس میں شرکت نہیں اور تم کو اس کے حاصل ہونے میں صرف موت کی دیر ہے مرتے ہی سرگباشی اور جنتی ہو جاؤ گے تو پس تم اللہ سے اپنے لیے موت مانگو تا کہ مرتے ہی حقیقی عیش میں جا بسو اور ناحق تکلیف دنیاوی میں کیوں پھنسے رہو - اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ضرور ایسا ہی کرو - اگر آرزوِ موت کی نہ کریں تو ثابت ہو جائے گا کہ اُن کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں صرف خواہش نفسانی کے پیچھے چلتے ہیں اور ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ اپنے کیے ہوئے بداعمالی کی وجہ سے جن کی سزا کا بھگتنا اُن کو بھی یقینی ہے ہرگز کبھی موت کی خواہش نہ کرینگے باوجود اس بداعمالی اور جسارت کے دعوائے نجات کرنا کیسا ظلم ہے - پھر کیوں نہ اُن کو سزا ملے حالانکہ اُن سے ظلم پر ظلم بڑھتے جاتے ہیں - اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے کوئی اُس سے چھپا نہیں - بھلا یہ موت مانگنے لگینگے؟ یہ تو ایسے حریص ہیں اگر تم تمام جہان بھی تلاش کرو تو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا خواہشمند انہیں لوگوں کو پاؤ گے حتٰے کہ مشرکوں سے بھی زیادہ ان کی خواہش کا اندازہ اس سے کر لو کہ ہر ایک اُن میں کا یہی چاہتا ہے کہ ہزار برس کی عمر ملے حالانکہ عمر کی زیادتی کچھ اُن کو عذاب سے دور نہیں کر سکے گی - اِس لیے کہ اللہ اُن کے اعمال دیکھتا ہے - جس قدر عمر دراز

شانِ نزول لہ (تو کہہ دے) یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کے پیارے بندے ہیں - اور بزرگوں کی اولاد ہیں - ہمیں عذابِ اخروی ہرگز نہ ہوگا - اگر ہم میں سے کسی کو بداعمالی کی وجہ سے ہوا بھی تو صرف چند روز ہوگا - پھر ہم ہمیشہ کو نجات پاویں گے - اور کوئی سوائے ہمارے نجات نہ پاوے گا - ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی مگر انہوں نے موت کی خواہش نہیں کی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر یہ لوگ موت چاہتے تو اپنا ہی تھوک نگلنے سے مر جاتے - اور کوئی یہودی دنیا میں زندہ نہ رہتا (معالم)

اسی وقت

Marfat.com

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ

تو کہدے جو کوئی جبریل سے دشمن ہوگا (وہ سخت ٹوٹا پائے گا) اس

عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا

لیے کہ یہ اُسی نے تیرے دل پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے سچا بتلاتا ہے اپنے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

سامنے والی کتاب کو اور ہدایت اور خوشخبری ہے ماننے والوں کو۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ

جو شخص خدا سے اور ملائکہ یا اُس کے رسولوں

رُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ

جبریل یا میکائیل سے عداوت رکھے گا (وہ اپنی بہتری

عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

نہ دیکھے گا) اس لیے کہ اللہ کافروں کا خود دشمن ہے۔ ہم نے تیری طرف

اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

کھلی کھلی آیتیں اُتاری ہیں اور بدکار لوگ ہی ان سے

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا

انکاری ہوتے ہیں۔ کیا جب کبھی اُنھوں نے کوئی عہد کیا

ہو کر سرکشی کر بیٹھے سب کی سزا دے گا۔ بھلا یہ بھی کوئی دینداروں کی بات ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قرآن کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس کا لانے والا جبرئیل فرشتہ ہے اور اُس سے ہماری ابتدا سے دشمنی ہے۔ کیونکہ وہ ہم پر ہمیشہ طرح طرح کے عذاب لاتا رہا اُس نے ہم سے کبھی خیر نہیں کی۔ اے رسول! تو کہہ دے یاد رکھو جو کوئی جبرئیل سے دشمن ہوگا وہ سخت ٹوٹا پائے گا۔ اس لیے کہ وہ تو محض مامور ہے جو کچھ اُسے حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہے یہ قرآن مجید بھی اسی نے تیرے دل پر (اے محمدؐ!) اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے۔ اگر اس میں کوئی ان یہودیوں کی بُرائی مذکور ہے تو اس کا قصور نہیں سو یہ وجہ تکذیب کی بیان کرنا بھی عبث ہے۔ بلکہ اصل وجہ تکذیب کی جیسا کہ ہم پہلے بتلا آئے ہیں دو ہی امر ہوا کرتے ہیں۔ یا وہ کلام فی نفسہٖ کسی دلیل سے ثابت نہ ہو یا ثابت ہو مگر کسی عقیدہ سابقہ مسلمہ کے خلاف ہو۔ سو پہلے عذر کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن سچا بتلاتا ہے اپنے سامنے والی کتاب یعنی توریت کو اور فی نفسہٖ کامل اور سچی ہدایت ہے اور بڑی خوشخبری ہے اُس کے ماننے والوں کو اب بتلاؤ کہ مامور سے عداوت آمر سے عداوت ہے یا نہیں۔ بھلا کوئی شخص کسی سپاہی سے جو حاکم کا حکم لے کر اُس کے پاس آیا ہے عداوت رکھے کہ یہ حکم کیوں لایا ہے تو ایسا شخص دراصل سپاہی سے عداوت نہیں رکھتا بلکہ حاکم سے رکھتا ہے۔ ایسا ہی جبرئیل سے عداوت رکھنا گویا خدا سے بلکہ تمام اُس کے مقربین ملائکہ سے عداوت ہے سو یاد رکھو جو شخص خدا سے اور اُس کے مقربین ملائکہ یا اس کے رسولوں سے یا جبرئیل یا میکائیل سے عداوت رکھے گا وہ اپنی بہتری نہ دیکھے گا اس لیے کہ اللہ ایسے بے ایمان کافروں کا خود دشمن ہے ایسا ہی معاملہ اُن سے کرے گا اور ایسے عذاب میں پھنسائے گا جیسا کوئی دشمن کسی دشمن کو پھنسایا کرتا ہے جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی بھلا یہ عذر اُن کا کیسے مسموع ہو سکتا ہے حالانکہ ہم نے تیری طرف کھلی کھلی آیتیں اُتاری ہیں جن میں کسی طرح کا ایچ پیچ نہیں جن کو سب راستباز تسلیم کرتے ہیں اور بڑا بھاری ثبوت اُن کی حقانیت کا یہ ہے کہ بدکار لوگ ہی ان سے انکاری ہوتے ہیں۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی

شانِ نزول

(۱) جو کوئی جبرئیل) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کے پاس کون فرشتہ قرآن لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل۔ تو بولا جبرائیل تو ہمارا قدیم سے دشمن ہے۔ اس کی ہماری تو کبھی بنی ہی نہیں۔ ہمیشہ ہم پر عذاب لاتا رہا۔ اگر میکائیل ہوتا تو ہم مان لیتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

سرسید کی ساتویں غلطی (حاشیہ نمبر ۱۲) (جو کوئی جبرئیل کا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ جبرئیل کا ذکر فرماتا ہے اور اس کی ہستی جداگانہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مسئلہ کہ جبرائیل ایک فرشتہ ہے جو انبیاء پر خدا کا کلام لایا کرتا ہے) تمام اہل الکتاب (یہود و نصاریٰ اہل اسلام) میں متفق علیہ ہے۔ قرآن مجید میں اس کا کئی جگہ ذکر صریح آیا ہے۔ اور احادیث نبویہ تو بھری پڑی ہیں۔ مگر باایں ہمہ سرسید احمد خاں نے حسب عادت قدیمہ باوجود دعوی اسلام کے اس سے بھی انکار کیا ہے۔ چنانچہ اپنی تفسیر کی جلد اول میں فرماتے ہیں۔

"یہ جبرئیل ایک ملکہ فطرتی کا نام ہے جو انبیاء میں ابتدائے فطرت سے ہوتا ہے وہی ملکہ اس کو بلاتا ہے وہی اس (نبی) میں نئے نئے خیالات پیدا کرتا ہے یا پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک لوہار کو اپنے فن آہنگری میں نئے نئے قسم کے خیالات سوجھتے ہیں۔ یا جیسا کہ (نعوذ باللہ) ایک دیوانہ کو نئے نئے جوش از خود اٹھتے ہیں حالانکہ اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا۔ مگر وہ کسی کو اپنے پاس کھڑا سمجھ کر باتیں کیا کرتا ہے۔ اسی طرح (بقول سید صاحب) نبی اپنی نبوت کو نباہتا ہے۔ اس کے پاس بھی سوائے اس ملکہ نبوت کے کوئی جبرئیل نہیں آتا۔ مگر وہ اس ملکہ کے ذریعہ سے سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔ حالانکہ دراصل کوئی بھی اس سے باتیں نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے دل سے فوارہ کی طرح وحی اُٹھتی ہے۔ اور اسی پر گرتی ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے (خلاصہ صفحہ ۲۹)

Marfat.com

ناظرین! یہ ہے سر سید کی کمال تحقیق جس پر بڑا فخر کرتے ہوئے علمائے اسلام کو کوڑ مغز ملا۔ شہوت پرست زاہد وغیرہ وغیرہ القاب بخشا کرتے ہیں جس کے جواب میں علما کہا کرتے ہیں ؎ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔

نہیں معلوم سید صاحب کو بے ثبوت کہنے کی کیوں عادت ہے۔ بے دلیل بات اور بے ثبوت دعوی کرنے کے خوگر کیوں تھے؟ ہم اپنے ناظرین ہی سے نہیں بلکہ سید صاحب کے بااخلاص احباب سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے اس امر پر کوئی دلیل ایسی بھی بیان کی ہے جس سے ایسا بڑا اہم مسئلہ جس کے ماننے کی تعلیم تمام سلسلہ نبوت میں پائی جاتی ہے طے ہو جائے۔ ہاں میں بھول گیا ایک دلیل بھی بزعم خود لائے ہیں جس کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں۔ قولہ

"خدا نے بہت سی جگہ قرآن (مجید) میں جبرئیل کا نام لیا ہے۔ مگر سورہ بقر میں اس کی ماہیت بتا دی ہے۔ جہاں فرمایا ہے کہ جبرئیل نے تیرے دل میں قرآن کو خدا کے حکم سے ڈالا ہے۔ دل پر اتارنے والی یا دل میں ڈالنے والی چیز وہی ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت میں ہو نہ کوئی دوسری چیز جو فطرت سے خارج اور خود اس کی خلقت سے جس کے دل پر ڈالی گئی ہے جداگانہ ہو۔" (جلد اول صفحہ ۳۰)

سید صاحب! کیا کہنے ہیں یہ تو خیال فرمایا ہوتا کہ ماہیت شے کس کو کہتے ہیں۔ ماہیت تو ذاتیات کو سنا تھا جن کا ذات سے تاخر محال ہے جیسے کہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق (وغیرہ) کا تاخر انسان سے ممکن نہیں۔ پس اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر تنزیل ماہیت جبرئیل ہے تو جب سے جبرئیل ہے تب سے ہی تنزیل ہوگی۔ حالانکہ تنزیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال بعد شروع ہوئی اور جبرئیل تو بقول آپ کے ابتدائے پیدائش ہی سے ہوتا ہے چنانچہ آپ نے اس امر کی تصریح بھی کر دی ہے جو لکھتے ہیں:-

"جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔" (صفحہ ۲۸)

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

"جس طرح اور قوی انسانی بمناسبت اس کے اعضاء کے قوی ہوتے جاتے ہیں اسی طرح یہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور جب اپنی قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جس کو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں۔" (صفحہ ۲۹)

بتلاویں ذات کا تقدم ذاتیات یا ماہیت سے ہوا یا نہیں فانہم فانہ دقیق خیر اس کو تو آپ "شعر مرا بمدرسہ کہ برد" کا مصداق بتاویں گے اور مولویانہ فضول جھگڑا بتاویں گے۔ اس لئے ہم بھی اس سے درگذر کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات کہ دل پر اتارنے والی یا دل میں ڈالنے والی وہی چیز ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت میں ہو نہ کوئی دوسری چیز جو فطرت سے خارج ہو اور خود اس کی خلقت سے جس کے دل پر ڈالی گئی ہے جداگانہ ہو۔ جس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:۔

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرائیل نام ہے۔" (صفحہ ۳۰)

ہرگز قابل پذیرائی نہیں اس لئے کہ دل میں ڈالنا یا دل پر کسی چیز کا اتارنا یہ محاورہ ہے اس کے ذہن نشین کرنے سے بھلا اور کسی کی شہادت اس بارہ میں تو آپ کاہے کو مانیں گے۔ آپ ہی کے لخت جگر آنریبل سید محمود صاحب مرحوم (جو بفحوائے ابن الفقیہ نصف الفقیہ گویا کہ آپ ہی ہیں) کا کلام پیش کرتا ہوں جو غالباً آپ کے ملاحظہ سے گذر کر تہذیب الاخلاق نمبر ۲ بابت ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۳۲ کالم ۲ میں چھپا ہے جو میرے اس دعوی کی کامل شہادت ہے۔ وہو ہذا:۔

سید محمود کی شہادت

"میں سلطان کے پاس جاتا ہوں۔ ٹھیر مت جا۔ میں ابھی اس کے حضور سے آتا ہوں۔ اور اس کے دل میں ایسی باتیں ڈال آیا ہوں جو غرناطہ کے بادشاہ کو زیبا ہیں۔"

فرماویں اور صحیح فرماویں کہ اس کا قائل کون تھا کیا کوئی اہل زبان اس کے معنی یہ سمجھے گا۔ کہ اس کلام کا قائل بادشاہ کے قویٰ ہیں۔ دور کیوں جائیے گا اپنے صاحبزادے ہی سے ذرہ دریافت فرمالیں کہ انہوں نے کیا سمجھ کر اس کو لکھا تھا۔ یا اپنی کانشنس (طبیعت) سے بانصاف استفسار کریں کہ آپ نے اس کلام سے بھی یہی معنی سمجھے تھے جو اس آیت سے نتیجہ نکالا ہے ہیں۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ سید صاحب! یہی عرب کا محاورہ ہے۔ اور اس میں کسی زبان کی کچھ خصوصیت بھی نہیں۔ سب زبانوں میں برابر یہی محاورہ بولا جاتا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سب اہل زبان اس میں مجھ سے اتفاق رائے کریں گے۔ پس آپ کا

Marfat.com

جبرائیل اس آیت سے ثابت نہ ہوا کہ وہ انسانی قوٰی ہیں ہاں یہ ثابت ہوا کہ جبرئیل بھی کوئی شخص ہے جو قرآن مجید آنحضرت فداہ روحی کے ذہن نشین کیا کرتا تھا پھر یہ دلیل آپ کی ہوئی یا آپ کے مخالف کی؟ سچ ہے ؎ دوست ہی دشمن جاں ہو گیا اپنا حافظ - نوش دارو نے کیا اثر سم پیدا ✦

پھر آپ کا فرمانا کہ :-

"یہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتوں سے پایا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ قیامت میں فرمایا ہے کہ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ - یعنی ہمارے ذمہ ہے وحی کو تیرے دل میں اکٹھا کرنے اور اس کے پڑھنے کا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ - پھر ہم جب اس کو پڑھ چکیں تو اس پڑھنے کی پیروی کر ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ - پھر ہمارا ذمہ ہے اس کا مطلب بتانا - ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے وہی پڑھتا ہے وہ مطلب بتاتا ہے - اور یہ سب کام اسی فطری قوت نبوی کے ہیں جو خدا نے مثل دیگر قوٰی انسانی کے انبیاء میں بمقتضائے ان کی فطرت کے پیدا کی ہے - اور وہی قوت ناموس اکبر ہے - اور وہی قوت جبرئیل پیغمبر" (جلد اول صفحہ ۳۰)

عجیب ہی رنگ دکھا رہا ہے - سید صاحب! واسطہ کی نفی تو جب ہو گی کہ اس فطری قوت کا بھی انکار کیا جائے جسے آپ تسلیم کرتے ہیں - اس کے ہوتے ہوئے واسطہ کی نفی کرنا آپ جیسے داناؤں کی شان سے بعید ہے شاید کہ آپ فطری قوت نبوی میں جناب باری میں اتحاد محض کے قائل ہوں وھو کما تری - سید صاحب! انصاف فرمایئے کہ آپ نے کس قدر اس آیت میں تصرفات کئے - اول تو آپ نے قرءنا میں نسبت حقیقی سمجھی پھر اسے معمول کر کے سب کو فعل فطری بنایا و ھل ھذا الا تھافت قبیح و تناقض صریح - اگر آپ اس کی یہ توجیہ فرماویں کہ قرئنت حقیقتاً اس قوت فطری کا فعل ہے - لیکن مجازاً اسی جناب باری سے نسبت کر سکتے ہیں - اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے اور پڑھتا ہے - اور مطلب بتاتا ہے اور یہ سب کام اسی فطری قوت کے ہیں" تو آپ کا اور ہمارا چنداں اختلاف نہ رہے گا - اس لئے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس آیت میں نسبت مجازی ہے - جیسی کہ یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ میں ہے یعنی حقیقت میں تو قرئت فعل جبرئیل کا ہے مگر مجازاً جناب باری نے اپنی طرف منسوب کر کے فاذا قرءنا فرمایا ہے - پس جب تک کہ آپ دلائل خارجیہ سے اس امر کا ثبوت نہ دیں کہ جبرئیل کا وجود مستقل یا یوں کہئے کہ بالمعنی المتعارف نہیں ہو سکتا - اور اس سے مراد قوٰی فطری ہیں جو مثل دیگر قوٰی کے انبیاء میں ہوا کرتے ہیں تب تک آپ کی یہ توجیہیں تار عنکبوت سے بھی ضعیف سمجھی جائیں گی وہو دونہ خرط القتاد - اسی طرح سورۃ والنجم کی آیت وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی کی نسبت آپ کا فرمانا کہ -

"یہ تمام مشاہدہ اگر انہیں ظاہری آنکھوں سے تھا تو وہ عکس خود اپنی دل کی تجلیات ربانی کا تھا جو بمقتضائے فطرت انسانی و فطرت نبوت دکھائی دیتا تھا اور در اصل بجز ملکہ نبوت کے جس کو جبرئیل کہو یا اور کچھ - کچھ نہ تھا - (صفحہ ۳۰)

ہرگز قابل التفات نہیں - جب تک کہ آپ اس کا ثبوت نہ دیں کہ جبرئیل کا وجود مستقل (جیسا کہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے اور تمام اہل ادیان - یہود نصاریٰ مسلمان اس کو تسلیم کرتے ہیں) نہیں ہو سکتا سنا تھا کہ اہل علم قدیماً و حدیثاً اس سے پرہیز کرتے تھے - کہ کوئی بات ایسی منہ سے نکالیں جس کی دلیل نہ ہو - مگر آپ نے اس شنیدہ کی خوب ہی تکذیب کی - سچ ہے ؎

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ   شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بلا سے کبھی آپ نے کوئی دلیل مثبت مدعا بیان کی ہو جس کا جواب دینا متقابل پر ضروری ہو بجز اس کے کہ دعوی کی دلیل دعوی ہوتا ہے - ہاں اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ بوجہ علوم شرعیہ سے ناواقفی اور آپ سے حسن ظن رکھنے کے آپ کی بے دلیل باتیں بھی قبول کر لینگے - مگر اہل علم تو ایسی بے دلیل بات پر توجہ نہیں کیا کرتے - کیونکہ ان کے ہاں یہ اصول ہے - ؎ نگفتہ ندارد کسے با تو کار ✦ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار ✦ (منہ)

ملہ مولانا عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلوی نے اس ملکہ کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر جبرائیل ملکہ نبوت کا نام تھا تو یہود کے جواب میں جو جبرئیل کو اپنا دشمن جانتے تھے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ جس جبرئیل (ملکہ نبوت) کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تو اپنے نبی کے ساتھ چلا گیا - کیونکہ عوارض اپنے معروض سے ہوتے ہیں یہ تو جبرئیل (ملکہ نبوت محمدی) اور ہی ہے لیکن میں نے اس لئے اس کو نقل نہ کیا کہ شاید سید صاحب ماہیت نوعیہ سے عداوت بتلادیں جو تغیر افراد سے بدلا نہیں کرتی جیسی کہ پانی اور آگ یا انسان اور سانپ میں ۱۲ فافہم -

نَبَذَہٗ فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ بَلۡ اَکۡثَرُھُمۡ لَا
تو ایک فریق نے اسے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا بلکہ بہت سے اُن میں سے
یُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَلَمَّا جَآءَھُمۡ رَسُوۡلٌ
مانتے ہی نہیں اور جب اُن کے پاس اللہ کے ہاں سے
مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمۡ
ایک رسول آیا جو اُن کے ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے
نَبَذَ فَرِیۡقٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ
تو ایک جماعت نے ان کتاب پانے والوں میں سے کتاب اللہ کو اپنی
کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُھُوۡرِھِمۡ کَاَنَّھُمۡ لَا
پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا کچھ بھی نہیں
یَعۡلَمُوۡنَ ○ وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا
جانتے اور پیچھے ہو لیے ہیں اُن باتوں کے
الشَّیٰطِیۡنُ عَلٰی مُلۡکِ سُلَیۡمٰنَ وَمَا کَفَرَ
جو شیاطین سلیمان کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کبھی کفر

بڑے راست باز اور دیانت دار ہیں۔ حالانکہ جب کبھی اُنہوں نے ہم سے کوئی عہد کیا کہ آئندہ ضرور تابعدار رہیں گے تو ایک فریق نے ضرور اُسے ایسا چھوڑا کہ گویا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ بہت سے ان میں سے مانتے ہی نہیں۔ سرے سے دین مذہب سے منکر ہیں۔ اور اُن کی بے ایمانی کا ثبوت سنو! کہ جب اُن کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آیا جس کی رسالت کو بقرائن شہادت کتاب خوب ہی پہچان چکے ہیں جو ان کے ساتھ والی کتاب کی توحید میں تصدیق کرتا ہے تو باایں ہمہ ایک جماعت نے اُن کتاب پانے والوں میں اس رسول کا انکار کر دیا اور کتاب اللہ توریت کو بھی اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اور ایسے ہو گئے گویا کچھ بھی نہیں جانتے اور پیچھے ہو لیے ہیں اُن واہیات باتوں کے جو بدمعاش شیاطین سلیمان کے زمانہ میں پڑھتے اور رواج دیتے تھے جن میں کئی باتیں کفر کی بھی تھیں لیکن حق یہ ہے کہ سلیمان کے زمانہ میں ایسے واقعات ہونے

حاشیہ نمبر ۱۳

(شیاطین) اس آیت کی نسبت مفسرین نے عجیب عجیب قصے گھڑے ہیں۔ کچھ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت اور کچھ ہاروت ماروت کے متعلق۔ کسی نے ہاروت ماروت کو فرشتہ بنایا۔ اور بنی آدم بنا کر زمین پر اُتارا۔ اور کسی نے فاحشہ عورت سے زنا کرنا۔ اور شراب پینا۔ بت کو سجدہ کرنا وغیرہ خدا کی طرف سے ان کو دنیاوی اور اخروی عذاب میں مخیر کرنا اور ان کا لوگوں کو جادو سکھانا وغیرہ وغیرہ بتلایا ہے۔ مگر امام رازی جیسے محققوں نے ان سب قصوں کو خرافات اور اباطیل سے شمار کیا ہے۔

جو ترجمہ میں نے اختیار کیا ہے وہی قرطبی نے پسند کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر اور فتح البیان وغیرہ میں مذکور ہے۔ مولانا نواب محمد صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی نقل کیا ہے بلکہ ترجیح دی ہے کہ ہاروت ماروت شیاطین سے بدل ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ شیاطین سے یہی دو شخص ہاروت ماروت مراد ہیں۔ اگر قرآن مجید کی آیات پر غور کریں تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں خدا نے شیاطین کا فعل تعلیم سحر فرمایا ہے۔ یُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ دوسری جگہ میں اسی تعلیم سحر کی کیفیت بتلائی ہے یعنی مَا یُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوۡلَا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تعلیموں کے معلم ایک ہی ہیں یعنی شیاطین کیونکہ یہ نہایت فصیح اور محل فصاحت ہے کہ مجمل فعل کے ذکر کے موقع پر تو ایک کو فاعل بتلایا جاوے اور تفصیل کے موقع پر کسی اور کو بتلایا جاوے۔ رہا یہ سوال کہ یہ مبدل منہ جمع ہے یعنی شیاطین اور بدل تثنیہ ہے یعنی ہاروت ماروت۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مبدل میں جمعیت باعتبار اتباع کے ہیں اور بدل تثنیہ باعتبار ذات کے ہے۔

پس مطلب آیت کا بالکل واضح ہے کہ یہود کی اس امر میں شکایت ہو رہی ہے کہ خدا کی کتاب کو چھوڑ کر واہیات باتوں کے پیچھے لگ گئے۔

Marfat.com

سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا

نہیں کیا ہاں شیاطین یعنی ہاروت ماروت نے کفر کیا

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ

اور لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور نہ اتارا گیا تھا

عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ

دو فرشتوں پر شہر بابل میں

مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى

اور وہ کسی کو جادو نہ سکھاتے جب تک

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ

یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو خود مبتلا ہیں۔ پس تو کافر مت ہو

سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی اس میں شریک تھا حاشا و کلا سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا ہاں بدمعاش شیاطین یعنی ہاروت ماروت نے کفر کیا اور کفر کی باتیں عوام میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو جادو کے کلمات واہیات سکھاتے تھے اور طرح طرح سے عوام کو ورغلاتے۔ یہ بھی مشہور کرتے کہ یہ کلمات جادوگری کے آسمانی علم جبرئیل میکائیل دونوں فرشتوں پر شہر بابل میں اترا تھا حالانکہ نہ اتارا گیا تھا اُن دو فرشتوں پر شہر بابل میں اور نہ کوئی آسمانی علم تھا بلکہ محض اُن ہاروت ماروت کی چالبازی تھی جس سے غرض اُن کی صرف وثوق جتلانا تھا جب ہی تو اُن کی یہ عادت تھی کہ زبانی جمع خرچ بہت کچھ کرتے اور کسی کو جادو نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ میاں ہم تو خود بڑے بدکردار بلا میں پھنسے ہوئے مبتلا ہیں پس تم بھی مثل ہمارے ایسی باتیں سیکھنے سے کافر مت ہو۔ اس کہنے سے اُن کا جاہلوں پر اور بھی زیادہ رسوخ پیدا ہوتا اور عوام میں مشہور ہو جاتا کہ سائیں صاحب بڑے منکسر المزاج ہیں جیسا کہ

پھر طرفہ یہ کہ ان واہیات عقائد اور اباطیل کو بزرگوں کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے یہ باتیں سکھائی ہیں۔ اور اس پر خدا کے دو فرشتے جبرائیل میکائیل لائے تھے۔ سو ان کی اس آیت میں تکذیب کی جاتی ہے کہ یہ باتیں ان کی خرافات سے ہیں۔ نہ سلیمان نے ان کو سکھلائی ہیں نہ کسی نبی یا ولی نے ان کو بتلائی ہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے بدمعاش جن کے سرگروہ ہاروت ماروت تھے۔ لوگوں کو ایسی باتیں سکھاتے تھے۔ راقم کہتا ہے یہی حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے۔ عقائد میں ان کے وہ خرابیاں ہیں کہ پناہ خدا کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب نے بارہ برس کے بعد ڈوبے ہوئے بیڑے کو مریدوں کی خاطر نکالا۔ کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب نے ایک مرید کے زندہ کرنے کو کئی ہزار روحیں عزرائیل سے چھڑا دیں۔ کوئی کہتا ہے مجلس مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود تشریف لاتے ہیں۔ غرض عجیب عجیب قسم کے خرافات اپنے ذہنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ بعینہ وہی عقائد باطلہ جن کی تکذیب کے لئے خدا نے ہزارہا پیغمبر بھیجے تھے اہل نام کے مسلمانوں نے اختیار کر لئے ہیں۔ انہیں کی طفیل سے ہمارے قدیمی مہربان پڑوسی آریہ وغیرہ کو یہ جرأت ہوئی کہ عام طور پر کہنے لگے ہیں کہ اسلام میں بھی شرک ہے۔ گو ان کا یہ حملہ اسلام پر داناؤں کے نزدیک بزدلانہ طریق ہے۔ مگر اس بات کو تو سمجھنے والے بہت ہی کم ہیں۔ ~ اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے +

یہ تو عقائد کا حال ہے اعمال کا تو پوچھئے ہی نہیں۔ تمام عمر بھر دنیاوی کام کریں گے علوم مروجہ جن سے صرف چند روزہ دنیاوی گذارہ مقصود ہو سیکھیں گے۔ بلا سے کبھی آٹھویں روز ہی قرآن کی دو آیتیں پڑھ لیں۔ الی اللہ المشتکی الیہ المآب والرجعی افسوس ہم نے بدقسمتی سے یہ سب کچھ دیکھنا تھا (منہ)

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ
پھر بھی لوگ سیکھتے اُن سے وہ کلمات جن کی وجہ سے

بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ
خاوند بیوی میں جُدائی ڈالتے۔ اور وہ کسی کو

بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ
سوائے اذن خدا کے ضرر نہ دے سکتے

اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا
تھے۔ اور لوگ وہی چیز سیکھتے جو اُن کو ضرر دے اور

يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ
نفع نہ بخشے۔ حالانکہ یقیناً جان چکے تھے کہ جو شخص اِسے خریدے گا

مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڐ وَلَبِئْسَ
قیامت میں اُس کے لیے حصّہ نہیں۔ بُرا ہے وہ کام

مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
جس کے بدلہ میں اپنی جانوں کو عذاب میں دے چکے ہیں کاش یہ سمجھتے ہوں۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ
اور اگر یہ ایمان دار ہوتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے ہاں کا بدلہ

عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
سب سے اچھا ہے کاش یہ سمجھیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا
اے مسلمانو! تم راعنا مت کہا کرو

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
اور انظرنا کہا کرو اور سنتے رہا کرو اور کافروں کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ
نہایت دردناک عذاب ہوگا۔ کتاب والے

فی زمانناً دغاباز پیروں کا کام ہے۔ پھر بھی لوگ اُن سے متنفر نہ ہوتے بلکہ سیکھتے اُن سے وہ کلمات جن کی وجہ سے خاوند بیوی میں جُدائی ڈالتے اور اس کے عوض میں نانیوں سے کچھ کماتے اور خدا کا غضب اپنے پر لیتے۔ یہ مت سمجھو کہ اُن کے مُنہ میں کوئی خوبی تھی یا قلم میں کوئی تاثیر تھی کہ جس کو چاہیں نقصان اور مضرت پہنچائیں بلکہ اُن کے کلمات بھی مثل اور دیہ کے تھے جب ہی تو کسی کو سوا اذن خدا کے ضرر نہ دے سکتے تھے۔ چونکہ قانون خداوندی جاری ہے کہ ہر فعل انسانی پر اس کے مناسب اثر پیدا کر دیتا ہے اگر کوئی سرد پانی پیتا ہے تو اُسے ٹھنڈک بخشتا ہے۔ زہر کھاتا ہے تو اُس کی جان بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اُن کے جادو کا حال تھا کہ وہ اُن کے حق میں مثل زہر کے مضر تھا لیکن وہ بہت خوشی سے اس کا استعمال کرتے اور خداوند تعالیٰ اپنی عادت جاریہ کے موافق اُس پہ آثار بھی ویسے ہی مرتب کر دیتا مگر وہ لوگ اس بھید کو نہ سمجھتے اور وہی چیز سیکھتے جان کو ہر طرح سے جسمانی اور روحانی ضرر دے اور کسی طرح سے نفع نہ بخشے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ اس زمانہ کے مدعیانِ علم بھی اُن کے پیچھے ہو لیے ہیں حالانکہ یقیناً جان چکے ہیں کہ جو شخص اُس جادو کی واہیات باتوں کو لے گا قیامت میں اُس کے لیے بھلائی سے حصّہ نہیں باوجود اس جاننے کے اس میں ایسے منہمک ہیں کہ اپنی جانوں تک بھی اس کے عوض میں دے کر عذاب کے مستوجب ہو رہے ہیں۔ یاد رکھیں بُرا ہے وہ کام جس کے بدلہ میں اپنی جانوں کو عذاب میں دے چکے ہیں کاش یہ لوگ سمجھتے ہوں۔ گو جانتے اور سمجھتے ہیں پر جاننے پر جب عمل نہیں تو گویا جانتے ہی نہیں۔ اور اگر یہ ایماندار ہوتے یعنی خدا کے حکموں کو مانتے اور پرہیزگاری کرتے تو بڑی عزت پاتے کیونکہ اللہ کے ہاں کا بدلہ سب سے اچھا ہے کاش یہ سمجھیں جیسے ثواب بھی مان جائیں افسوس کہ بجائے ماننے کے اُنھوں نے ایک عادت قبیحہ اختیار کر رکھی ہے کہ گول مول الفاظ بولتے ہیں جس سے مخاطب کچھ سمجھے اور اُن کے جی میں کچھ ہو چنانچہ تمہاری مجلس میں جب آتے ہیں تو ہمارے رسول کو دبی زبان سے راعنا کہہ کر گالی دے جاتے ہیں جس کا مطلب تم لوگ اپنے خیال میں یہی سمجھتے ہو کہ آں حضرت سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف التفات فرمائیے مگر وہ یہودی اس سے اپنے جی میں کچھ اور ہی خیال کر کے کہتے ہیں انہیں کو دیکھ کر تم بھی ایسا بولنے لگ گئے سو اس لیے ہم اعلان کئے دیتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم راعنا مت کہا کرو گو تمہاری وہ مراد

شانِ نزول (وَلَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا) یہودی حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اپنے بھرے ہوئے غصہ سے جو شوکت اسلام کی وجہ سے ان کے دلوں میں جوش زن تھا آنجناب کو صریح لفظوں میں تو کچھ نہ کہہ سکتے پر کمینوں کی طرح ایک ایسا لفظ بولتے کہ جس سے عام مسلمان صاف معنی سمجھیں اور وہ اپنے دلی جوش کے مطابق کچھ اور ہی مراد لیں۔ چنانچہ انہوں نے راعنا کو اس مطلب کے لیے تجویز کیا جس کے معنی یہ تھے کہ آپ ہماری طرف التفات فرمائیے اور اگر اس کو ذرا لمبا کر کے رَاعِیْنَا کہیں تو اسی کے معنی ہو جاتے ہیں "خادم اور کمینہ ہمارے" وہ اسی طرز سے کہتے پس مسلمانوں کو اس کلمہ کہنے سے منع کیا گیا اور بجائے اُنْظُرْنَا جو اسی کی مثل دیکھنے کے معنی میں تھا مقرر ہوا۔ تاکہ ان کی بھی عادت چھوٹ جائے۔ (منہ)

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا
کافر اور مشرک ہرگز اس بات کو
الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ
پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی طرف سے کچھ
خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ
بھلائی تم کو ملے اور اللہ جس کو
بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو
چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے
الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ
فضل والا ہے جب کبھی کوئی نشان ہم
اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ
تبدیل کریں یا پیچھے چھوڑ رکھیں تو اس سے اچھا لے آتے ہیں یا
مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اس جیسا - کیا نہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہر ایک چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ
پر قادر ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ
آسمانوں اور زمین کی تمام حکومت اللہ ہی کو حاصل ہے
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی والی ہے نہ
وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا
مددگار بلکہ یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے
رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ
ایسے سوال کرو جیسے کہ پہلے موسیٰ سے ہوئے تھے
قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ
جو شخص کفر کو ایمان سے بدلے
بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک
السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ
گیا۔ اکثر اہل کتاب

ل۵
شان نزول مشرکوں کا ایک درخت تھا جس کا نام تھا ذات انواط وہ اس کی پوجا کرتے تھے ان کو دیکھ کر بعض سادہ لوح مسلمانوں نے بھی آنحضرت سے سوال کیا کہ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر کیجئے ان کے حق میں آیت نازل ہوئی (تفسیر کبیر)

نہیں جو ان کم بختوں کی ہے۔ پھر بھی کیا ضرورت ہے کہ ایسے کلمات بولو جن سے ان کی بیہودہ گوئی کا رواج ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ چھوڑ دو اور اُنظُرنَا کہا کرو جو اسی کے ہم معنی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جب تم رسول کی خدمت میں آؤ تو کچھ بھی نہ کہو بلکہ خاموش رہو اور سنتے رہا کرو اس لیے کہ بولتے بولتے انسان کو زیادہ گوئی کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کبھی نہ کبھی گستاخی کر بیٹھتا ہے جس کے سبب سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔ بھلا یہ کیونکر نہ جلیں بھنیں تمہاری تو دن بدن شوکت ہو اور یہ کتاب والے کافر اور مکہ کے مشرک ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی طرف سے کچھ بھلائی تم کو ملے اور یہاں معاملہ ہی دگرگوں ہے کہ تم روز افزوں ترقی پر ہو۔ اس لیے ان کو بجز دشنام دہی کے کچھ نہیں سوجھتا پس گالیاں بکتے ہیں مگر یاد رکھیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے اس لیے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے کسی کا اس پر نہ اجارہ ہے نہ زور کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے ہمیشہ اپنے بندوں پر مناسب حال کرم بخشی کرتا ہے۔ یہ تو ان کی غلطی ہے کہ اسلام کی اشاعت کو اپنے لیے مضر جانتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی قومی عزت (یہودیت) پر بڑا ناز ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام چونکہ ہماری قومیت کے برخلاف ہے اس کو مٹا دے گا اس لیے اسلام کو کم درجہ جان کر اعراض کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہاں قاعدہ ہے کہ جب کبھی کوئی نشان قومی یا شخصی شرعی یا عرفی ہم تبدیل کریں یا بحالت موجودہ چند روز کے لیے اس کو پیچھے چھوڑ رکھیں تو پہلی صورت میں اس سے اچھا لے آتے ہیں یا بصورت دیگر اس جیسا پس یہودیت کے آثار مٹنے سے اسلام ان کے اور سب کے حق میں بہتر ہوگا۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام حکومت اللہ ہی کو حاصل ہے۔ وہ جو چاہے اپنی رعیت میں احکام جاری کرے اسے کوئی مانع نہیں۔ اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی والی ہے نہ مددگار۔ جو اس کی پکڑ سے تم کو بچائے تعجب ہے کہ تم لوگ ایسے زبردست مولا کے تابع فرمان نہیں ہوتے ہو۔ بلکہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے جو اس مولا نے محض تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے ایسے سوال کر کے دق کیا کرو۔ جیسے کہ پہلے حضرت موسیٰ سے کیے گئے تھے کہ کفار کے بتوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل جھٹ بول اٹھے تھے کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی خدا بنا دے جیسے ان کے لیے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ ہم تو انہیں بتوں کو چھوڑ کر اب اہل توحید بنے ہیں اور یہ عام دستور ہے کہ جو شخص کفر کو ایمان سے بدلے یعنی موحد بن کر پھر مشرک بنے تو جان لو کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ کیا مسلمانو! یہ سن کر بھی تم انہیں کتاب والوں

Marfat.com

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اہل کتاب بعد ظاہر ہونے حق بات کے محض اپنے
اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ
حسد سے یہی چاہتے ہیں کہ کہ بعد مسلمان
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا
ہونے کے بھی تم کو کافر بنادیں - پس چھوڑ دو
وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اور خیال نہ لاؤ یہاں تک کہ اللہ کا حکم پہنچے اللہ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور نماز (ہمیشہ) پڑھتے رہو
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
اور زکوٰۃ دیتے رہو اور (بھی) جو کچھ بہتری کے کام اپنے لیے
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
آگے بھیجو گے ضرور اُن کو اللہ کے ہاں پاؤ گے اللہ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَقَالُوْا لَنْ
تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور کہتے ہیں
يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ
جنت میں وہی جائے گا - جو یہودی ہو یا
نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا
عیسائی یہ اُن کی خواہشیں ہیں تو کہدے اپنی دلیل
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى
لاؤ اگر سچے ہو ہاں
مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
جو کوئی اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور وہ نیکوکار ہو
فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ
تو ان کی مزدوری اُن کے مولا کے پاس ہے نہ اُن کو خوف ہوگا

کی چال چلو گے؟ حالانکہ قطع نظر اُن کی ذاتی خباثت کے تمہارے حق میں بھی خیر نہیں چاہتے بلکہ اکثر اہل کتاب[2] بعد ظاہر ہونے حق بات کے بھی محض اپنے حسد سے یہی چاہتے ہیں کہ بعد مسلمان ہونے کے بھی تم کو کافر بنادیں پس ایسے لوگوں کا علاج تو یہ ہے کہ بالکل ہی انہیں چھوڑ دو اور انکا خیال بھی نہ لاؤ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی اُس کی مدد تم کو پہنچے اور تمہارا ہی بول بالا ہو۔ یہ تمہارے حاسد حسد سے مرتے رہیں۔ ہاں تم اسے ہر وقت بھلائی کی امید رکھو اس لیے کہ اللہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے ایسے کام تو اس کے ہاں کچھ ان ہوتے نہیں ہیں۔ پس اسی پر بھروسہ کرو اور نماز ہمیشہ پڑھتے رہو اور زکوٰۃ بھی دیتے رہو - اور (بھی) جو کچھ بہتری کے کام اپنے لیے آگے بھیجو گے ضرور ان کو اللہ کے ہاں پاؤ گے ہرگز ضائع نہ ہوں گے نہ کسی منشی کی وجہ سے نہ کسی سپاہی کے سبب سے اس لیے کہ اللہ تمہارے کاموں کو خود دیکھ رہا ہے۔ تعجب ہے ان یہود و نصاریٰ کے حال پر کہ تمہارے حسد میں باوجود آپس کی عداوت شدیدہ کے ایک ہو رہے ہیں طرح طرح کے منصوبے باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنت میں وہی جائے گا جو یہودی ہو یا عیسائی مگر مسلمان نہ ہو۔ یہ سب ان کی اپنے نفس کی خواہشیں ہیں کوئی اس پر دلیل ان کے پاس نہیں۔ بھلا آزمانے کو تو کہہ تو دے بھلا اپنی دلیل تو لاؤ۔ اگر اس دعوے میں سچے ہو اس لیے کہ بلا دلیل تو کسی کی بھی سنی نہیں جاتی۔ ورنہ ہر ایک اپنی جگہ اپنا ہی گیت گا رہا ہے۔ ہم تبلائے دیتے ہیں کہ کوئی ان کے پاس ان کے دعویٰ پر دلیل نہیں اور نہ یہ دعویٰ فی نفسہٖ صحیح ہے ہاں جنت کے حقدار ہم بتلاتے ہیں۔ جو کوئی اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور وہ اس تابعداری میں صرف زبانی جمع خرچ نہ رکھتا ہو۔ بلکہ نیکوکار فرمانبردار ہو۔ تو ایسے اشخاص کی نجات ہوگی اور اُن کی مزدوری اور اخلاص مندی کا بدلہ اُن کے مولا کے پاس ہے۔ جس کا کسی طرح سے نہ اُن کو خوف ہوگا اور نہ غم اُٹھائیں گے۔ پس چونکہ یہود و نصاریٰ بالکل اپنی خواہشوں کے غلام ہو رہے ہیں جس طرف اُن کی خواہش

[1] شان نزول - جنگ احد میں مسلمانوں کو جب قدرتے تکلیف پہنچی جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ تو یہودیوں نے حذیفہ اور عمار سے کہا اگر تمہارا دین سچا ہوتا تو تمہیں تکلیف کیوں پہنچی۔ پس آؤ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

[2] اس آیت کے متعلق بعض بلکہ اکثر مفسرین نے لف و نشر مانا ہے مگر لف و نشر میں کمال درجہ عداوت مفہوم نہیں ہوتی جیسی کہ اس توجیہ میں۔ تامل - (منہ)

Marfat.com

ع ۱۴

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَقَالَتِ
اور نہ غم اٹھائیں گے ۔ اور یہود
الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ
کہیں کہ عیسائیوں کا کچھ ٹھیک نہیں ۔ اور
قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ
عیسائی کہیں یہودیوں کا کچھ ٹھیک نہیں ۔
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ
حالانکہ یہ دونوں کتاب پڑھتے ہیں ۔ ایسا ہی بے علم بھی
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ
انہیں کی طرح بولتے ہیں ۔ پس اللہ ہی
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
ان کے جھگڑوں میں قیامت کے دن
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ
فیصلہ کرے گا ۔ اور کون بڑا ظالم ہے اُن لوگوں
مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ
سے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے روکیں
وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ
اور اُن کی خرابی میں کوشش کریں ۔ ان لوگوں کو قدرت نہ ہوگی
لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ ○
کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
دنیا میں انہیں کو ذلت ہوگی اور قیامت میں بھی انہیں کو
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ
بڑا عذاب ہوگا اور اللہ ہی کا مشرق اور
الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ
مغرب ہے ۔ پس جدھر کو منہ پھیروگے وہیں خدا کی توجہ پاؤگے

لے جائے اُسی طرف چلتے ہیں ۔ تو پھر کیونکر اُن کو حق پہنچتا ہے کہ یہ دعوے کریں کہ سوائے ان کے کوئی شخص بھی نجات کا مستحق ہی نہیں ۔ ادھر تو تمہارے مقابلے میں یہ کہتے ہیں کہ خواہ یہودی ہو یا عیسائی مگر مسلمان نہ ہو ادھر آپس میں اُن کا یہ حال ہے کہ یہود کہیں کہ عیسائیوں کا کچھ ٹھیک نہیں اور عیسائی کہیں یہودیوں کا کچھ ٹھیک نہیں حالانکہ اپنے زعم میں یہ دونوں فریق اللہ کی کتاب یعنی تورات پڑھتے ہیں یہ تو بھلا تھے ہی ایسا ہی بے علم عرب کے مشرک بھی انہیں کی طرح بولتے ہیں کہ ہم ہی نجات کے حقدار ہیں ۔ سوائے ہمارے کوئی بھی نجات نہ پائے گا ۔ جب تک کہ بُت پرستی نہ کرے گا ہرگز نجات نہ ملے گی ۔ پس تم اُن کے خیالات واہیات نہ سنو ۔ اللہ ہی اُن کے جھگڑوں میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا ۔ جس کا فیصلہ آخری ہوگا ۔ بھلا اور اختلاف تو ہوا سو ہوا اللہ کے ذکر میں بھی کسی کو اختلاف ہے ؟ پھر کس منہ سے یہ کافر دینداری کا دعوے کرتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھی روکتے ہیں ۔ اور کون بڑا ظالم ہے اُن لوگوں سے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے روکیں اور اُن کی خرابی میں کوشش کریں ۔ اس لیے کہ جب ذکر والوں ہی کو روک دیا تو پھر اُن میں کون آئے گا خیر چند روزہ زور دکھالیں تھوڑے ہی دنوں بعد ان لوگوں کو قدرت نہ ہوگی کہ اُن مساجد میں داخل ہوں مگر دل میں ڈرتے ہوئے[1] نہ صرف یہی بلکہ دنیا میں انہیں کو ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور قیامت میں بھی انہیں کو بڑا عذاب ہوگا ۔ اگر تم کو اے مسلمانو! یہ کفار مکہ روکتے ہیں اور کعبہ میں نماز نہیں پڑھنے دیتے تو کوئی حرج نہیں نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے اس لیے کہ اللہ ہی کا تو سارا ملک مشرق مغرب ہے پس[2] جدھر کو منہ پھیروگے وہیں خدا کی توجہ اپنے حال پر پاؤگے بیشک اللہ بڑی ہی وسعت والا ہے اُس کے ملک کی وسعت کسی دنیا کے جغرافیہ میں محدود نہیں ہو سکتی پھر یہ بھی نہیں کہ کسی کے حال سے بے خبر ہو یا بتلانے کی حاجت پڑے بلکہ بڑے ہی وسیع علم والا ہے اُس نے تو ہر ایک

ل۱ یہ پیشگوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بعد فتح مکہ کے پوری ہوئی ۱۲ (منہ)

ل۲ شان نزول :- چند صحابہ نے جنگل میں بسبب اندھیرے کے خلاف جہت کعبہ نماز پڑھی اور نیز نوافل سواری پر بھی پڑھا کرتے تھے تو اس مسئلہ کے بتلانے کو کہ اگر غلطی سے کعبہ کی طرف نہ ہو سکو یا نوافل سواری پر پڑھو تو جائز ہیں ۔ یہ آیت نازل ہوئی ۔ (معالم)

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ وَقَالُوا اتَّخَذَ
بے شک اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا نے
اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي
اولاد بنائی ہے وہ پاک ہے بلکہ سب آسمان اور زمین
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ○
والے اُسی کے غلام ہیں سب کے سب اُسی کے آگے گردن جھکاتے ہیں۔
بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا قَضَىٰ
آسمان اور زمین کو بلا نمونہ اُسی نے بنایا ہے اور جس وقت کوئی
أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○
چیز چاہتا ہے تو صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔
وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا
اور بے علم کہتے ہیں خدا ہی کیوں نہیں ہم سے باتیں
اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ
کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس آوے۔ ان سے پہلے لوگوں نے
الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ
بھی ایسا ہی کہا تھا ان کے اُن کے
قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
دل ایک سے ہو رہے ہیں بے شک ہم بہت سی نشانیاں ماننے والوں کے لیے
يُوقِنُونَ ○ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ
بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے تجھ کو سچی ہدایت کے ساتھ
بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ
خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے اور تجھ سے دوزخ والوں
أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ○ وَلَن تَرْضَىٰ
کے حال سے سوال نہ ہو گا۔ اور ہرگز تجھ سے خوش نہ
عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ
ہوں گے نہ یہود نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تو بھی
تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ
اُن کے مذہب کا پیرو بنے۔ تو کہہ دے کہ ہدایت تو اصل وہی
هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
ہے جو اللہ کے ہاں سے ہو اگر تو بعد پہنچنے علم کے

چیز کو ایک آن میں جان رکھا ہے کوئی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں جا سکتی تم چاہے جنگل بیابان میں پڑھو خواہ دریا و ریگستان میں وہ سب کو جانتا ہے تمہارے دلی اخلاص کے مطابق تم کو بدلہ دے گا۔ ان بے ایمانوں کے کہنے سننے سے تم ملول نہ ہوا کرو۔ یہ تو خدا پر بھی بہتان لگانے سے نہیں رکتے دیکھو تو کیا کہتے ہیں کہ خدا نے بھی مثل ہمارے اپنے لیے اولاد بنائی ہے۔ کوئی کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں کوئی کہتا ہے کہ مسیح اور عزیر خدا کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ اُن کی بیہودہ گوئی سے پاک ہے کوئی اُس کا بیٹا بیٹی نہیں بلکہ سب آسمان اور زمین والے اُسی کے غلام ہیں یہ بھی نہیں کہ کوئی غلام سرکشی کر سکے اور قہری حکم سے کسی طرح انکار کرے بلکہ سب کے سب اُسی کے آگے گردن جھکاتے ہیں۔ بھلا کیوں نہ ہو وہ پاک ذات ایسی قدرت والی ہے کہ آسمان اور زمین کو جو اپنی ہیئت اور مضبوطی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے بلا نمونہ اُسی نے بنایا ہے اور کمال یہ کہ جس وقت کوئی چیز چاہتا ہے تو صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ مطلوب چیز فوراً موجود ہو جاتی ہے اور بھلا تم اُن کی باتوں سے ملال پذیر ہوتے ہو جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہم منہ سے کیا کہہ رہے ہیں آیا وہ امر ہو بھی سکتا ہے یا ہماری ہی ندامت کا باعث ہے سنو! یہ بے علم و نادان عرب کے مشرک اپنی بے علمی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ بھلا صاحب! یہ رسول جو خدا کی طرف سے آکر ہمیں سمجھاتے ہیں خدا ہی کیوں نہیں ہم سے سامنے ہو کر باتیں کرتا تاکہ ہم جلدی سے مان بھی لیں یا کوئی ایسی نشانی ہمارے پاس آوے جس سے ہم جان جائیں کہ بے شک یہ سچا رسول خدا کی طرف سے ہے اصل میں یہ اُن کے بہانے ہیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا کہ خدا ہم کو سامنے لا کر دکھا دو جب ہم مانیں گے بغور دیکھا جائے تو بالکل ان کے اُن کے دل ایک سے ہو رہے ہیں ایک ہی بیماری میں مبتلا ہیں سو جو علاج اُن کا ہوا تھا ان کا بھی ہو گا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ ہر ایک شخص مرضی کے موافق نشانیاں مانگتا پھرتا ہے۔ اصل نشانی نبوت کی تو قائل کی صفائی ہے کہ اُس کی حالت دیکھو کہ وہ کیسا ہے؟ آیا وہ دنیا ساز مکار ہے جوتی ہے یا کیا ہے؟ بے شک یہی نشانی مفید ہے سو ایسی ہم بہت سی نشانیاں ماننے والوں کے لیے بیان کر چکے ہیں جن کو ان باتوں کی تمیز ہے کہ نبوت کی بنا کن امور پر ہوا کرتی ہے سو بعد تلاش وہ تجھ میں ضرور پائیں گے اس لیے کہ ہم نے تجھ کو سچی ہدایت کے ساتھ بھلے کاموں پر خوشخبری دینے والا اور بُرے اطوار پر ڈرانے والا مقرر کر کے

Marfat.com

أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ
ان کی خواہش کے پیچھے چلا تو نہ تو
الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○
تیرا کوئی اللہ کے ہاتھ سے حمایتی ہوگا نہ مددگار
الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ
جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ
تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ
پڑھنا چاہیے۔ یہی لوگ اس کو مانتے ہیں۔ اور جو لوگ
يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ع ۱۴
اس سے انکاری ہیں وہی ٹوٹا پاوینگے۔
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ
اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے
اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى
تم پر کیے اور تمام جہان کے لوگوں پر
الْعٰلَمِيْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ
تم کو عزت دی۔ اور اس دن سے بچ جاؤ (جس میں) کوئی کسی کے
عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
کچھ کام نہ آسکے گا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائیگا اور نہ
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○
اس کو کسی کی سفارش ہی کام دے گی اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔
وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
اور جب ابراہیم کو اس کے خدا نے چند باتوں کا حکم دیا

بھیجا ہے۔ اگر یہ نالائق تیری بات نہ مانیں تو تجھے اُن کی طرف سے ہرگز ملال نہ ہو اس لیے کہ تجھ سے دوزخ والوں کے حال سے سوال نہ ہوگا کہ یہ کیوں دوزخ میں پہنچے۔ ہم جانتے ہیں کہ جتنے تیرے مخالف ہیں اکثر عنادی ہیں خاص کر اہل کتاب جو اپنے آپ کو اہل علم جانتے ہیں اُن کا تو یہ حال ہے کہ ہرگز تجھ سے خوش نہ ہوں گے نہ یہودی نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تو ہی اُن کے غلط مذہب کا پیرو بنے پس تو اُن سے کہہ دے کہ ہدایت تو اصل وہی ہے جو اللہ کے ہاں سے ہو نہ کہ تمہاری ترہات کہ خدا نے اولاد بنائی اور اپنے بیٹے کو کفارہ کیا وغیرہ ذلک من الخرافات۔ ایسے ہی لوگوں کی چال سے ہوشیار رہو اور اگر تو بھی خدانخواستہ بعد پہنچنے علم یقینی کے ان کی خواہش کے پیچھے چلا تو بس تیری بھی خیر نہیں سخت بلا میں مبتلا ہوگا۔ پھر نہ تو تیرا کوئی اللہ کے ہاتھ سے حمایتی ہوگا کہ اُس سے رہائی دلا سکے اور نہ کوئی مددگار جو اُس کی پکڑ سے چھڑا سکے تجھے اُن کے انکار سے کیوں ملال ہوتا ہے تیرے تابع تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ہم نے کتاب (قرآن) دی ہے وہ اُس کو پڑھتے ہیں جیسا پڑھنا چاہیے۔ یہی لوگ اُس کو مانتے ہیں اور جو لوگ اُس سے انکاری ہیں قیامت میں وہی ٹوٹا پاویں گے کیا ایسے عنادی بھی اس قابل ہیں کہ تو اُن کو خوش کرنے کی فکر کرے ہرگز نہیں خاص کر یہودی تو ایسی نرمی اور ملاہنت سے زیادہ بگڑتے ہیں۔ میں نے جس قدر اُن پر احسان کیے سب کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ اے بنی اسرائیل کے لوگو! یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کیے کہ فرعون جیسے موذی سے تم کو چھڑایا اور تمام جہان کے لوگوں پر تم کو عزت دی کہ تم میں نبی اور رسول بھیجے پھر کیا میری شکرگزاری یہی کرتے ہو کہ میرے سچے رسول کو نہیں مانتے بلکہ بجائے ماننے کے سب و شتم سے پیش آتے ہو۔ آخر ایک روز تو میرے سامنے آؤ گے۔ اب بھی اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اُس دن کے وبال سے بچ جاؤ جس میں کوئی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا۔ اور نہ اُس سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور نہ اُس کو کسی سفارش ہی کچھ کام دے گی اور نہ اُن مجرموں کو کسی زبردست کی طرف سے مدد پہنچے گی کہ ہماری پکڑ سے اُن کو رہائی دلا سکے۔ بلکہ سب کے سب اپنے ہی حال میں حیران سرگرداں ہوں گے تعجب ہے کہ تم نے اپنے بڑوں کی اقتدا بھی چھوڑ دی۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) کی حالت کو بھی بھول گئے۔ جب کہ اُس ابراہیم کو اُس کے خدا نے چند باتوں کا حکم دیا پس اُس بندہ کامل نے ان سب کو پورا کیا۔ پھر اس کے انعام میں خدا نے اسے کہا میں تجھ کو سب لوگوں کا امام اور پیشوا

شان نزول لے کہ ایک صحابہ مشرکین سے تنگ آکر حبشہ کو چلے گئے وہاں کا حاکم عیسائی تھا۔ وہ کسی کے مذہب سے پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنا کہ آپ مدینہ منورہ میں ہجرت کر آئے ہیں اور سب مسلمان آپ کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں یہ سن کر وہاں سے مدینہ کو چل پڑے راہ میں بوجہ بحری سفر کے ان کو بہت تکلیف ہوئی۔ ان کی خاطر داری کو یہ آیت اتری (معالم)

فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

پس اُس نے اُن سب کو پورا کیا ۔ خدا نے اُسے کہا میں تجھ کو سب لوگوں کا

اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا

امام بناؤں گا ۔ وہ بولا میری اولاد میں سے (بھی کسی کے نصیب کر) (خدا نے) کہا

یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا

ظالموں کو میرا وعدہ نہیں پہنچے گا اور جب ہم نے کعبہ کو

الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَ

لوگوں کا مرجع اور بڑے امن کی جگہ بنایا ۔ اور (حکم دیا کہ)

اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ

ابراہیم کی جگہ نماز پڑھو

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم بھیجا

اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ

کہ میرا (عبادت) خانہ طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

رکوع سجود کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھو ۔ اور جب ابراہیم نے دعا کی

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ

اے مولا! اس شہر کو بڑے آرام کی جگہ بنا ۔ اور اس کے رہنے

اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

والوں کو جو خدا کو مانیں اور قیامت کے دن پر یقین لاویں

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

میوے نصیب کر خدا نے کہا (ایمانداروں کو دوں گا)

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰی عَذَابِ

اور کافروں کو بھی کسی قدر نفع مند کروں گا ۔ پھر اُن کو آگ کے عذاب میں

النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ وَاِذْ یَرْفَعُ

پھینکوں گا جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔ اور جب ابراہیم

بناؤں گا ۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جو تیرے پیچھے چلیں گے وہ اپنی نیک ارادہ سے بولا یا اللہ! مجھے امام بنا، اور میری اولاد میں سے بھی کسی کو یہ رتبہ نصیب کر کہ وہ بھی مخلوق کی رہنمائی کریں کیونکہ اولاد کی لیاقت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ خدا نے کہا بیشک تیری اولاد سے بھی یہ مرتبہ بعض لوگوں کو ملے گا مگر چونکہ پانچوں انگلیاں بھی یکساں نہیں ہوتیں اس لیے اُن میں بعض بدکردار بھی ہونگے جو آپس میں ظلم و ستم کریں گے پس ایسے ظالموں کو یہ میرا وعدہ نہیں پہنچیگا ۔ ایسے اخلاص اور اطاعت کے سبب سے ہم نے ابراہیم کے نیک کام کو قبول کیا ۔ تمہیں یاد نہیں؟ کہ جب ہم نے ابراہیم کے بنائے ہوئے کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور بڑے امن کی جگہ بنایا اور عام طور پر حکم دیا کہ ابراہیم[1] کی جگہ نماز پڑھو اور اُس کی دُعا کا کسی قدر ظہور تو اُس کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا کہ ہم نے ابراہیم اور اُس کے بڑے بیٹے اسمٰعیل کو حکم بھیجا کہ میرا عبادت خانہ طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے شرک کی آلودگی سے صاف ستھرا رکھو اس پر بھی اس بندۂ کامل نے پورا عمل کیا ۔ اُس کی اخلاصمندی کا ایک واقعہ اور بھی سنو! جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے مولا! اپنی مہربانی سے اس شہر مکہ کو بڑے آرام کی جگہ بنا جس طرح اس کے ارد گرد لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے اس میں نہ ہو اور ابراہیم نے اپنے دل میں یہ سمجھا کہ مثل سابق اب کی دفعہ بھی میری دعا فی الجملہ واپس نہ ہوگی ۔ اسی لیے اُس نے بعد سوچ بچار کے ڈرتے ڈرتے یہ کہا کہ اس کے رہنے والوں کو جو پختہ طور سے اپنے خدا کو مانیں اور قیامت کے دن پر یقین لاویں محض اپنی مہربانی سے عمدہ عمدہ میوے نصیب کر چونکہ یہ درخواست ابراہیم کی کچھ لیسے مطلب کی نہیں تھی جو کسی قوم کے نیک و بد سے مخصوص ہو اس لیے کہ دنیا کا رزق تو عام طور پر ایسا ہے کہ بہتیرے مومن حیران ہیں اور بہتیرے فاسق فاجر مزے میں گذارتے ہیں اس لیے خدا نے کہا ہاں بیشک ایمانداروں کو دونگا ۔ اور ان کے سوا کافروں کو بھی دنیا میں کسی قدر نفع مند کروں گا ۔ پھر اس کے بعد اُن کو عذاب میں پھینکوں گا جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔ یہ سُن کر ابراہیم بہت ہی خوش ہوا اور اپنے کام میں مشغول رہا بالکل

شانِ نزول

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں عرض کیا کہ آپ مقام ابراہیم میں نماز پڑھا کریں ۔ اُن کی درخواست پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ راقم کہتا ہے اس آیت سے بلحاظ اس قصہ کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمالی بزرگی ثابت ہوتی ہے ۔ مگر دیکھنے کو چشم بصیرت چاہیے ۔ منہ

Marfat.com

اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ
اور اسمٰعیل کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ
کہتے تھے اے ہمارے مولا! تو ہم سے (اس کو) قبول کر تو ہی سنتا
الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ
اور جانتا ہے۔ اے مولا ہمارے ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا
وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا
اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا تابعدار کیجو اور تو ہم کو
مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
ہماری عبادت کے طریقے بتا اور تو ہم پر رحم فرما تو ہی
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ
ہے بڑا رحم کرنے والا مہربان۔ اے ہمارے مولا! تو ان میں
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ
انہیں میں سے ایک رسول پیدا کیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنا دے
وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ
اور کتاب (آسمانی) اور نیک اخلاق ان کو سکھاوے اور انکو پاک صاف کرے

کسی طرح سے اس کے دل میں کوئی ایسی بات نہ آئی تھی جو اخلاص سے خالی ہو اور سنو! جب ابراہیم اور اس کا بیٹا اسمٰعیل کعبہ کی بنیاد بحکم ربانی اٹھا رہے تھے تو اس وقت بھی یہی کہتے تھے کہ اے ہمارے مولا! تو ہم سے اس کار خیر کو قبول کر اس لیے کہ تو ہی ہماری باتیں سنتا ہے اور ہمارے دل کی آرزوئیں جانتا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اپنی ترقی درجات کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہے کہ اے ہمارے مولا! ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا نہ صرف ہم کو بلکہ ہم کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو ضرور ہی اپنا تابعدار کیجو اے ہمارے مولا! چونکہ ہم تیرے عاجز بندے ناقص العقل تیری رضا خود بخود دریافت نہیں کر سکتے جب تک تو ہی اپنی مرضی پر مطلع نہ کرے اس لیے ہم عرض پرداز ہیں کہ تو ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتلا اور اگر اس بتلائے ہوئے میں کسی طرح کا ہم سے قصور واقع ہو تو ہم پر رحم فرما اس لیے کہ تو ہی ہے بڑا رحم کرنیوالا مہربان۔ یہ دونوں باپ بیٹا نیک کاموں پر کچھ ایسے حریص تھے کہ علاوہ مذکورہ بالا دعا کے آئندہ کو بھی اپنی اولاد کے لیے درخواست کرتے رہے کہا ہمارے مولا! چونکہ بغیر کسی ہادی کے انسان کا ہدایت یاب ہونا مشکل امر ہے اس لیے گذارش ہے کہ تو ان لوگوں میں انہیں میں کا ایک رسول [1] بھی پیدا کیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب آسمانی کے احکام اور نیک اخلاق ان

[1] ایک رسول پیدا کیجو) اس آیت میں خدا نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ التحیہ کی نبوت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ آپ حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں محتاج دلیل نہیں کل دنیا کے لوگ یہود و نصاریٰ اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ آپ بلکہ آپ کا تمام خاندان قریش بلکہ قریب قریب کل عرب حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہیں اور اسمٰعیل ابراہیم علیہما السلام کے بڑے بیٹے تھے جن کے حق میں توریت سے بھی اتنی شہادت ملتی ہے۔

"اور ہاجرہ ابراہام کے لیے بیٹا جنی اور ابراہام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسمٰعیل رکھا اور جب ابراہام کے لیے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابراہام چھیاسی برس کا تھا۔" (پیدائش ۱۶ باب ۱۸ آیت)

اسی کتاب کی دوسری جگہ لکھا ہے:-

"اسمٰعیل کے حق میں (اے ابراہیم) میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔" (۱۷ باب ۲۰ آیت)

پس عبارت مذکورہ بالا توراۃ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ابراہیم کے نہ صرف بیٹے بلکہ موعود بالبرکت تھے گو یہ واقعہ بناء کعبہ تو توراۃ میں مصرح مذکور نہیں اور اس کے مذکور نہ ہونے کی وجہ شاید وہی ہے جس کا مفصل ذکر ہم عیسائیوں کی پہلی غلطی کی ذیل میں کر آئے ہیں لیکن اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کو

ع ۸ ۱۵ ۱۵

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ وَمَن يَرْغَبُ
بے شک تو غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے - اور ابراہیم کی راہ سے سوائے
عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ وَ
احمقوں کے کون روگردان ہوگا حالانکہ ہم نے
لَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ
اس کو دنیا میں پسند کیا ہے اور آخرت میں بھی
لَمِنَ الصَّالِحِينَ ○ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ
وہ نیک بندوں میں ہوگا جب خدا نے اُسے کہا کہ میری تابعداری کیجیو
قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ وَوَصَّىٰ
وہ بولا میں اللہ رب العالمین کا مدت سے تابعدار ہوں - اور ابراہیم
بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ
اور یعقوب نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ اے میرے بیٹو
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ
خدا نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے پس تم مرتے دم تک
إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ○ أَمْ كُنتُمْ
اسی پر رہیو - بلکہ اس امر کے تو تم بھی
شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ
گواہ ہو کہ یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں
قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي
سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے ؟
قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ
اُنہوں نے کہا کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا

کو سکھا دے اور اپنی صحبت مؤثرہ میں اُن کو اخلاق ردّیہ مثل شرک کفر حسد بغض کینہ کبر وغیرہ سے پاک صاف کرے تو تو ایسے بہت سے کام کر سکتا ہے بیشک تو ہر کام پر غالب ہے جو چاہے سو کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کے بڑی حکمت والا بھی ہے جس کسی کو اس خدمت کے لائق سمجھے گا مامور کرے گا۔ بتلاؤ تو ایسے بھلے آدمی ابراہیم علیہ السلام کی راہ سے سوا احمقوں کے کون روگردان ہوگا حالانکہ ہم نے اُس کو تمام لوگوں سے دنیا میں پسند کیا ہے اور آخرت میں بھی وہ نیک بندوں کی جماعت میں ہوگا۔ اگر اُس کی بزرگی میں شک ہو تو یاد کرو جب خدا نے اُسے کہا کہ میری تابعداری کیجیو وہ فوراً بولا کہ میں دست بستہ حاضر اللہ رب العالمین کا مدت سے تابعدار ہوں بعد اس کے پھر ہمیشہ تک ایسا ہی اخلاص مند رہا اور ابراہیم نے اور اُس کی تاثیر صحبت سے اُس کے پوتے یعقوب نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! خدا نے تمہارے لیے یہی توحید کا دین پسند کیا ہے پس تم مرتے دم تک اُسی پر رہیو بلکہ اس امر کے تو تم بھی گواہ ہو۔ یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں کو بطور نصیحت اور آزمائش کہا تھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے جس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اُن کے منہ سے نکلوالوں کہ صرف خدا کی ہی عبادت کریں گے چنانچہ اُنہوں نے بھی اُس کے منشا کے مطابق ہی کہا کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے اور ہم تو اب بھی اُسی کے فرمانبردار ہیں یہ ایک جماعت کیسی بابرکت تھی جو اپنے وقت میں گذر گئی صرف زبانی جمع خرچ کرنے والوں کا ان سے کیا علاقہ اُن کی کمائی اُن کو ہوگی تمہاری کمائی تم کو ہے۔ تم کو اُن کے کیے سے

ع ۵

شان نزول

وَمَن يَرْغَبُ عبداللہ بن سلام نے اپنے دو بھتیجوں کو کہا کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ ایک تو ان میں سے ہو گیا دوسرے نے انکار کیا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

اپنے بیٹے اسمٰعیل کے لیے بہت کچھ خیال تھا جس کے جواب میں ارشاد باری پہنچا کہ میں نے تیری سُنی۔ خاندان نبوت اور سلسلہ رسالت بلکہ عام اہل اللہ کے حالات دیکھنے سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسے موقعہ پر دنیاوی برکت اور ظاہر کثرت تعداد سے خوش نہیں ہوا کرتے جب تک کہ اُن کی اولاد میں اُن کا ہم مرتبہ یا اُن سے بڑھ کر کوئی پیدا نہ ہو پس ان وجوہ کے لحاظ سے الفاظ قرآن اور توریت دونوں متفق ہیں کہ اسمٰعیل کی اولاد سے کوئی نبی ہونا چاہیے جس سے اُن کی اولاد کو بابرکت کیا جائے پس وہ نبی وہی ہے جو سید ولد آدم و لا فخر کا مصداق ہے۔ بیشک سچ ہے ؎

دعائے خلیل اور نوید مسیحا
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

شان نزول ۔ ؎ (ام کنتم شهداء) یہودیوں نے کہا کہ حضرت یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں کو یہودیت کے قائم رکھنے کی وصیت کی ہوئی ہے آپ ہم کو یہودیت سے کیوں بدلاتے ہیں۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

Marfat.com

إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا

اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے

وَاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ تِلْكَ

اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہ ایک

أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا

جماعت تھی جو گذر گئی۔ اُن کی کمائی اُن کو اور تمہاری کمائی

كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

تم کو ہے۔ تمہیں اُن کے کیے سے سوال نہ ہو گا

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوا ۗ

اور کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ

تو کہہ دے بلکہ ابراہیم یک رُخا کی راہ ہم نے پکڑ رکھی ہے۔ اور وہ مشرک

الْمُشْرِكِينَ ۝ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا

نہ تھا۔ تم کہہ دو کہ ہم خدا کو اور اُس کتاب کو مانتے ہیں

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلٰى إِبْرٰهِيمَ

جو ہماری طرف اُتری اور اُس کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیم اور

وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کی اولاد کی طرف اُتاری گئی

وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَمَا أُوتِيَ

اور جو کچھ موسٰی اور عیسٰی اور سب نبیوں کو خدا کی

النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

طرف سے ملا (تسلیم کرتے ہیں) اور ہم (اللہ کے) نبیوں میں

أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ فَإِنْ

تفریق نہیں کرتے اور ہم اُسی کے تابعدار ہیں پس اگر وہ

آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ

تمہاری مانی ہوئی (کتاب) کو مان لیں تو ہدایت پر آ گئے

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ

اور اگر اعراض کریں تو وے سخت ضدی ہیں۔

سوال نہ ہو گا۔ نہ اُن کو تمہارے کیے کی پوچھ۔ تم اُن سے علیحدہ۔ وے تم سے جُدا۔ تعجب ہے کہ باوجود زبانی جمع خرچ کے یہ لوگ اپنے ہی کو ہدایت پر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری طرح یہودی[۱] یا عیسائی ہو جاؤ۔ اِس سے ہدایت یاب ہو جاؤ گے گویا اُن کے نزدیک سوائے یہودیت کے کوئی طریق درست نہیں تو کہدے کہ تمہارے ڈھکوسلات تو ہم ہرگز نہ سنیں گے اور نہ اُن پر عمل کریں گے۔ بلکہ ہم تو حضرت ابراہیم یک رُخا کے پیچھے چلیں گے اور اُسی کی راہ ہم نے پکڑ رکھی ہے جو تمام نفسانی خواہشوں سے پاک و صاف ہو کر خدا کا بندہ ہو گیا تھا اور وہ مشرک نہ تھا جیسے کہ تم ہو۔ پس ہم تمہارے پیچھے چل کر مشرک بننا نہیں چاہتے۔ اس تمہارے کہنے سے اگر لوگوں میں یہ مشہور کریں کہ مسلمان توریت انجیل کو خدا کا کلام نہیں مانتے تو تم بلند آواز سے کہدو کہ یہ الزام ہم پر غلط ہے سب سے پہلے ہم خدا واحد کو مانتے ہیں۔ اور اُس کتاب کو مانتے ہیں جو ہماری طرف اُتری اور اُس کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم اور اُس کے بڑے بیٹے اسحاق اور اُس کے پوتے یعقوب اسرائیل اور اُس کی اولاد علیہم السلام کی طرف خدا کے ہاں سے اُتاری گئی اور خاص کر اُس کلام کو مانتے ہیں جو کچھ حضرت موسٰی اور عیسٰی کو خدا کے ہاں سے زندگی میں ملا تھا اور جو عموماً سب نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہم سب کو تسلیم کرتے ہیں اور بدل و جان قبول کرتے ہیں بڑی بات ہم میں یہ ہے کہ اللہ کے نبیوں میں تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض سے انکاری ہوں جیسے تم حضرت مسیح اور سید الانبیاء محمد علیہما السلام سے منکر ہو اور ہم میں بفضلہ تعالےٰ یہ عیب بھی نہیں کہ ہم تمہاری طرح مطلب کے وقت خدا کے حکموں پر غیروں کو ترجیح دیں بلکہ ہم تو صرف اُسی کے تابعدار ہیں۔ پس بعد اس اظہار صریح کے اگر وہ تمہاری مانی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید کو مان لیں تو جان لو کہ ہدایت پر آ گئے اور اگر حسب دستور قدیم اعراض کریں تو معلوم کرو کہ وے سخت ضدی ہیں اگر وے تجھ سے (اے رسول) کچھ اذیت کا قصد کریں تو بس خدا تجھ کو اُن کی شرارت سے بچا لے گا۔ اِس لیے

شانِ نزول [۱] وقالوا کونوا ھودا۔ یہود مدینہ اور نصاریٰ نجران دونوں مسلمانوں سے آ کر جھگڑنے لگے اور ہر ایک اپنے مذہب کی طرف بلاتا تھا اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ رف

Marfat.com

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ
پس خدا تجھ کو اُن سے بچائے گا وہ سُنتا (اور)
الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ
جانتا ہے۔ تم کہہ دو کہ اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے اور
أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ
بتلاؤ تو اللہ سے کس کا رنگ اچھا ہے؟ اور ہم
لَهُ عَابِدُونَ ۝ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا
اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ تو کہدے کیا تم ہم سے
فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا
خدا کے فضل کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا تمہارا
أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ
مالک ہے اور ہمارے اعمال ہم کو اور تمہارے اعمال تم کو اور ہم
لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ أَمْ تَقُولُونَ
اُسی کے خلاص مند ہیں کیا تم یہ کہتے ہو کہ
إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَ
ابراہیم اور سمٰعیل اور
إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ
اسحاق اور یعقوب اور اُس کی اولاد
كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ قُلْ
یہودی اور عیسائی تھے تو کہدے
أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ
بھلا تم خوب جانتے ہو یا اللہ اور کون
أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً
زیادہ ظالم ہے اُس سے جو اپنے پاس سے
عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ
اللہ کی شہادت کو چھپائے۔ اور خدا تمہارے
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ تِلْكَ
کاموں سے بے خبر نہیں
أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ
ایک جماعت تھی جو گذر گئی اُن کی کمائی اُن کو ہے

کہ وہ تیرے مخالفوں کی سرگوشیاں اور باہمی مشورے سُنتا ہے اور اُن کے دلی عناد کو بھی جانتا ہے۔ اُن کا یہ بھی ایک داؤ ہے کہ اپنے مذہب میں لاتے ہوئے رنگ کے چھینٹے ڈالتے ہیں اور اُس کو الٰہی رنگ کہتے ہیں اور عوام لوگوں کو اس دھوکہ سے کہ آؤ اِس سچے رنگ سے اپنے کو رنگو دام میں لاتے ہیں۔ سو تم اُن کے جواب میں کہدو کہ تمہارا رنگ تو پھیکا بلکہ سرے سے کچھ بھی نہیں اصل اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے۔ یعنی اس کے خالص بندے بن چکے ہیں۔ بھلا بتلاؤ تو اللہ سے کس کا رنگ اچھا ہے؟ تمہاری طرح ہم زبانی جمع خرچ نہیں رکھتے۔ بلکہ ہم تو دل و جان سے اللہ کے حکموں کو مانتے ہیں اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اب بھی اگر یہ اہل کتاب باز نہ آئیں اور اے رسول! تیری نبوت کو اس وجہ سے جھٹلا دیں کہ تو بنی اسمٰعیل سے ہے اور اُن کا خیال ہے کہ نبوت خاصہ بنی اسرائیل کا ہے۔ تو تو اُن سے کہہ دے کیا تم ہم سے خدا کے فضل اور بخشش کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ کیا نبوت اپنا ہی حق جانتے ہو اور ہم کو اس سے علیحدہ ہی رکھنا چاہتے ہو۔ بھلا تم میں کون سی ترجیح ہے حالانکہ بندگی میں ہم تم سب برابر ہیں۔ اور وہ ہمارا اور تمہارا سب کا مالک ہے اور اعمال میں بھی تم کو کسی قسم کی رعایت نہیں کہ اوروں کی کمائی تم کو مل جائے۔ بلکہ ہمارے اعمال ہم کو اور تمہارے اعمال تم کو جو کرے وہ بھرے۔ ہاں اگر غور کیا جائے تو قابل ترجیح بات ہم میں ہے کیونکہ ہم اُس کے سب احکام مانتے ہیں۔ اور ہم دل سے اُسی کے خلاص مند ہیں نہ کہ تمہاری طرح مطلب کے یار۔ غرض ہو تو خدا کے بن گئے۔ جب مطلب حاصل ہوا تو پھر کون۔ یہ بھی تو اُن سے پوچھو کہ کیا تم بجائے چھوڑنے ان واہیات خیالات کے یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم اور اُس کے دونوں بیٹے اور پوتا اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام اور اُس کی سب اولاد تمہاری طرح یہودی یا عیسائی تھے۔ تو اے رسول! اُن سے کہہ دے بھلا کیونکہ ہم تمہاری باتیں مانیں کہ وہ ایسے تھے حالانکہ ہم کو خدا نے بختم طور سے بتلایا ہے کہ ان بزرگوں کی یہ روش نہ تھی جو تم نے نکال رکھی ہے۔ کیا تم خوب جانتے ہو یا اللہ خوب جانتا ہے۔ جی ہیں تو یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ حضرات ان جیسے نہ تھے مگر لوگوں کی شرم سے چھپاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ بھی ایک قسم کی شہادت ہے اور کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جو اپنے پاس سے اللہ کی بتائی ہوئی شہادت کو چھپائے۔ یقیناً جانو کہ خدا تم کو اس کتمان پر مواخذہ کریگا۔ اِس لیے کہ خدا تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ اصل پوچھو تو تم یہود و نصاریٰ کو ان بزرگوں سے کیا مطلب؟ یہ ایک جماعت پسندیدہ تھی جو اپنے وقت پر گذر گئی۔ اُن کی کمائی اُن کو ہے اور تمہاری تم کو اور تم اُن کے کئے سے

Marfat.com

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ
اور تمہاری کمائی تم کو اور تم اُن کے کیے سے
عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ سَيَقُوْلُ
نہ پوچھے جاؤ گے بے وقوف لوگ
السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ
جھٹ سے کہیں گے کہ کس چیز نے اُن کو
عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ط
اُن کے قبلے سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے۔
قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط
تو کہدیجیو مشرق مغرب خدا ہی کا ہے
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی
مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ
کرتا ہے اسی طرح ہم نے تم کو
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
میانہ روش بنایا تاکہ تم لوگوں پر حکمران
عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
ہو اور رسول تم پر
عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط وَمَا جَعَلْنَا
حاکم بنے اور ہم نے اُس قبلہ کو

ع ۱۶/۱۲ ربع

نہ پوچھے جاؤ گے اور نہ وہ تمہارے کردار سے۔ تم اُن سے اجنبی۔ وہ تم سے بیگانے پھر بار بار اُن کا نام لینے سے کیا فائدہ۔ جب تک کہ اُن کی تابعداری نہ ہو۔ چونکہ تم مسلمان حضرت ابراہیم کے تابع ہو اس لیے مناسب ہے کہ اُسی کے قبلہ کی طرف نماز پڑھو۔ مگر اس کی مصلحت اور حکمت نہ سمجھنے والے بے وقوف[۱] لوگ جھٹ سے کہیں گے کہ کس چیز نے ان مسلمانوں کو اُن کے پہلے قبلہ بیت المقدس سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے سے تھے تو اُن کے جواب میں کہدیجو کیا ہم بیت المقدس کی عبادت کرتے تھے کہ اب اُس میں فرق آگیا۔ ہرگز نہیں بلکہ خدا کی کرتے ہیں اور مشرق مغرب جنوب شمال تو سب خدا ہی کا ہے ہر ایک طرف سجدہ ہو سکتا ہے ہاں تعین جہت اُس کے حکم سے ہے جس طرف کا حکم دے گا اُسی طرف کو جھک جائیں گے ہاں یہ بے شک ہے کہ کسی جانب کی تعیین جب ہی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مصلحت اور دوسروں سے ترجیح پائی جائے لیکن ایسے مصلحت آمیز امور ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آیا کرتے خدا ہی جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم کو اُسی نے اس کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی سمجھا دیا کہ ابراہیمی یادگار کا قائم رکھنا مناسب ہے جس نے خدا کی مرضی کے حاصل کرنے کے لیے تمام لوگوں کی ناگوار سختیوں کو بھی برداشت کیا تاکہ لوگ اس امر کو جان کر کہ خدا اپنے بندوں کے خلاص کے موافق قدر افزائی کیا کرتا ہے اخلاص مندی کا سبق حاصل کریں جیسا کہ ہم نے تم کو کعبہ ابراہیمی کی رہنمائی کی ہے۔ اسی طرح ہم نے تم کو ایک اعلیٰ نعمت بھی عطا کی ہے وہ یہ کہ تم کو میانہ روش بتایا ہے دنیاوی اور مذہبی امور میں افراط تفریط سے بالکل صاف اور ظلم اور بے جا قومی حمایت سے پاک۔ سچ پوچھو تو یہ خصائل ترقی قومی اور بہبودی ملکی کے لیے ضروری ہیں اسی وجہ سے تم (اصحاب) کو ایسا بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر حکمران ہو۔ اور رسول جو ان صفات سے ہر طرح کامل اور مکمل ہے تم پر حاکم[۲] بنے۔ یہ لوگ ایسے بیہودہ بکواس ہی میں رہ جائیں گے۔ اور تم اُن کے دیکھتے ہی

شانِ نزول

[۱] (سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ) جب آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لے گئے تو آپ بیت المقدس کی طرف جو انبیاء کا قبلہ رہا تھا قریباً سولہ مہینے نماز پڑھتے رہے مگر دل میں یہ شوق غالب تھا کہ میں اپنے باپ سید الموحدین ابراہیم (علیہ السلام) کے کعبہ کی طرف نماز پڑھوں چونکہ اس خواہش کے پورا ہوتے پر مخالفین (یہود نصاریٰ مشرکین عرب اور چھپے دشمن ان کے بھائی منافقوں) نے شور مچانا تھا۔ اس لئے حکم آنے سے پہلے ہی ان کے حال سے اطلاع دی گئی اور کسی قدر اجمالی تفصیلی جوابات کے بعد تحویل قبلہ کا حکم صادر فرمایا کہ تعمیل میں آسانی ہو۔ منہ

حاشیہ نمبر ۱۵

[۲] (لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) اس آیت کے معنی جمہور مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ "تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے" پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ شہادت دنیا کے متعلق ہے یا آخرت میں۔ تفسیر کبیر میں پہلے لوگوں کی تقریر میں لکھا ہے۔

فهذه الشهادة اما ان تكون فى الاخرة او فى الدنيا لاجائز ان تكون فى الاخرة لان الله تعالى جعلهم

یہ شہادت (دو حال سے خالی نہیں، یا تو آخرت میں ہو گی یا دنیا میں (لیکن) آخرت میں تو اس کا ہونا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا نے ان کو دنیا میں عادل اس لیے

Marfat.com

عدولا فی الدنیا لاجل ان یکونوا شهداء و ذلک یقتضی ان یکونوا شهداء فی الدنیا انما قلنا انه تعالیٰ جعلهم عدولا فی الدنیا لانه تعالیٰ قال وکذلک جعلنکم امة وهذا اخبار عن الماضی فلا اقل من حصوله فی الحال وانما قلنا ان ذلک یقتضی صیرورتهم شهودا فی الدنیا لانه تعالیٰ قال وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس رتب کونهم شهداء علی صیرورتهم وسطا ترتیب الجزاء علی الشرط فاذا حصل وصف کونهم وسطا فی الدنیا وجب ان یحصل وصف کونهم شهداء فی الدنیا (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳)

بنایا تاکہ وے گواہ بنیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں گواہ ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو دنیا میں عادل کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے وکذلک جعلنکم فرمایا ہے۔ اور یہ خبر واقعہ گذشتہ سے دی گئی ہے پس کم سے کم اس کا حصول زمانہ حال میں ہونا چاہئے۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ اس سے ان کا دنیا میں گواہ ہونا لازم آتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو امت متوسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر اور رسول تم پر گواہ ہو۔ اس کلام کو ایسا مرتب کیا جیسے شرط جزا ہوا کرتی ہے۔ پس جب ان کا وسط ہونا دنیا میں حاصل ہے تو گواہ بھی دنیا میں ہونا واجب اور ضروری ہوگا۔"
انتہیٰ۔

رہا یہ سوال کہ دنیا میں ان کی گواہی کا کیا مطلب سو اس کا جواب ان لوگوں کے نزدیک جو اس شہادت کو دنیا کے متعلق مانتے ہیں یہ ہے کہ اس شہادت سے مراد اجماع ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں اس سے آگے چلکر کہا ہے کہ:۔

فثبت ان الایة تدل علی ان الاجماع حجة ج۲ ص۱

ثابت ہوا کہ آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

بعض لوگ بلکہ اکثر کہتے ہیں کہ یہ شہادت قیامت میں ہوگی جب انبیاء کی امتیں تبلیغ رسل سے انکار کرینگی تو اس وقت امت محمدیہ انبیاء کی طرف سے شہادت دے گی کہ بے شک انہوں نے اپنی اپنی امت کو پہنچا دیا۔ اور جناب رسالت مآب اپنی امت کا تزکیہ کرینگے کہ میری امت کے لوگ سچے گواہ ہیں اس مضمون کی ایک حدیث بھی صحیح مسلم میں آئی ہے جو ان معنی کو تقویت دیتی ہے مگر چونکہ پہلے لوگوں کی دلیل بھی قوی ہے اس لئے امام رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں دونوں کو جمع کرنا چاہا ہے اور کہا ہے کہ:۔

فالحاصل ان قوله تعالیٰ فتکونوا شهداء علی الناس اشارة ان قولهم عند الاجماع حجة من حیث ان قولهم عند الاجماع یبین للناس الحق ویؤکد ذلک قوله تعالیٰ ویکون الرسول علیکم شهیدا یعنی مؤیدا ومبینا ثم لا یمتنع مع ذلک لهم الشهادة فی الاخرة فیجری الواقع منهم فی الدنیا مجری التحمل لانهم اذا اثبتوا الحق عرفوا عنده من القائل ومن الراد ثم یشهدون بذلک یوم القیمة کما ان الشاهد علی العقود یعرف ما الذی تم وما الذی لم یتم ثم یشهد بذلک عند الحاکم (ج ۲ صفحہ ۱)

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تم گواہ ہوگے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کی بات اجماع کے وقت دلیل ہوگی۔ اس لحاظ سے کہ اجماع کے وقت لوگوں کو حق بتا دیں گے۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے۔ خدا کا فرمانا کہ رسول تم پر گواہ ہوگا۔ یعنی ادا کرنے والا اور بیان کرنے والا یہ ہوکر بھی اجماع حجت ہے۔ اور اس دلیل سے دنیاوی شہادت معلوم ہوتی ہے ممکن ہے کہ قیامت میں بھی ان کی شہادت ہو پس دنیا کی شہادت ان کے حق میں گویا کہ دریافت واقع ہے اس لئے کہ جب انہوں نے دنیاوی شہادت سے ایک امر کو ثابت کیا تو گویا اس وقت وہ ماننے اور نہ ماننے والوں کو جان لیں گے۔ پھر اس بات کی قیامت میں شہادت دیں گے جیسا کہ گواہ وقت بیع عقد تام اور غیر تام کو جانتا ہے۔ پھر اس امر کی حاکم کے پاس شہادت ادا کرتا ہے"
انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں یہ طریق جمع بین الشہادتین جو امام ممدوح نے بیان کیا ہے اس میں ایک طرح کا شبہ ہے۔ کیونکہ امام صاحب نے دنیاوی شہادت کو بمنزلہ تحمل شہادت کے قرار دیا ہے حالانکہ اس شہادت کو اس شہادت سے مباینت ہے۔ اس لئے کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ اس آیت سے اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے یہ کہنا باقی ہے کہ اجماع مثبت فروعات شرعیہ کا ہوتا ہے اور شہادت اُخروی جیسی کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے امم سابقہ کے مقابلہ پر ہوگی جن کو فروعات شرعیہ محمدیہ سے کوئی علاقہ نہیں پس جبکہ حسب منشاء امام جمع بین الشہادتین ہی ضروری ہے اور یہ امر ہر حال میں اولیٰ اور انسب ہے کہ اس آیت

Marfat.com

الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ
جس کی طرف تو ہے اس لیے تجویز کیا تھا کہ رسول
مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ
کے تابعین کو نافرمانوں سے
عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً
ممتاز کریں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ (انقلاب کعبہ)
إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا
بہت دشوار ہے مگر ایسے لوگوں پر دشوار نہیں جن کو خدا نے رہنمائی کی ہو
كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ
خدا تمہارا ایمان ضائع نہیں کرنے کا۔ (اس لیے کہ)
اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝
خدا لوگوں پر بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے
قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ
تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں۔
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ
پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ
ہے پس اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیر اکر۔

ترقی کر جاؤ گے۔ جو تمہاری سچائی کی دلیل ہوگی۔ رہا ان ظاہر بین نادانوں کا سوال کہ کبھی کسی طرف نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کسی طرف۔ سو اس میں بھی کئی ایک مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں جو تمہاری ترقی کے لیے ایک زینہ ہے۔ یاد رکھیں کہ تیرا اصل قبلہ تو یہی کعبہ ابراہیمی ہے جس پر اعتراض کر رہے ہیں مگر درمیان میں ہم نے اس قبلہ بیت المقدس کو جس کی طرف تو بالفعل متوجہ ہے اس لیے تجویز کیا تھا کہ رسول کے مخلص تابعین کو نافرمانوں اور دورخی چال والوں سے ممتاز کریں جو سنتے ہی مان جائے گا وہ اخلاص مند ثابت ہوگا اور جو ایچ پیچ کرے گا اس کی گردن کشی ثابت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تمیز بھی نہایت ضروری ہے اس لیے کہ جب تک کسی قوم کے سب لوگ یک جان ہو کر اپنے مقاصد میں ساعی نہ ہوں ترقی مسدود ہوتی ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ انقلاب کعبہ بہت دشوار ہے مگر ایسے لوگوں پر دشوار نہیں جن کو خدا نے رہنمائی کی ہو اور وہ جانتے ہوں کہ رسول کے احکام ہر حال میں قابل تسلیم ہوتے ہیں۔ شاباش تم ایمانداروں پر جو اپنے ایمان کی حفاظت دل و جان سے کرتے ہو۔ خدا بھی تمہارا ایمان اور اعمال صالحہ ضائع نہیں کرنے کا اس لیے کہ خدا سب لوگوں کے حال پر عموماً اور ایسے مسلمانوں کے حال پر خصوصاً بڑا مہربان، رحم کرنے والا ہے تو رحم اور مہربانی اسی کا نام ہے کہ کیے ہوئے کام نماز روزہ بھی بلاوجہ ضائع کر دے چونکہ تیرا مدت سے یہی جی چاہتا ہے کہ کعبۂ ابراہیمی کی طرف ہی (جو سب سے اول عبادت خانہ ہے) نماز پڑھے چنانچہ تیرے منہ کا آسمان کی طرف بانتظار وحی پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں نیز تعیین جہت سے کوئی یہ غرض نہیں کہ اس جہت کی عبادت کرائی جائے بلکہ عبادت تو ہماری ہے تعیین قبلہ تو صرف ایک عارضی امر ہے پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔ لیجیے بس اب سے آئندہ کو اپنا منہ عزت والی مسجد یعنی کعبہ ابراہیمی کی طرف پھیرا کر[۱۲] اور عام مسلمانوں کو بھی اعلان دے دو کہ

دونوں شہادتیں مراد ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ کہ شہادت کے معنی گواہی دادن کے لے کر کلام صحیح ہو سکے اس لئے میں نے شہادت کے معنی حکمرانی کے لئے ہیں پس یہ معنی نہ تو حدیث کے خلاف ہے اور نہ امام کے منشاء (جمع بین الشہادتین) کے مخالف۔ ان شہادت کے مصداق متنوع ہونگے یعنی دنیا میں حکمرانی اور نوع کی حکمرانی قیامت میں اور قسم کی جیسا کہ عموم مجاز یا عموم مشترک (علی تقدیر جوازہ) کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ شہادت کے معنی حکمرانی کے ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مفسر بیضاوی نے ان کنتم فی ریب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شہید حاکم کو بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مجالس میں واسطے تصفیہ مقدمات کے آیا جایا کرتا ہے۔ اور اگر آیت پر غور کیا جائے تو یہی معنی مناسب ہیں! اس لئے کہ تحویل قبلہ کا وقت ایک نہایت اضطراب اور بیقراری کا مسلمانوں کے حق میں تھا جس میں ان کو ہر طرف سے کسی نہ کسی کے اعتراضات سننے پڑتے تھے ایسے موقع پر نہایت ضروری تھا کہ ان کی گھبراہٹ کے دفع کرنے کو کوئی خبر ایسی وحشت بخش سنائی جاتی جس سے ان کے لئے اس گھبراہٹ کا بہت جلد بدلہ ہوتا چنانچہ بعد تدبر ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کی تسکین ہر طرح سے مقصود تھی کہیں تو ان کو طعن دی جاتی تھی کہیں ان کو کفار کے شر سے بچنے کی تاکید ہوئی ہے۔ اور بار بار اس امر کی تاکید ہے کہ ضرور اس کام پر پختہ ہو جاؤ اور کسی کی مت سنو۔ خدا بھی چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے وغیرہ وغیرہ پس شہدا کے معنی حکمران لینا اور اس کو ایک قسم کی دلدہی یا پیشگوئی قرار دینا سیاق سباق سے نہایت مناسب بلکہ انسب ہے۔ ۱۲ منہ

حاشیہ نمبر ۱۲ ۔ (اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیرا کر) اس آیت کے متعلق بھی نافہم مخالفوں نے کئی طرح سے

Marfat.com

دانت پیسے ہیں سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ اسلام نے بت پرستی کو رواج دیا۔ جو سچے مذہب کو شایاں نہیں۔ کس طرح دیا؟ اس طرح کہ کعبہ جو پتھروں کا بنا ہوا مثل ایک بت کے ہے اس کی عبادت کا حکم کیا۔ اور ایسا کیا کہ بغیر اس طرف رخ کرنے کے نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔ دوسرا اعتراض فسخ احکام کے متعلق ہے کہ پہلے حکم کو اٹھانا اس کے ناتجربہ اور لاعلمی پر مبنی ہوتا ہے اس لئے جائز نہیں کہ احکام خداوندی میں سے کوئی حکم کسی زمانہ میں صادر ہو کر پھر اٹھا دیا جائے۔ جیسا کہ یہاں پر پہلے کعبہ سے دوسرے کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوا۔ کیونکہ خدا تو علام الغیوب ہے۔ یہ خلاصہ ہے ان دفتروں کا جو ہمارے قدیمی مہربان عیسائی اور ہمسایہ قوم آریہ وغیرہ نے بھرے ہیں۔ پہلے سوال کا جواب دو طرح سے ہے اجمالی اور تفصیلی اجمالی تو دو ٹوک بات ہے کہ شرک اور بت پرستی اسے کہتے ہیں کہ غیر خدا کی عبادت کی جاوے یا کم سے کم اس سے وہ معاملے کئے جاویں جو خدا کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ مثلاً امید بھلائی یا دفع ضرر۔ مگر چونکہ کعبہ کی نسبت اسلام نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا۔ بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ[1] فرمایا۔ تو اب اسلام کی نسبت یہ گمان کرنا کہ کعبہ پرستی اور بت پرستی سکھاتا ہے سراسر انصاف کا خون کرنا ہے تفصیلی جواب سے پہلے مسلمانوں کی نماز کا مطلب بیان کرنا بھی کسی قدر مفید ہوگا۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ اسلامی نماز جس پر تمام اہل اسلام فخر کیا کرتے ہیں کہاں تک توحید سے یا شرک سے بھری ہوئی ہے پہلے میں اس نوٹس اذان کا مضمون سناتا ہوں جو نماز پنجگانہ کی حاضری کے لئے تجویز ہوا ہے۔

کچہری (مسجد) کے دروازہ یا کسی کونے میں چپڑاسی (موذن) کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے کہ خدا سب سے بڑا ہے (چار دفعہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں (دو دفعہ) میں اس امر کا شاہد ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (جن کو سوا پیغام پہنچانے کے خدائی میں کسی طرح کا حق نہیں) اے سب سننے والو! آؤ نماز پڑھنے کو (دو دفعہ) آؤ عذاب سے رہائی پانے کو (دو دفعہ) اللہ سب سے بڑا ہے (دو دفعہ) سوائے اس کے کوئی بھی معبود برحق نہیں۔ یہ ہے مضمون اس نوٹس کا جو رسول اسلام (فداہ روحی) نے حاضری دربار رب العالمین کے لئے مقرر کیا ہے سچ ہے ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست + اس نوٹس کے الفاظ میں نے حاشیہ پر نقل کر دئیے ہیں۔ تاکہ ہر موافق مخالف کو یہ موقع ملے کہ مسجد میں جا کر (خدا کرے کہ سب جائیں) اپنے کان سے سن کر ہماری تصدیق کا اندازہ کرے۔ اب میں اس نماز کا مضمون سناتا ہوں جس کے لئے یہ اعلان تجویز ہے۔

کھڑے ہوتے ہی (با ایں خیال کہ میں اس وقت دنیا اور ماسوا اللہ سے علیحدہ ہوں) دونوں ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے کہ خدا سب سے بڑا ہے[2] یہ کہہ کر نوکروں اور غلاموں کی طرح دونوں ہاتھ باندھ کر اقرار کرتا ہے۔ اے خدا تو سب عیوب سے پاک ہے۔ میں تیری تعریف کرتا ہوں بڑی برکت والا ہے تیرا نام اور بلند ہے ذات تیری اور سوا تیرے کوئی معبود نہیں شیطان مردود سے پناہ میں ہو کر اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اس بات کا صریح لفظوں میں اقرار کرتا ہوں کہ سب تعریفوں کا مستحق خدا ہی ہے جو سب جہان کا پالنہار ہے۔ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان۔ انصاف کے دن کا حاکم (اس کے بعد مخاطب ہو کر اپنی آرزو کا اظہار کرتا ہے کہ) ہم تیری ہی اے مولا! بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اپنے (اڑے) کاموں میں مدد چاہتے ہیں تو ہی ہم کو سیدھی راہ پر پہنچا کہ جن پر تو نے بڑے بڑے انعام و اکرام کئے اور نہ ان کی جن پر غصہ ہوا۔ اور نہ گمراہوں کی۔ اس کے بعد کوئی سورت قرآنی بغرض ربط مخلوق بخالق پڑھ کر اللہ اکبر (خدا سب سے بڑا ہے) کہہ کر رکوع میں جاتا ہے اور اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ میرا مالک مربی خدا بڑی بزرگی والا ہے (کم سے کم تین دفعہ) پھر سر اٹھاتے ہوئے خدا کی عام قدرت کا اقرار کرتا ہے یعنی خدا سنتا ہے ان کی پکار کو جو اس کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی اظہار ہے کہ اے ہمارے مولا! تو ہی سب تعریفوں کا مالک ہے۔ پھر اللہ اکبر (خدا سب سے بڑا ہے) کہتا ہوا سجدہ میں جاتا ہے۔ وہاں تو غضب ہی بن آتی ہے۔ جن مافی دعائیں جی میں آئی عرض کرتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ (پاک ہے رب میرا سب سے بلند) (کم سے کم تین دفعہ) کہہ کر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھاتا ہے پھر دوسرا سجدہ بھی اسی کیفیت سے کرتا ہے۔ یہاں پہنچ کر ایک رکعت ختم ہوئی۔ اسی کیفیت کی دو تین چار جیسا وقت ہو پڑھتا ہے۔ سب سے اخیر بیٹھ کر اپنے مالک کی تعریف کے کلمات (جو حاشیہ میں درج ہیں) کہہ کر اور اپنے پیر و مرشد سچے رسول کے حق میں نیک دعا کر کے اور اپنے حق میں بھی کچھ کہہ سن کر نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ بس یہ ہے وہ نماز اور وہ عبادت جس کو ایک تاخاندہ (مگر خداوندوں کے معلم) جنگلی ملک کے رہنے والے (فداہ

سمع اللہ لمن حمدہ ۱۲ ربنا لک الحمد ۱۲ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم ۲۵

(وحی) نے یا الہام الٰہی تجویز کیا ہے۔ کیا اس میں کوئی کلمہ بھی ایسا ہے کہ جس میں کعبہ کی مدح یا تعظیم ہو۔ پھر اس نماز کو بھی ہمارے نافہم مخالف شرک اور بت پرستی کہیں گے تو اس کے جواب میں ہم سے یہی سنیں گے ؎

پس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا ‏ ‏ یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

بعد اس کے ہم اپنے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام کو کعبہ پرستی منظور ہوتی اور شرک اور بت پرستی کا رواج مدنظر ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ ساری نماز میں کعبہ کا ذکر تک نہیں۔ نہ اس کو خطاب ہے۔ نہ اس سے استمداد۔ نہ اس کا ذکر نہ اس کا نام۔ پھر کعبہ پرستی ہے تو کہاں ہے؟ میں نہیں جانتا کہ کوئی منصف مزاج اس معروضہ تقریر پر غور کر کے اسلام پر کعبہ پرستی کا الزام لگائیں۔ رہا یہ سوال کہ نماز میں تو بے شک شرک کی بو تک نہیں مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ انسان کو اس امر میں مختار کیوں نہیں کیا گیا کہ جس طرف منہ کر کے چاہتا اپنے مالک کی عبادت کرتا۔ سو اس کا جواب بعد ایک تمہید کے ہم دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے:۔

ہمیشہ قاعدہ ہے کہ ایک امر مقصود اصلی کے ساتھ کوئی مقصود طبعی بھی ہوا کرتا ہے۔ مثلاً علم کا پڑھنا مقصود اصلی ہے تو حروف ابجد کا سیکھنا غیر اصلی لازم ہے گو بعد حصول علم حروف ابجد کا خیال تک بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح دفع دشمن کے لئے تلوار بندوق کا اٹھانا لازم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے اٹھانے سے بجز تحمل بوجھ کوئی فائدہ نہیں مگر بایں لحاظ کہ یہ بوجھ ایک ضروری کام (دفع دشمن) کے لئے ذریعہ ہے یہی عمدہ اور احسن ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو امر کسی دوسرے امر کا ذریعہ ہوا کرتا ہے اس کا حسن و قبح اصل ذی ذریعہ کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یہی تلوار کا اٹھانا جو بلحاظ اس امر کے کہ یہ تلوار دفع دشمن کے لئے ایک ذریعہ ہے احسن اور عمدہ ہے اور اس لحاظ سے کہ کسی بیکس مظلوم پر چلائی جائے تو قبیح ہوتا ہے۔ ہاں اس امر کی پہچان بعض دفعہ مشکل ہو جاتی ہے کہ مقصود اصلی کیا ہے اور تبعی کیا۔ سو اس کے لئے عام قاعدہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو امر ایسا ہو کہ اس کے حصول کے بعد دوسرے کے لئے تردد کرنا باقی رہے۔ اور مقصود سے تارغ البالی نہ ہو تو وہ مقصود اصلی نہیں اور جس کے حصول کے بعد دوسرے کی تلاش نہ رہے تو وہ امر مقصود اصلی ہوگا۔ مثلاً دوا کا بنانا اور گھوٹنا ایک ایسا امر ہے کہ اس کے حصول پر قناعت نہیں کی جا سکتی جب تک کہ بیمار کو بھی شفا نہ ہو لے۔ ہاں اگر بغیر دوا نوشی کے مرض سے عافیت ہو جائے تو دوا کا مطلق خیال بھی نہیں ہوتا۔ ہماری اس تقریر سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مقصود اصلی کسی حال میں متروک اور مفروغ عنہ نہیں ہو سکتا۔ پس اب ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہے کہ تعیین جہت کو اسلام نے کوئی مقصود اصلی قرار دیا ہے یا تبعی۔ بعض مواقع پر اس حکم کا ساقط ہو جانا صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی امر اصلی نہیں۔ مثلاً جنگ کی حالت میں بشدت خوف جدھر رخ ہو نماز پڑھتے جانا خواہ کعبہ کی طرف پیٹھ بھی ہو۔[لہ] اس امر کو ثابت کر رہا ہے کہ کعبہ کی طرف توجہ کرنا مقصود اصلی نہیں۔ بلکہ صرف اس امر کے لئے ہے کہ مسلمانوں میں جیسا کہ معنوی اتحاد ہے صوری موافقت بھی حاصل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے جو اختیار دینے کی صورت میں منتصور نہ تھا۔ کیونکہ جب ہر ایک کو اختیار ملتا اور اس بات کا مجاز ہوتا کہ دوسرے کے منہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ ایک مشرق کو رخ کرے تو دوسرا مغرب کو۔ تیسرا جنوب کو چوتھا شمال کو۔ تو یہ فائدہ جو یکجہتی سے حاصل ہے نہ ہوتا۔ پس یہی وجہ اس کے تبعی مقصود ہونے کی ہے۔ یہ تقریر بالخصوص اس وقت بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ نماز کے معانی اور مطالب ذہن نشین کر کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں تو کسی جہت یا کعبہ کا نام تک بھی نہیں۔ پس اگر یہ مقصود اصلی ہوتا تو اصل عبادت کے طریق اور اس کے الفاظ میں اس کا ذکر ہوتا۔ کیونکہ بغیر مقصود کسی کام کا کرنا کون نہیں جانتا کہ علاوہ لغو ہونے کے تضییع اوقات اور بے ہودہ پن ہے۔ پس ہماری ہمسایہ قوم آریہ اور عیسائی وغیرہ اسلام کے مخالف ہماری اس تقریر پر غور کریں اور نتیجہ سے ہمیں اطلاع دیں اگر کچھ شبہ ہو تو تمام قرآن میں تلاش کر کے کوئی آیت اس مضمون کی نکالیں جس سے ثابت ہو کہ نماز میں کعبہ کی پرستش ہے۔ نہ ملنے پر ہم آپ سے صرف ایک چیز چاہتے ہیں۔ جو نہایت آسان ہے۔ گو کسی مخالف حق کے حق میں مشکل اور گراں سے گراں ہے وہ وہی ہے جس کا پیارا نام "انصاف" ہے جو انسان کو ہر ایک جگہ عزت دلاتا ہے اور اعزاز سے یاد کراتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ کعبہ کی جہت کیوں مقرر ہوئی۔ اور طرف کیوں نہ ہو گئی؟ مانا کہ نماز میں شرک نہیں اور نہ تعیین جہت شرک ہے

[لہ] فان خفتم فرجالا او رکبانا (البقرہ)

Marfat.com

لیکن اتنا تو ہے کہ اور اطراف بھی اس کے مساوی ہیں آخر اس میں کیا ترجیح ہے جو اس کو اختیار کیا گیا۔ کیا ترجیح بلا مرجح محال نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس جہت میں سب سے بڑھ کر ایک ایسی ترجیح پائی جاتی ہے جو ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہے۔ یعنی یہ کعبہ ایک بڑے نامور سید الموحدین اس نیک بندے کا بنایا ہوا ہے جس نے خدا کی محبت اور توحید کے اختیار کرنے کی وجہ سے اپنے بیگانے سے وہ تکالیف دیکھی تھیں جن کا نمونہ آج کل تمام دنیا میں مل سکے پس ایسے شخص کی یادگار دل میں قائم رکھنے کی غرض سے کعبہ مقرر کیا گیا۔ تاکہ اور لوگوں کو بھی اخلاص مندی اور توحید کا اس سے سبق حاصل ہو۔ اسی حکمت سے حضور اقدس (فداہ روحی) کا دل تڑپتا تھا کہ میں کعبہ ابراہیمی کی طرف نماز پڑھوں۔ ورنہ اس میں کچھ شک نہیں کہ کعبہ بھی شش اور جہات کے ایک جہت ہے۔ ہاں کوئی وصف ہے تو یہ ہے۔ ؎

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم

رہا اعتراض نسخ احکام کے متعلق سو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ یعنی حکم سابق کا اٹھا دینا یہ دو طرح پر ہے۔ ایک تو جس طرح سے حکام زمانہ کوئی قانون بعد ترویج بدلتے ہیں جس کی بابت پہلی ترتیب کے وقت ان کو علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا خرابی ہوگی جس کے سبب سے اس میں کچھ تغیر آئیگا۔ دوسری قسم طبیب کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے کہ رفتہ رفتہ بتدریج طبیعت کو درستی پر لاتا ہے۔ منضج دے کر مسہل تجویز کرتا ہے۔ ان دو قسموں میں اول تو بے شک حاکم کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ مگر قسم دوم بجائے لاعلمی کے کمال علمی بتاتا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اہل اسلام کون سے نسخ کے قائل ہیں؟ قسم اول کے۔ حاشا وکلا (ہرگز نہیں) اُن کی پاک کتاب کی تعلیم ہے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ اور إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بھلا اس صریح تعلیم کے خلاف وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں اور اگر کہیں بھی تو یہ اعتراض ان پر ہوگا۔ نہ کہ اسلام پر قسم دوم کے البتہ جمہور اہل اسلام معترف ہیں۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ:۔

النسخ ھو بیان لمدۃ الحکم المطلق الذی کان معلوما عند اللہ الا انہ اطلق فصار ظاھرہ البقاء فی حق البشر فکان تبدیلا فی حقنا بیانا فی حق صاحب الشرع (نور الانوار ص۲۰۵)

نسخ صرف ایک مدت کا اظہار ہوتا ہے جو کسی حکم بلا قید میں مراد ہوتی ہے اور اللہ کو معلوم ہے کہ یہ حکم فلاں وقت تک رکھوں گا۔ مگر بظاہر اس کو غیر مقید فرما دیتا ہے جس سے لوگ اس کو دوامی سمجھ جاتے ہیں۔ پس اسی وجہ سے وہ ہمارے خیال میں پہلے حکم کی تبدیلی ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ صرف ایک مدت کا اظہار ہوتا ہے"

پس ایسے نسخ سے نہ تو اللہ کے علم میں کوئی نقصان آتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اعتراض ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ابتدائے اصلاح قوم میں مصلحان کو کیا کیا دقتیں پیش آیا کرتی ہیں کبھی وہ مشکل سے مشکل کام بھی کر گذرتے ہیں اور کروا لیتے ہیں۔ اور کبھی آسان سے آسان بھی بوجہ کسی مصلحت اور حکمت کے ان سے نہیں ہو سکتے ایک شخص کے خیالات کا اندازہ کرنا اور اس کی طبیعت مدت سے بگڑی ہوئی کو اصلاح پر لانا ہاتھ میں انگار لینا ہے تو پھر ایک قوم کی قوم کو یکدم پلٹا دلانے میں کیا کیا دقتیں نہ پیش آتی ہوں گی۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ؎

بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار
دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا بہتے دریا کا پھیر لانا دشوار

ایک حدیث میں جو امام مسلم نے نقل کی ہے مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کی مشرکانہ عادت دیکھ کر قبرستان کی زیارت سے منع فرمایا تھا بعد اصلاح اجازت دیدی اور ان کے بخل کے مٹانے کی غرض سے قربانیوں کے گوشت تین دن سے زائد رکھنے سے منع کر دیا تھا جس کی بعد میں اجازت دیدی ایسا ہی شراب کے برتنوں میں بھی کھانا پینا منع کیا تھا مگر بعد میں ان کے استعمال کی اجازت بخشی اس حدیث سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسلامی نسخ بے علمی پر مبنی نہیں بلکہ کمال دور اندیشی کی خبر دیتا ہے۔ ہمارے خیال میں ایسے مصلح اور ریفارمر کی کسی پالیسی (حکمت عملی) یا دوسرے لفظوں میں نسخ پر کوئی اعتراض کرنا گویا ثابت کرنا ہے کہ اصول ریفارمری سے ناواقف ہیں۔ سچ ہے ؎ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔ اسلامی نسخ جس قدر کہ ہے اس قسم کا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض مفسرین نسخ بتلانے میں ذرا جلدی بھی کر جاتے ہیں۔ سو جس نے آیات منسوخہ کی صحیح تعداد اور ان کے متعلق محققانہ بحث دیکھنی ہو وہ رسالہ فوز الکبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کا مطالعہ کرے تمام تلاش میں شاید کوئی آیت منسوخ ملے گی۔ واللہ اعلم منہ

Marfat.com

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
اور جہاں کہیں تم ہو اپنا رُخ اُسی کی طرف کیا
شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
کرو اور جو لوگ کتاب والے ہیں
لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ
خوب جانتے ہیں کہ (حکم) واقعی اُن کے (اور تمہارے سب کے) مالک کی طرف
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَ
سے ہے۔ اور خدا اُن کے کاموں سے بے خبر نہیں اور
لَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ
اگر تو اُن کے پاس ہر طرح کے نشان بھی لاوے گا تو
آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ
جب بھی تیرے قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھیں گے اور نہ تو اُن کے قبلہ کو
قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ
ماننے گا۔ اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا
اگر تو باوجود جان لینے کے اُن کی خواہش پر
جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ
چلا تو بے شک تو بھی اُس وقت
الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ
بے انصاف ثابت ہوگا۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ
وہ تو اُس کو ایسا پہچانیں جیسا اپنے بیٹوں کو
وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ
ہاں ایک فرقہ اُن میں سے دیدہ دانستہ حق بات کو
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ
چھپاتے ہیں حق جو تیرے رب کی طرف سے ہے
فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلِكُلٍّ
پس تو کسی طرح کا شک نہ کیجیو اور ہر ایک کے لیے
وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا
ایک جانب مقرر ہے وہ اُسی کی طرف (اپنا رُخ) پھیرے گا پس تم نیکیوں کے

جہاں کہیں تم ہو نماز کے وقت اپنا رُخ اُسی کی طرف کیا کرو اور اس امر کا خطرہ نہ کرو کہ جہاں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تم کو طعن مطعن دیں گے اگر دیں تو کچھ پروا نہیں اس لیے کہ جو لوگ کتاب کے جاننے والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ یہ (حکم) واقعی اُن کے (اور تمہارے سب کے) مالک کی طرف سے ہے کیونکہ وے بشہادت توریت و نیز بقرائن خارجہ ایسے خوب سمجھتے ہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا نبی اور حضرت موسےٰ کی[علہ] مانند رسول مستقل ہے پس جو کچھ وہ حکم کرے گا ممکن نہیں کہ غلط اور باطل ہو گو وہ بوجہ دنیا سازی مانتے نہیں سو یاد رکھیں کہ خدا اُن کے کاموں سے بے خبر نہیں۔ ضد اور تعصب میں تو یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس ہر طرح کے نشان بھی لاوے گا تو جب بھی تیرے قبلہ ابراہیمی کی طرف نماز نہیں پڑھیں گے اور نہ کسی طرح تو اُن کے قبلہ کو مانے گا۔ اُن کی یہ مخالفت تیری حقانیت میں خلل انداز نہیں ہو سکتی پہلے وہ آپس میں تو فیصلہ کر لیں اس لیے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے۔ یہود نصاریٰ سے مخالف اور نصاریٰ یہود سے۔ حالانکہ دونوں گروہ توریت کو مانتے ہیں پھر تجھ سے اُلجھنے کی کیا وجہ کوئی دلیل اُن کے پاس ہے؟ کہ اُنہیں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی جاوے ہاں نفسانی خواہش تو بیشک ہے اور یاد رکھ کہ اگر تو بفرض محال باوجود جان لینے اُن کی اندرونی حالت کے اُن کی خواہش پر چلا تو بے شک تو بھی اُسی وقت بے انصاف ثابت ہوگا۔ اصل میں یہ ضد صرف جہلا اور نیم ملاؤں میں زیادہ ہے ورنہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب توریت کی سمجھ دی ہے وہ تو اس رسول کو ایسا سچا پہچانیں جیسا اپنے بیٹوں کو جب ہی تو مانتے بھی دیر نہیں کرتے ہاں ایک فرقہ نیم ملاؤں کا اُن میں سے بے شک دیدہ دانستہ حق بات چھپاتے ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح حق ظاہر نہ ہونے پائے مگر تو یقین رکھ کہ حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو ان کی باتوں سے کسی طرح کا شک نہ کیجیو ان کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے بڑے مخالفت کریں خدا نے اس دین کو ضرور ہی پھیلانا ہے اور ہم ابھی سے بتلائے دیتے ہیں کہ ہر ایک فرقہ کے لیے ایک جانب کعبہ کی مقرر ہے۔ وہ فرقہ اُسی جہت کی طرف اپنا رُخ ضرور[علہ] پھیرے گا۔ جنوب شمال مشرق مغرب تمام اطراف کے لوگ اپنی اپنی طرف سے کعبہ کی طرف نماز پڑھیں گے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت اطراف میں ہوگی ہاں اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں تم کو کسی قدر تکلیف ہوگی سو کچھ حرج نہیں تکلیف پیش بہا[مصیبت] اجر ہے پس تم اس سے مت ڈرو بلکہ نیکی

علہ (اپنا رُخ ضرور پھیرے گا) اس آیت کے معنے بتلانے میں بعض مفسرین کا قدرے اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے۔

علہ اس لفظ میں استثناء باب ۱۸-۱۸ اعمال باب ۳ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا
کرنے میں جلدی کرو۔ جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تم سب کو ایک جگہ لے آوے گا۔
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ
بے شک خدا سب کام کر سکتا ہے اور جہاں سے نکلے
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهٗ
تو اسی عزت والی مسجد کی طرف اپنا منہ پھیر کر وہی سچا
لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○
حکم تیرے رب کی طرف سے ہے اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
اور جہاں سے تو نکلے پس اسی مسجد عزت والی کی طرف
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
منہ پھیر لو۔ اور تم جہاں کہیں ہو اسی طرف اپنا منہ
شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا
پھیرو تاکہ لوگوں کا جھگڑا تم سے نہ رہے ہاں
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ
جو ان میں کج رو ہیں سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو
وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○
اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور تاکہ تم راہ پر پہنچو
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ
جیساکہ ہم نے تمہارے پاس رسول تمہاری جنس کا بھیجا ہے جو ہماری آیتیں

نیکیوں کے کرنے میں جلدی کرو اور یہ وہم مت لاؤ کہ مشرق مغرب کے لوگ اس کعبہ میں کیونکہ آویں گے اور کیونکر آپس میں ملیں گے۔ اس لیے کہ جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تم سب کو ایک جگہ لے آویگا بے شک خدا سب کام کر سکتا ہے۔ یہ کام خدا کے سپرد کر اور اس کی تعمیل ارشاد میں مصروف ہو اور مدینہ سے باہر جہاں سے نکلے اور نماز پڑھنے لگے تو اسی عزت والی مسجد یعنی کعبہ شریف کی طرف اپنا منہ پھیر اس لیے کہ وہی سچا حکم تیرے مالک کی طرف سے ہے اور جان لو کہ خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں اس تکلیف کا یہ بدلہ تم کو ضرور دیگا اور اس لیے ہم بار بار بتلاتے ہیں کہ جہاں سے تو نکلے پس اسی مسجد عزت والی کی طرف نماز میں اپنا منہ پھیر لیا اور تم بھی مسلمانو! جہاں کہیں ہو نماز پڑھتے ہوئے اسی طرف منہ اپنا پھیرو تاکہ لوگوں کا جھگڑا تم سے نہ رہے کہ دعوے ملت ابراہیمی کا کریں اور کعبہ ابراہیمی کو چھوڑ دیں ہاں جو ان میں سے بالکل ہی کج رو ہیں سو ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو تاکہ تم ترقی کرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور تاکہ تم خدا کی راہ پر پہنچو۔ یہ نعمت یہ کامیابی بھی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ویسی ہی جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس ایک رسول تمہاری جنس کا بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تم پر پڑھتا ہے اور کدورت باطنی مثل شرک کفر کینہ نفاق وغیرہ سے تم کو

(بقیہ حاشیہ ۱) جو وہ اپنا منہ اس طرف پھیرتا ہے مثلاً یہودی ایک طرف عیسائی ایک طرف مشرکین عرب ایک طرف حالانکہ بہتر وہی جہت ہے جو خدا کے حکم سے ہو پس تم کعبہ کی طرف منہ کرو جو منشاء ایزدی کے موافق ہونے کی وجہ سے ہر طرح سے افضل اور فائق ہے بعض کہیں ھو کی ضمیر خدا کی طرف پھرتی ہے پس اس توجیہ پر آیت کے معنی دو طرح سے ہونگے ایک تو یہ کہ ہر ایک کے لئے جہان والوں سے ایک رخ ہے کہ خدا نے ان کو اس طرف پھیرا ہے۔ مثلاً یہود کو ایک طرف اور عیسائیوں کو ایک طرف دوسرے معنی یہ ہونگے کہ ہر ایک کے لئے تم مسلمانوں سے کعبہ کی ایک جہت ہے کہ خدا تم کو اس طرف پھیرے گا ان معانی کا مفصل ذکر تفسیر کبیر میں مرقوم ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ جو معنی میں نے کئے ہیں وہ ہیئت کذائی کی کے کئے ہوئے تو میری نظر سے نہیں گزرے لیکن انہی وجوہ مذکورہ سے مستنبط ہو سکتے ہیں یہ میں نے کل کا مضاف الیہ مخاطب یعنی مسلمان لئے ہیں اور ھو کی ضمیر کل کی طرف ہی پھیری ہے جو متبادر ہے۔ یہ سب اس لئے کیا کہ ان معنی میں ایک قسم کی پیشگوئی ترقی اسلام کے متعلق معلوم ہوتی ہے جو ایسی گھبراہٹ کے زمانہ میں مناسب بلکہ انسب ہے جیسی کہ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ اور جنگ خندق میں آپ نے عین گھبراہٹ کے وقت ایک روشنی دیکھ کر صحابہ کو تسلی فرمائی کہ مجھے روم شام کا ملک دکھایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ملک میری امت کو ملے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی معہ ان دو پیشگوئیوں کے خدا کے فضل سے پوری ہو گئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (منہ)

Marfat.com

ع ۱۸

اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ
تم پر پڑھتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور تہذیب

الۡحِکۡمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا
سکھاتا ہے اور وہ باتیں تم کو سکھاتا ہے جو تم

تَعۡلَمُوۡنَ ۝ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَ اشۡکُرُوۡا
جانتے تھے پس تم میری یاد کرو میں بھی تمہیں یاد کرونگا اور میرا

لِیۡ وَ لَا تَکۡفُرُوۡنِ ۝ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا
شکریہ کرو اور ناشکری مت کیجو اے مسلمانو!

اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ
صبر اور نماز سے مدد چاہا کرو بے شک خدا

مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ
صابروں کے ساتھ ہے اور اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّ
میں قتل ہوتے ہیں مردے مت کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن

لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۝ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ
تم نہیں جانتے اور آئندہ تمہیں کسی قدر

مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ
خوف اور بھوک اور مال و جان اور پھلوں

وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۝
کے نقصانات سے تجربہ کار بنادینگے اور تو ایسے صبر والوں کو خوشخبری سنا

الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا
جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ
ملک ہیں اور بلاشک ہم اُسی کے حضور میں جانے کو ہیں انہیں لوگوں پر

عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ ۟
ان کے رب کی شاباش ہے اور رحمت

پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب آسمانی اور تہذیب روحانی سکھاتا ہے اور علاوہ اس کے ضروری ضروری وہ باتیں بھی تم کو سکھاتا ہے جو پہلے اس سے تم نہیں جانتے تھے بڑی بھاری اخلاقی بات جو تم ہمارے رسول سے سیکھتے ہو طریق ذکر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ اسی میں بھولا کرتے ہیں پس تم اسی طریقہ معلومہ سے میری یاد کیا کرو میں بھی اُس کے عوض میں تمہیں انعام خاص سے یاد کرونگا اور اس ہدایت کا احسان مان کر میرا شکریہ کرو اور ناشکری مت کرو کہ اس طریقہ محمدیہ کو چھوڑ کر نئی نئی راہیں نکالنے لگو اور جس طریق سے ہمارے پیغمبر نے تم کو تعلیم نہیں کی اُس طور سے ذکر کرنے لگ جاؤ کیونکہ الٰہی معلم کے طریق کو چھوڑنا بڑی بھاری ناشکری ہے اس میں شک نہیں کہ ذکر شکر بھی ایک مشکل کام ہے مگر اس کے لیے ایک آسان طریق ہم بتلاتے ہیں پس اے مسلمانو! تم صبر اور نماز سے مدد چاہا کرو یعنی تکلیفوں کے وقت صبر کے خوگیر ہو جاؤ اور ہر وقت اس کا خیال رکھو اور جب کبھی تکلیف ناگہانی آجاوے تو نفل پڑھ کر دعا کیا کرو۔ ان دونوں کے استعمال اور مزاولت سے تم سچے ذاکر شاکر بن جاؤ گے۔ اس لیے کہ ان دونوں کاموں پر بہت سے آثار باطنی فیضان ہوتے ہیں بڑی بات تو یہ کہ بیشک خدا کی مدد ہر وقت صابروں کے ساتھ ہے تمہارے صبر کے نشانوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی بندوں کے مرنے پر داویلا نہ کیا کرو۔ اور خاص کر اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے قتل ہوتے ہیں مُردے مت کہا کرو اس لیے کہ جب آپس میں تم بول چال کرتے ہوئے کہتے ہو کہ فلاں مر گیا۔ فلاں قتل ہوا تو اس کہنے سے تمہیں ایک قسم کا بے اختیاری قلق ہوتا ہے پس ایسا کہنا ہی چھوڑ دو۔ بلکہ یہ سمجھو کہ وہ زندہ ہیں اور اگر غور کیا جائے تو زندہ ہی ہیں اس لیے کہ جو زندگی کا حاصل ہے اُن کو بطریق احسن حاصل ہے ہر طرح کے عیش و آرام میں ہیں لیکن تم اس کی کیفیت نہیں جانتے کہ کس قسم کا ہے کیونکہ تمہاری نظر سے غائب ہیں سچ پوچھو تو صبر ایک عجیب صفت جامع کمالات ہے اس لیے ہم تم کو صبر کی ہدایت کرتے ہیں اور آئندہ تمہیں کسی قدر دشمنوں کے خوف اور بھوک یعنی تنگی معاش اور مال جان اور پھلوں کے نقصانات سے تجربہ کار بنادینگے جو ایسے وقت میں کامیاب ہونگے اُنہیں کے حق میں اپنے رسول کو ہدایت کرتے ہیں کہ تو ایسے صبر والوں کو خوشخبری سنا جو مصیبت کے وقت بجائے بیہودہ شور و غل کرنے کے بخوشدل کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ملک ہیں جس طرح چاہے ہم میں تصرف کرے ہمیں کوئی عذر نہیں اور ہو بھی کیسے جب کہ

شانِ نزول

لہ (وَلَا تَقُوۡلُوۡا) جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے تھے اُن کے وارث حسب طبیعت انسانی اُن کا رنج رکھتے تھے اور اُن کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ فلاں شخص مر گیا فلاں قتل ہوا اُن کو ملال ہوتا تھا۔ ادھر کفار نے بھی یہ کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ ناحق (ایک شخص (محمد) کے پیچھے ہو کر جان دیتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو شہداء کے مردہ کہنے سے جو ان کے حق میں باعث رنجیدگی کا ہو روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ ف

Marfat.com

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ اِنَّ
اور یہی لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں صفا
الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ
اور مروہ بے شک خدا کی نشانیاں ہیں
فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا
پس جو کوئی حج یا عمرہ کرنے کو آوے وہ ان
جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَ
دونوں (پہاڑیوں) کے گرد بھی پھر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور
مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ
جو کوئی ثواب کمائے گا۔ تو اللہ بڑا قدر دان
عَلِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ
جاننے والا ہے جو لوگ ہمارے اُتارے ہوئے کھلے
اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ
کھلے احکام اور ہدایت چھپاتے ہیں بعد اس کے جو ہم نے اُس کو
بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ
کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر دیا تو
اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ
ایسے لوگوں کو خدا لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنیوالے
اللّٰعِنُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ
لعنت کرتے ہیں ہاں جنھوں نے توبہ کی اور
اَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ
عمل اچھے کیے اور (پہلی غلطیاں) بیان کر دیں تو اُن لوگوں پر
عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○
میں رحم کرتا ہوں اور میں بڑا ہی رحم والا مہربان ہوں

بلا شک ہم اُسی کے حضور جانے کو ہیں تو جیسا کچھ ہوگا وہاں کھل جائے گا سچ تو یہ ہے کہ انہیں لوگوں پر اُن کے رب کی شاباش ہے اور رحمت ہوگی اور یہی لوگ سیدھی دانائی کی راہ پر چلنے والے ہیں کیونکہ یہ کمال دانائی ہے کہ ماتحت اپنے افسر سے بگاڑتے نہیں اگرچہ اُس کی طرف سے کیسی ہی تکلیفیں پہنچیں سب کو بڑی خوشی سے اُٹھائے بالخصوص ایسا افسر جو تمام اختیارات کاملہ رکھتا ہو۔ دیکھو ہم تمہیں اس صبر کے متعلق ایک حکایت سناتے ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل کی والدہ ماجدہ نے جس وقت ابراہیم (علیہ السلام) اُس کو بحکم خداوندی جنگل میں چھوڑ گئے تو اُس نے صبر و شکر سے کام لیا اور جب اُسے پیاس کی سختی تکلیف پہنچی تو وہ بے چاری پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں پر جو شہر مکہ کے قریب ہیں جن کا نام صفا مروہ ہے دوڑنے لگی کہ کہیں سے پانی ملے اُس وقت کی اُس صابرہ کی یہ دوڑ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ علاوہ اُن احسانات کے جو اُس وقت اُس پر اور اُس کے بچے پر کیے ہم نے عام طور پر اس صابرہ کا صبر جتلانے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کو اعلان کر دیا کہ صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں بیشک خدا کی قبولیت کی نشانیاں ہیں پس جو شخص دیکھنا چاہے کہ خدا صبر پر بھی کچھ بدلہ دیتا ہے۔ وہ صفا مروہ کو دیکھ لے یہاں سے اُس کو اسمٰعیل اور اُس کی والدہ کا قصہ معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کیونکر اُس کو صبر کا بدلہ دیا کہ تھوڑا سا اُس کی نسل سے تمام عرب کو آباد کیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اس کے پانی کی تلاش والی چال ان دو پہاڑیوں میں ہمیں یہاں تک بھلی معلوم ہوئی کہ ہم نے عام طور پر لوگوں کو حکم دیا کہ جو کوئی حج یا عمرہ کرنے کو آوے وہ ان دونوں پہاڑیوں کے گرد بھی پھر لے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے اور جو کوئی ایسے ثواب بھی کمائے گا تو ضرور خدا اُس کو بدلہ دے گا اس لیے کہ اللہ تو بڑا قدر دان اور اُن کو جاننے والا ہے۔ باوجود اس کے بعض لوگ خبیث النفس ایسے بھی ہیں کہ ہمارے احکام متعلقہ صبر وغیرہ عوام سے چھپاتے ہیں صاف طور پر بیان نہیں کرتے سو یاد رکھو کہ جو لوگ ہمارے اُتارے ہوئے کھلے کھلے احکام اور ہدایت لوگوں سے چھپاتے ہیں بعد اس کے جو ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لیے بیان بھی کر دیا تو ایسے ہی لوگوں کو خدا لعنت کرتا ہے اور تمام دنیا کے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں ہاں جنہوں نے اس گناہ سے توبہ کی اور آئندہ کو عمل اچھے کیے اور اپنی پہلی غلطیاں بیان بھی کر دیں تو اُن لوگوں پر میں بھی رحم کرتا ہوں اور میں ہمیشہ سے بڑا ہی رحم والا مہربان ہوں جو کوئی مجھ سے ڈر کر ذرا بھی جھکے تو میں اُس کو فوراً اپنی

شانِ نزول

۱؎ مدینہ کے لوگوں نے زمانہ کفر میں صفا مروہ پر دو بت رکھے تھے اور اُن کا طواف کیا کرتے تھے جب اسلام لائے تو اُنہوں نے ان بتوں کے طواف کو تو بُرا سمجھا ہی تھا یہاں تک اُن سے بیزار ہوئے کہ صفا مروہ (جن پر وہ بت رکھے تھے) کے درمیان سعی کرنا بھی اُنہوں نے حرام جانا۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (ابن کثیر)

۲؎ یہود نصاریٰ کے علما سچی باتوں کو اکثر لوگوں سے چھپاتے تھے جس سے غرض اُن کی محض لوگوں کو خوش کرنا تھا۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ علماءِ اسلام اس سے متنبہ ہوں کہ تھوڑی تھوڑی اغراض نفسانی کے لیے حق پوشی نہ کیا کریں ورنہ اُن میں اور ان میں کیا فرق ہوگا۔ (منہ)

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ
ہاں جو لوگ منکر ہوئے اور حالت کفر ہی میں مرے

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ
تو ان پر اللہ اور فرشتوں اور سب بندوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا
طرف سے لعنت ہے اسی میں ہمیشہ رہیں گے - نہ

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
اُن کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ اُن کو

يُنظَرُونَ ۝ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
مہلت ہی ملے گی - اور تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے۔

لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۝ ع ۱۹ ۳
اس کے سوا کوئی بھی خدا نہیں وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ
آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور

اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
رات دن کی تبدیلی میں اور اُن جہازوں میں

الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ
جو سمندر میں لوگوں کے نفع کو چلتے ہیں

النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ
اور اللہ کے آسمان سے اُتارے ہوئے پانی میں

مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
جس سے زمین کو بعد خشکی کے تازہ کرتا ہے

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ
اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے

الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ
پھیرنے میں اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے

رحمت میں لے لیتا ہوں۔ ہاں جو لوگ شریر اور متکبر ہیں کہ میری کتاب اور رسول سے منکر ہوئے اور تمام عمر بھی اس سے باز نہ آئے بلکہ اسی حالت کفر ہی میں مرے تو اُن پر اللہ اور اللہ کے فرشتوں اور سب نیک بندوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اسی لعنت کے وبال میں ہمیشہ رہیں گے نہ اُن کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ عذر داری کے لیے اُن کو مہلت ہی ملے گی کیونکہ اُن کا جرم بھی تو بہت بڑا ہے کہ توحید اور خداوندی احکام سے منکر ہیں اور اوروں کو خدا بتاتے ہیں حالانکہ تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے اُس کے سوا کوئی بھی خدا نہیں وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے جس کی انہوں نے قدر نہ کی بلکہ بجائے شکر گذاری کے ناشکری کو پسند کیا۔ تو کیسی نادانی کی۔ بھلا ایسے خدا مالک الملک کا بھی کوئی انکاری ہو سکتا ہے کہ جس کے وجود کی شہادت چاروں طرف سے آتی ہو۔ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کی تبدیلی میں اور اُن جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کے نفع کو چلتے ہیں اور اللہ کے آسمان سے اُتارے ہوئے پانی میں جس سے زمین کو بعد خشکی کے تازہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہوا کے ادھر ادھر پھیرنے میں اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے ہوئے ہیں بے شک عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ان اشیا کے ہیر پھیر سے

شان نزول

۱ مشرکین عرب نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ جس خدا کی عبادت کو ہمیں بتلاتے ہیں اُس کا کچھ حال تو بیان کیجیے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (معالم)

۲ اس سے پہلی آیت سن کر مشرکوں نے کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (معالم)

Marfat.com

وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○

درمیان گھرے ہوئے ہیں بیشک عقل والوں کیلیے بہت سی نشانیاں ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ

اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے سوا　اور معبود

اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ

بناتے ہیں۔　اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی خدا

اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا

سے چاہیے۔　اور جو مومن ہیں وہ دلی لگاؤ سب سے زائد اللہ سے رکھتے

لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ

ہیں۔　اور اگر ظالم اپنے عذاب کی گھڑی کو دیکھیں (تو جان

یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ

جائیں گے)　(کہ) توانائی سب اللہ ہی کو ہے

جَمِیْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ○

اور یہ کہ　اللہ کا عذاب　بہت سخت ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ

جس وقت پیشوا اپنے پیرو کاروں سے　بیزار

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

ہو جائیں گے　اور عذاب دیکھیں گے　اور آپس کے

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ

علاقے سب ٹوٹ جائیں گے　اور پیرو کار بول

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ

اُٹھیں گے　کہ اگر ہم ایک مرتبہ پھر جائیں　تو ضرور ہی ہم بھی

مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ

اُن سے ایسے ہی بیزار ہوں جیسے کہ یہ ہم سے ہوئے　ایسا ہی

یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

اللہ اُن کے اعمال اُن کو دکھائے گا　کہ افسوس

عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ

کریں۔　اور آگ سے　کبھی　نہ نکل

النَّارِ ○ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا

سکیں گے۔　اے　لوگو!　کھاؤ　دنیا کی

اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ واقعی ان کا بنانے والا واحد لاشریک ہے اور وہی لائق عبادت ہے۔ مگر باوجود ایسے نشانوں کے بھی بعض لوگ ایسے احمق ہیں کہ اللہ کے سوا اَور معبود بناتے ہیں یہ نہیں کہ اُن کو اپنا خالق سمجھتے ہوں یا رزّاق جانتے ہوں۔ نہیں ازمہ تو یہی ہے کہ رزق کا مالک ایک ہی خدا کو جانتے ہیں۔ باوجود اس کے اُن بناوٹی معبودوں سے ایسی محبت اور دلی لگاؤ کرتے ہیں جیسی خدا سے چاہیے یہ بھی تو ایک قسم کا شرک ہے کہ خدا کی سی محبت اَوروں سے کی جائے یہی وجہ ہے کہ جو مومن ہیں وہ دلی لگاؤ اور قلبی خلوص سب سے زائد اللہ کے ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی کمال دور اندیشی سے جانتے ہیں کہ ہمارا جس قدر تعلق خدا کے ساتھ ہے اُتنا کسی اَور سے نہیں۔ ہماری عزت، ذلت، غربت، امارت سب اُسی کے قبضہ میں ہے۔ بخلاف پہلے لوگوں کے جو اَوروں میں بھی کچھ طاقت کارروائی کی سمجھتے ہیں۔ اِس بے وقوفی کا انجام آخرت میں تو دیکھ ہی لیں گے۔ اگر ابھی سے یہ ظالم اپنے اس باطل عقیدے کی سزا اور عذاب کی گھڑی کو دیکھ لیں تو جان جائیں کہ بے شک ہم غلطی میں ہیں کہ اَوروں میں بھی توانائی سمجھتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ توانائی سب اللہ ہی کو ہے اور سوائے اس کے کسی کو نہیں۔ اگر ہوتی تو وہ ہم کو اس مصیبت سے ضرور ہی بچا لیتے ایسے مشکل وقت میں قدر معلوم ہو گی اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ واقعی اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ابھی تو یہ احمق اپنے شرک کی بلا میں پھنسے ہوئے کچھ نہیں سمجھتے۔ لطف تو جب ہو گا کہ جس وقت ان کے جھوٹے پیشوا اپنے پیرو کاروں سے بیزار ہو جاویں گے اور سامنے سے عذاب دیکھیں گے اور آپس کے علاقے اُن کے سب ٹوٹ جاویں گے اور پیرو کار مرید تنگ آکر بول اُٹھیں گے کہ اگر ہم دنیا میں ایک مرتبہ پھر جائیں تو ضرور ہی ہم بھی اُن دغابازوں سے ایسے ہی بیزار ہوں جیسے یہ ہم سے ہوئے اور کبھی بھی تو ان کی نہ سنیں چاہے کتنا ہی زور لگائیں۔ مگر اُس وقت کا افسوس کیا مفید ہو گا۔ ایسا ہی کئی دفعہ اللہ اُن کے اعمالِ قبیحہ اُن کو دکھائے گا کہ اپنی بدکرداری پر حسرت اور افسوس کریں اور ہمیشہ ہی اُن کو جہنم میں رکھے گا جس کی آگ سے کبھی بھی نکل نہ سکیں گے بعض لوگ اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ سے محبت جبھی ہوتی ہے کہ تمام کاروبار دنیاوی اور لذیذ اشیاء کو ترک کریں ورنہ نہیں۔ سو ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کو ہم عام طور پر اعلان دیتے ہیں کہ اے لوگو! کھاؤ اور پیو دنیا کی حلال اور پاک چیزیں۔ ایسی جائز لذت

۲۰۶ع

Marfat.com

فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا

حلال پاکیزہ چیزیں اور شیطان کے

خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

پیچھے مت جاؤ - وہ تمہارا صریح

مُّبِیْنٌ ○ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ

دشمن ہے - وہ بجز بداخلاقی اور بے حیائی کے کوئی بھی

وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

راہ تم کو نہیں بتلاتا اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کی نسبت ایسی بات

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ

کہو جسے تم نہیں جانتے - اور جب اُن سے کوئی کہنے لگے

اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ

کہ اللہ کی اُتاری ہوئی (کتاب) کی پیروی کرو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو

مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ

اُسی راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا - کیا ان (ہی کے پیچھے

اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا

چلیں گے) گو باپ دادا ان کے ایسے ہوں کہ نہ سمجھیں اور نہ

یَهْتَدُوْنَ ○ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

راہ پر ہوں - اور کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے والے) کی مثال

كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ

اُس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے جانور کو بلاتا ہے جو سوائے پکار اور آواز

اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ

کے کچھ بھی نہیں سنتا - بہرے گونگے

عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ یٰٓاَیُّهَا

اندھے ہیں پس یہ نہیں سمجھتے اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا

ایمان والو! ہماری دی ہوئی حلال چیزوں میں سے خوب

رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

کھاؤ - اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اُسی

اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ

کے بندے ہو - ہاں میتہ اور خون

اُٹھانے میں کوئی ہرج اور ممانعت نہیں - ہرج تو اس میں ہے کہ اُس
کھانے میں غرور ہو سو تم ایسا مت کرو اور شیطان کے پیچھے مت
جاؤ کیونکہ وہ ضرور تمہارا صریح دشمن ہے کبھی تم سے بہتری سے
پیش نہ آئے گا بلکہ ہمیشہ تمہاری بُرائی ہی کی تدبیریں سوچے گا اور
سوچتا ہے کیونکہ وہ بجز بداخلاقی اور بے حیائی کے کوئی بھی تم کو راہ
نہیں بتلاتا ہمیشہ بُری بُری باتیں سکھلاتا ہے سب سے بڑی یہ
سکھاتا ہے کہ تم اللہ کی نسبت ایسی بیہودہ بات کہو جسے تم خود بھی
یقیناً نہیں جانتے چنانچہ تم سے اللہ کا شریک اور ساجھی کہلواتا ہے
اور اُس کی اولاد کی تلقین کرتا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے حالانکہ تم بھی
یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کا کوئی ساجھی یا اولاد ہے - اُس کی بڑی
بھاری چالبازی یہ ہے کہ جس کسی کو بہکاتا ہے یہی کہہ کر بہکاتا ہے کہ
تمہارے باپ دادا ایسا ہی کرتے آئے ہیں پس تمہیں بھی اسی راہ چلنا
چاہیے - کیا تم اُن سے زیادہ دانا ہو - کیا وہ بے وقوف ہی تھے پس
لوگ اسی پر جم جاتے ہیں - اور جب اُن سے کوئی شخص بطور نصیحت کہنے لگے
کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب کی پیروی کرو تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اُسی راہ
پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے - کیسی نادانی کا جواب ہے
کیا اُن باپ دادوں ہی کے پیچھے چلیں گے گو باپ دادا اُن کے ایسے احمق ہوں
کہ کسی کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھیں اور نہ خود ہی راہ پر ہوں سچ تو یہ ہے کہ
جب کسی کے دل میں باپ دادا کے اتباع کا خیال بیٹھ جاتا ہے تو پھر کوئی ہدایت
اثر نہیں کرتی بلکہ ایسے کافروں کو ہدایت اور راہِ راست کی طرف بلانے والے کی
مثال اُس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے جانور کو بلاتا ہے جو سوائے پکار اور آواز کے
کچھ نہیں سنتا یہی حال ان احمقوں کا ہے جو کوئی ان کو ہدایت کی طرف بلائے
اُس کی آواز تو صرف سنتے ہیں مگر مطلب کی طرف جی نہیں لگاتے کہ کیا کہہ رہا ہے
حق ہے یا باطل - کیونکہ یہ لوگ اپنے خیالی پلاؤ میں حق سننے سے گویا بہرے ہیں
سچ بولنے سے گونگے اور اپنی کج روی دیکھنے میں اندھے ہیں پس یہی وجہ ہے کہ
یہ لوگ حق نہیں سمجھتے ہاں یہ خیال مت کرنا کہ اللہ کی محبت عمدہ اور لذت دار چیزوں
سے روکتی ہے نہیں سنو! ہم اعلان دیتے ہیں کہ اے ایمان والو! ہماری دی
ہوئی حلال چیزوں میں سے خوب کھاؤ اور جی میں یہ سمجھ کر خدا ہی نے دی ہیں
اللہ کا شکر کرو اگر تم اُسی کے کامل بندے بننا چاہتے ہو تو یہی مناسب ہے
کیا تم نے شیخ سعدی کا قول نہیں سُنا؟ درویش صفت باش کلاہ تتری دار

الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ	ہاں میتہ یعنی خود مردہ چیز اور ذبح کے وقت کا خون اور گوشت خنزیر
اور گوشت خنزیر اور جو	اور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکاری ہو کہ فلاں پیر کی نیاز یا فلاں دیوی
مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ	کا بکرا بے شک تم پر حرام ہے۔ پھر بھی جو کوئی مجبور ہو نہ حرام خوری کی چاٹ
اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکاری گئی بے شک تم پر حرام ہے ہاں جو کوئی	میں حرام کی تلاش کرنے والا ہو کر بلکہ پابند شریعت اور تابعدار امن پسند ہو

حاشیہ نمبر ۱۸ (فلاں پیر کی نیاز) زمانہ حال میں یہ اختلاف ہے کہ غیر خدا کے نام کی اشیا جو بغرض تقرب مقرر کی جاتی ہیں جب ان کو بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے تو حلال ہیں یا حرام؛ بعض لوگ اس کو حلال جانتے ہیں۔ مگر محققین کے نزدیک حرام ہیں حضرت حجۃ الہند شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اسی کو پسند کیا ہے اور مولانا عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلوی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ایسی اشیا کی حرمت کچھ ایسی عارضی نہیں ہوتی جیسے بغیر اجازت چیز میں ہوتی ہے جو بعد اجازت حلال ہو جاتی ہے بلکہ ان کی حرمت کا سبب شرک ہے جو ابتدا ہی سے اس میں اثر کر گیا ہے۔ سر سید سے اس مسئلہ میں مشرکوں کی تائید ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"حرام نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سوائے خدا کے کسی کے نام کی کوئی چیز مقرر کر دینا شرک نہیں بلکہ اقدام علی الشرک ہے۔ شرک جب ہو گا کہ اسی کے نام پر ذبح کی جائے اور جب ذبح خدا کے نام پر ہے تو پھر اقدام علی الشرک سبب حرمت نہیں"۔

میں کہتا ہوں سید صاحب کا یہ فرمانا کہ تسمیہ غیر اللہ کے نام کا شرک نہیں۔ صحیح نہیں بلکہ یہ بھی شرک ہے اس لئے کہ شرک تو نیت کے متعلق ہے نہ کہ خاص فعل سے لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ۔ اس کا مؤید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے غیر خدا کی نسبت غلامی کو بھی شرک قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں و عبد فلاں نام می نہند" (حاشیہ ترجمہ قرآن پارہ ۹ ربع ثالث)

پس آپ کا یہ فرمانا کہ یہ نیت اقدام علی الشرک ہے شرک نہیں قابل نظر ہے۔ رہا ان لوگوں کا جھگڑا جو ایسی چیزوں کو اس تاویل سے کہ ہمیں ثواب رسانی مقصود ہوتی ہے نہ کہ ان بزرگوں سے تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سو یہ نزاع لفظی ہے اس لئے کہ ان کی تقریر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقرب غیر اللہ اگر ہو تو بے شک حرام ہے۔ مگر صورت مروجہ میں نہیں پایا جاتا۔ پس اب ہماری تلاش یہ ہوگی کہ ایسے موقعہ پر ہم بقرائن دریافت کریں کہ ان لوگوں کی غرض کیا ہوتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی ایک قرینہ بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم اس بکرے جتنا گوشت بازار سے لے کر مساکین کو کھلا دو۔ اور پیر صاحب کو ثواب پہنچا دو۔ تو ہر گز نہیں مانیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ غرض ان کی صرف غیر اللہ کے نام پر جان دینے کی ہے نہ کچھ اور سو یہی شرک ہے۔ پس اس موقعہ پر بسم اللہ سے ذبح کرنا کیا مفید ہو سکتا ہے؟

لہٰذا مصنف کہتا ہے۔ تمام لوگوں کا پیر صاحب کے نام سے ذبح کرنا اور اس سے ایصال ثواب مقصود رکھنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت آدم کے نام کی کوئی نیاز نہیں کرتا۔ کسی نے آج تک حضرت موسیٰ کے نام کی چار نہیں پکائی کبھی نہیں سنا کہ کسی نے بکرے کا ثواب حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کو پہنچایا ہو۔ حالانکہ اگر بانما بزرگی کے دیکھا جائے۔ تو اس تعظیم میں وہی لوگ زیادہ حق رکھتے ہیں جن کی بزرگی دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ پس یہ بھی قرینہ اس امر کا ہے کہ ثواب رسانی مقصود نہیں۔ علاوہ اس کے ہم نے بذات خود ایسے لوگوں کا حال دیکھا ہے جن کو پیروں کے نام پر نیازیں دینے کی عادت ہے بالکل یہی جانتے ہیں کہ اس نیاز کی قبولیت پیر صاحب کی طرف سے ہے اور اس قبولیت کے عوض میں وہ ہماری بلا فوری دفع کر دیں گے یا حصول مطلب کرا دینگے۔ ہاں بعض لوگوں کا اعتراض بھی قابل ذکر ہے گو کہ پاک کتاب کی تفسیر ایسے سوالوں کے ذکر کے مناسب نہیں مگر اس لئے کہ ایسے لوگوں کا شبہ بھی حل ہو جائے کچھ لکھا جاتا ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر پیر صاحب کا بکرا کہنے سے وہ بکرا حرام ہو جاتا ہے تو پھر کوئی چیز بھی حلال نہ ہو گی۔ اس لئے کہ ہر ایک چیز کو ہم کہا کرتے ہیں کہ یہ روٹی زید کی ہے اور وہ بیوی عمر کی پس یہ بھی حرام ہوئیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ نِدَاہُ أَبِي وَأُمِّي يُرْفَعُ الْعِلْمُ وَيَفْشُو الْجَهْلُ قَبْلَ الْقِيَامَةِ افسوس ان حضرات نے یہ نہیں سمجھا کہ ان صورتوں میں تو اضافت تملک۔ ذات یا منافع کی ہے پیر صاحب کی نسبت میں کونسی اضافت ہے۔ اگر یہی ہے تو مردہ کی ملک کیونکر ہوئی۔ اور اگر ہوئی تو بلا اجازت ان کے اس چیز کو کیوں کھاتے ہو؟ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں بنی اسرائیل کی طرح بچھڑے کی محبت گھر کر گئی ہے۔ اس لئے ایسی باتیں ان سے کچھ بعید نہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (منہ)

Marfat.com

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

مجبور ہو نہ تلاش کرنیوالا اور نہ حد سے گزرنیوالا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ

خدا بڑی بخشش والا مہربان ہے بے شک جو لوگ

يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ

خدا کی اُتاری ہوئی کتاب مخفی کرتے ہیں۔

وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ

اور اُس کے عوض میں کسی قدر مال لیتے ہیں وہ

مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ

آگ ہی اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہیں

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور نہ قیامت کے دن خدا اُن سے کلام کرے گا

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اور نہ اُن کو معافی دے گا اور اُن کو سخت عذاب پہنچے گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

یہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ

لیا اور عذاب کو بخشش کے عوض میں

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ذٰلِكَ

پس کیسے صابر ہیں آگ پر وجہ یہ ہے

بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ط

کہ اللہ نے سچی کتاب اُتاری ہے۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ

اور جو لوگ اس میں مخالفت ہی ہیں

لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ○ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ ع ۲۱ ۹ ۵

بڑی بھاری بدبختی میں ہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں

تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ

اور نہ کھانے میں حد سے بڑھنے والا ہو۔ تو اس شخص پر کوئی اس گناہ کا مواخذہ نہیں بقدر حاجت کھالے۔ گو یہ اشیا اصل میں حرام ہیں لیکن بوجہ تنگی اس کی کے معافی دی گئی کیونکہ خدا بڑی بخشش والا مہربان ہے ایسے صاف اور صریح احکام سن کر ان کتاب والوں کے پاس کوئی حجت نہیں رہتی۔ تو اور ایک نئی بات نکالتے ہیں کہ اس نبی کے حق میں پہلی کتابوں میں کوئی پیش گوئی نہیں اور اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اس کے لیے کتب سابقہ میں ضرور کوئی خبر ہوتی۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے یہ خبر دی ہوئی ہے مگر اُن کے ظاہر ہونے سے اُن کو نقصان پہنچتا ہے اس لیے ان کو چھپاتے ہیں، سو یاد رکھیں کہ بیشک جو لوگ خدا کی اُتاری اور بتلائی ہوئی خبریں کتاب سماوی سے مخفی کرتے ہیں اور عوام لوگوں کو جو یہ بات اُن سے پوچھتے ہیں تو اور ہی معنی بتلاتے ہیں۔ اور اس کے عوض میں دنیائے دوں کا کسی قدر مال لیتے ہیں تاکہ مزے سے چند روز زندگانی بسر کریں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پلاؤ گوشت کھا رہے ہیں بلکہ وہ سراسر آگ ہی اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہیں جس کا بدلہ اُن کو آگ ہی ملے گا۔ اور نہ قیامت کے دن خدا اُن سے مہربانی سے کلام کرے گا اور نہ گناہوں سے اُن کو معافی دے گا بلکہ بجائے معافی کے مواخذہ ہو گا۔ اور اُس مواخذہ میں اُن کو سخت عذاب پہنچے گا اس لیے کہ یہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ لیا قرآن جیسی پاک کتاب چھوڑ کر اپنے خیالات واہیہ میں پھنسے اور عذاب الٰہی کو بخشش کے عوض میں لے چکے ہیں پس دیکھیے! کیسے صابر ہیں آگ کے عذاب پر۔ اس قدر ان پر سختی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے تو سچی کتاب قرآن کریم اُتاری ہے اور جو لوگ اس میں کج روی سے مخالف ہیں اُن کا حال ہم پہلے ہی بتلا چکے ہیں۔ کہ وہ بڑی بھاری بدبختی میں ہیں۔ باوجود اس بد دیانتی کے جس کا ذکر تم سن چکے ہو اہل کتاب اس امر پر نازاں ہیں کہ ہم ہی انبیاء کے کعبہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس لیے وہ سن رکھیں کہ بغیر اقرار رسالت یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ ہاں نیکی والے حقیقۃً وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے خدا کو اپنا خالق مالک رازق مطلق مانیں اور قیامت کے دن کو یقینی جانیں اور خدا کے فرشتوں کو

شان نزول۔ ۱؎ (لَيْسَ الْبِرَّ) تحویل قبلہ پر یہودیوں نے اعتراض کیے اور اپنی شیخی بھگاری تو اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى
اور فرشتوں کو اور سب کتابوں کو اور نبیوں کو مانیں اور اپنا
الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
مال باوجود اس کی خواہش کے قریبیوں اور یتیموں
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ
اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں
وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى
اور غلاموں کی رہائی میں خرچ کریں اور نماز کی پابندی رکھتے ہوں اور زکوۃ
الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ
دیتے ہوں اور جب کبھی وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور
الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ
سختیوں اور بیماریوں میں اور جہاد کے وقت میں صابر رہتے ہیں
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ (خدا سے)
الْمُتَّقُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ
ڈرنے والے ہیں اے ایمان والو! مقتولوں کا بدلہ لینا
عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
تمہیں جائز ہے آزاد بدلہ آزاد کے
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ
اور غلام بدلہ غلام کے اور عورت عوض عورت کے پس جو
عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ
کوئی اس کے بھائی سے کچھ معافی ملے تو دستور کے موافق لینا واجب ہے

اور سب کتابوں اور نبیوں کو سچے مانیں جن میں سے محمد رسول اللہ صلعم کو خاصکر واجب الاتباع جانیں۔ اور عملی پہلو ان کا یہ ہو کہ اپنا مال عزیز باوجود اس کی خواہش اور ضرورت کے محتاج قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور بے سامان مسافروں اور ہر قسم کے مانگنے والوں کو دیویں اور غلاموں کی رہائی میں خرچ کریں نہ کہ تمہاری طرح کہ سب جہاں کو کھا جاؤ اور پھر روزہ دار ہی کہلاؤ اور نیکی والوں کی تعریف میں یہ بھی ہے کہ وہ نماز کی پابندی رکھتے ہوں اور اپنے مال میں سے زکوۃ بھی دیتے ہوں اور معاملہ کے ایسے صاف ہوں کہ جب کبھی کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور سختیوں اور بیماریوں میں جہاد کے وقت میں صابر رہتے ہیں یہی لوگ اپنے دعویٰ میں سچے راستباز ہیں۔ اور یہی لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ اور باقی سب غلط۔ ہاں یہ نہیں کہ ان لوگوں پر اگر کوئی نااہل زیادتی کرے یہاں تک کہ ان کو یا ان کے بھائی بندوں کو جان سے مار دے تو وہ اپنے صبر ہی میں خاموش رہیں۔ ایسا صبر تو ان کی جان پر وبال ہو جائے گا صبر یہ نہیں کہ ظالموں کو دلیر کیا جائے۔ بلکہ ایسے نالائقوں سے

بدلا لینا بھی ضروری ہے۔ اس لئے ہم اعلان دیتے ہیں کہ اے ایمان والو مقتولوں کا بدلہ لینا تمہیں جائز ہے اس میں کسی خاص شخص یا قوم کی فضیلت بھی نہیں کہ ان میں کا قاتل چھوڑا جائے۔ یا ان کے آزاد کے عوض غلام کو لیا جائے۔ یا ان کی عورت دوسروں کی عورتوں سے ہم پلہ نہ ہو سکیں بلکہ آزاد قاتل بدلہ آزاد مقتول کے[1] خواہ کوئی ہو مارا جائے گا۔ اور غلام بدلہ غلام کے چاہے کوئی ہو مارا جائے اور عورت قاتلہ عوض عورت مقتولہ کے خواہ کسی قوم کی ہو ماری جاوے۔ ہاں اگر باہمی صلح کی ٹھیرے تو پس جس قاتل کو اس کے بھائی مقتول کے وارثوں کی طرف سے کچھ معافی ملے کہ وہ اس کا مارنا چھوڑ کر کسی قدر نقدی پر فیصلہ کریں
تو دستور کے موافق اس وارث کا احسان شکریہ سے
لینا واجب ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی ہی اکڑخانی
میں رہو کہ ہم جان تو دے دیں گے پر
احسان نہ مانیں گے ایسا مت کرو۔

شان نزول [1] (اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ) عرب کے بعض قبیلے ایک دوسرے پر فضیلت جانتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر شریف قبیلے کا ایک آدمی مارا جاتا تو دوسرے کے دو مار کر برابر سمجھتے۔ اگر شریف قبیلے کی عورت کو کوئی رذیل قبیلے کی عورت مارتی تو اس عورت کے بدلہ میں اس قبیلے کے مرد کو مارتے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر فخر اور علو ہوتا تھا۔ کہ شریف قبیلے رذیلوں کی لڑکیاں بلا مہر لے لیتے جب مشرف باسلام ہوئے اور ہنوز ان کے بعض معاملات خون کے تصفیہ طلب تھے۔ شریف قبیلے نے حسب دستور قدیم خواہش کی اور خدا کو یہ خواہش ان کی ناپسند تھی تو ان کے تصفیہ کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم بتفصیل (منہ)

Marfat.com

وَاَدَاۤءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ

اور بخوشی اس کو پہنچاوے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے

رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ

آسانی ہے اور مہربانی پس بعد اس کے جو کوئی زیادتی

ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ

کرے گا تو اس کو سخت عذاب ہوگا اور خونی کے قتل کرنے میں

حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

تمہاری زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم بچتے رہو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال چھوڑ رہا ہو تو

اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

مرتے وقت اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے دستور کے

اور بخوشی اس وارث کا حق اس کو پہنچاوے کیا یہ نہیں سمجھتے ہو کہ تمہارا کتنا بڑا جرم تھا۔ جو اس نے بالکل ہی معاف کر دیا۔ اور ہم نے بھی اسے جائز رکھا۔ سچ پوچھو یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی ہے اور مہربانی ورنہ حق یہی تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے وہ ضرور مارا جائے۔ پس بعد اس فیصلہ کے جو کوئی ان میں سے کسی دوسرے پر زیادتی کرے گا یعنی معاف کر کے بدلہ لینے کی ٹھہرائے۔ یا وعدہ ادا کرنے رقم کا کرے اور ادا نہ کرے تو اس کو سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ خونی کے قتل کرنے میں تمہاری گویا زندگی ہے اے عقل والو! حتی الامکان یہی کیا کرو۔ تاکہ تم اس خوف سے کہ اگر قتل کر دیں گے تو اس کے بدلہ میں مارے جائیں گے۔ اس فعل شنیع سے بچتے رہو۔ چونکہ تنگ دستی بھی ایک قسم کی گویا موت ہے خاصکر ایسے شخص کے حق میں جس کے ماں باپ یا اولاد کا ترکہ دوسرے لوگ لے جائیں اور وہ محروم بیچارے رہیں۔ اس لئے جیسا کہ تم کو قتل قتال سے روکا۔ اسی طرح تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال اسباب پیچھے چھوڑتا ہے تو مرتے وقت اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے دستور شرع کے موافق وصیت کر جائے کہ میرے بعد میرے

شان نزول (کتب علیکم) عرب میں دستور تھا کہ سوائے لڑکے کے کوئی وارث نہ ہوتا تھا ان کی یہ عادت قبیحہ ہٹانے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ موضح القرآن

حاشیہ نمبر ۱۵ (تم پر فرض کیا گیا ہے) اس آیت کی تفسیر میں بھی مفسروں کا کسی قدر اختلاف ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے اس آیت کا حکم پہلے تھا کہ ہر ایک شخص پر مرتے ہوئے اپنے مال کے متعلق وصیت کرنا فرض تھا کہ میری جائیداد کو اس طرح تقسیم کرنا اتنا فلاں کو دینا اور اتنا فلاں کو۔ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اس میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی حصے فرما دیئے کہ بیٹے کا بیٹی سے دوگنا ہو وے۔ بیوی کا اتنا۔ خاوند کا اتنا۔ اس لئے یہ آیت منسوخ ہو گئی بعض علماء کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ حکم استحبابی ہے اور ان لوگوں کے حق میں ہے جن کا آیت میراث میں حصہ مذکور نہیں۔ جیسے باپ بیٹے کے ہوتے ہوئے چچا یا اس کی اولاد۔ پس اگر ایسے لوگوں کے حق میں کچھ وصیت کرے تو جائز ہے۔ اور وصیت کی حد حدیث صحیح میں ثلث مال تک آئی ہے۔

خاکسار مترجم کے نزدیک بھی قرآن کی دونوں آیتوں سے کوئی آیت منسوخ نہیں۔ بلکہ آیت میراث اس آیت کی شرح ہے کیونکہ اس آیت میں خدا نے وصیت کرنے کا حکم فرمایا تھا مگر چونکہ اس وصیت میں کمی زیادتی کرنا انسانی طبائع سے کچھ بعید نہ تھا اس لئے خدائے عالم الغیب نے اس وصیت کی آپ ہی شرح کر دی۔ بلکہ اس فعل کو جو اس کی شرح میں مستعمل تھا خاص اپنی طرف نسبت کیا اور فرمایا۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْۤ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ "یوصی" کے لفظ کو اس جگہ لانا اور یحکم جو عموماً ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے نہ فرمانا اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ افعال (ایصار) اس فعل (وصیت مکتوبہ) کی شرح ہے جو پہلے مجمل تھی پس اب آیت منسوخہ کے معنی یہ ہو گئے کہ اپنے ان وارثوں کے حق میں جن کے حصے خدا نے مقرر فرما دیے ہیں۔ یہ وصیت کرنا تم پر فرض ہے کہ اپنے اپنے حصے موافق شریعت کے لیں۔ کوئی کسی پر ظلم زیادتی نہ کرے۔ مگر ان وتار کے علاوہ اور لوگ بھی میت سے دور نزدیک کا تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت وصیت کی کوئی شرح نہیں بلکہ وہ میت کے اختیار میں رکھا اور مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ میں اسی اختیار کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں اس کو بھی ایسا کھلا نہیں چھوڑا کہ سارے مال کی وصیت کسی کے حق میں کر جائے بلکہ اس کو بھی غَيْرَ مُضَآرٍّ سے مقید فرمایا ہے جس کی شرح حدیث میں ثلث تک آئی ہے کہ تہائی مال کی وصیت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھا اور غَيْرَ مُضَآرٍّ کی شرح فرما دی۔ اور

Marfat.com

وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ○

موافق وصیت کر جائے پرہیزگاروں پر ضروری ہے

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ

ہاں جو لوگ اس کو بعد سننے کے بدلیں گے تو اس کا گناہ انہیں

عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○

بدلنے والوں پر ہوگا بے شک اللہ سنتا ہے جانتا ہے

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

ہاں جو کوئی وصیت کنندہ سے کج روی یا گناہ معلوم کرکے بیچ میں اصلاح کر

بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

دے۔ تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بڑی بخشش والا نہایت مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ

اے مسلمانو! تم پر روزہ فرض ہوا

ماں باپ اور میری لڑکیوں اور بہنوں کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا فلانے کو اتنا کسی پر کسی طرح کا ظلم زیادتی نہ کرنا۔ بلکہ موافق شریعت کے تقسیم کرنا گو یہ وصیت ہر ایک کے حق میں مفید اور مناسب ہے مگر خاص کر پرہیزگاروں پر تو ضروری ہے ہاں جو لوگ اس وصیت کو بعد سننے کے بھی بدلیں گے تو اس ظلم کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہوگا۔ نہ کہ اس میت پر بیشک اللہ اس میت کی باتیں سنتا ہے اور ان بدلنے والوں کی حرکات ناشائستہ کو جانتا ہے پھر کیسا ہو سکتا ہے کہ اس میت کو باوجود وصیت کے کر جانے کے بھی مواخذہ ہو۔ ہاں جو کوئی اس میت وصیت کنندہ سے کسی وارث کی حق تلفی کے سبب سے کجروی معلوم کرے یا کسی کو اس کے حق سے زائد دلانے یا کسی ناجائز جگہ صرف کرنے کی وجہ سے گناہ معلوم کرکے اس میں اصلاح مناسب کر دے۔ اگرچہ موصی کی وصیت میں تغیر ہی آوے تو اس پر گناہ نہیں بلکہ اس کی کوشش کا اس کو عوض ملیگا بے شک اللہ بڑی بخشش والا نہایت مہربان ہے۔ مخلصوں کی تھوڑی سی محنت بھی ضائع نہیں کرتا۔ یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ محض اپنے فضل سے تمہیں ایسے کام بتلاتا ہے جو تمہیں ہر طرح سے مفید ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر روزہ فرض ہوا ہے[20] جو تمہارے حق میں سراسر مفید ہے اس میں تمہاری خصوصیت نہیں۔ بلکہ تم پر جو ہوا سو ویسا ہی ہوا جیسا تم سے پہلے

[1] تفسیر ثنائی کا بہت سا حصہ سرسید مرحوم کی زندگی میں چھپ گیا تھا اور ان کو پہنچ بھی گیا تھا ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ ۱۹) وارث کے حق میں لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ کہہ کر یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ کو كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْوَصِیَّةُ کی شرح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ جن کے حق میں خدا نے حصے مقرر کر دے ہیں ان کی نسبت تو مقرر حصص کے لئے وصیت کرنے کی حاجت نہیں بلکہ ان کی وہی وصیت ہے جس کو خدا نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور جن لوگوں کے حصص مقرر نہیں کئے ان کے حق میں میت کو ثلث مال تک وصیت کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ پس سرسید احمد خاں کا فرمانا کہ:-

"قرآن مجید کی دونوں آیتیں ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے والے نے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اس کا مال اس کی وصیت کے مطابق تقسیم کیا جائے اور اگر اس نے کچھ وصیت نہیں کی یا جس قدر کہ وصیت کی ہے اس سے زیادہ مال چھوڑا ہے تو اس کے مال کی یا اس قدر کی جو وصیت سے زیادہ ہے آیت نوریث کے مطابق تقسیم ہو جاوے گی۔ پس دونوں آیتوں کا حکم بحال اور قائم ہے۔" (صفحہ ۲۱۵)

صحیح نہیں کیونکہ بحکم القران یفسر بعضه بعضا قرآن جو اپنی تفسیر آپ کرتا ہے وہ ہر طرح مقدم ہے۔ سرسید کی تفسیر اس اصول کے خلاف ہے امید ہے کہ سید صاحب ہمارے معروضہ بالا بیان پر غور فرمائیں گے تو اپنی اس رائے کو واپس لیں گے۔ اس لئے کہ سید صاحب کو اس کہنے کی وجہ یہی پیش آئی ہے کہ کوئی آیت کسی آیت یا حدیث سے منسوخ نہ ہو۔ سو ہم نے نہ کسی آیت کو آیت سے منسوخ ٹھیرایا ہے نہ حدیث سے بلکہ ایک آیت اور حدیث کو دوسری آیت کی تفسیر اور شرح بنایا ہے جو بالکل القران یفسر بعضه بعضا کے مطابق ہے۔ فافہم (منہ)

حاشیہ نمبر ۲۰ - (فرض ہوا ہے) اس آیت کے متعلق بھی کسی قدر اختلاف ہوا ہے بعض مفسر کہتے ہیں کہ یہ روزے اور ہیں اور رمضان کے روزے اور لیکن جب رمضان فرض ہوا تو یہ منسوخ ہو گئے بعض کہتے ہیں کہ یہ روزے وہی ہیں جن کی تفسیر خود کلام اللہ نے کر دی ہے وہ رمضان ہے خاکسار کے نزدیک بھی یہ رائے ارجح ہے اس لئے کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم آیات قرآنی کو خواہ مخواہ توجیہ ہوتے ہوئے بھی منسوخ قرار دیں۔ خیر یہ اختلاف تو تھا ہی اس

Marfat.com

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ	لوگوں پر ہوا تھا۔ اس میں ہماری کوئی ذاتی غرض نہیں۔ بلکہ یہی ہے تاکہ
جیسا کہ تم پر ہے ۔ تم سے پہلے ۔ لوگوں پر ہوا تھا ۔ تاکہ تم	تم شہوات نفسانیہ اور عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔ گھبراؤ نہیں۔ چند ہی
تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ	ایام ہیں پھر ان میں بھی ہر طرح سے آسانی کی گئی ہے کہ جو کوئی تم
بچ جاؤ ۔ چند ہی ایام ہیں ۔ پھر جو ۔ کوئی	میں سے رمضان کے دنوں میں . . . .

بقیہ (۲۰) آگے کی آیت يُطِيقُونَهُ میں اس سے بھی کسی قدر زیادہ بحث ہوئی ہے۔ بعض مفسرین اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ اگر نہ رکھیں تو اس کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم دوسری آیت فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے منسوخ ہے اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم قطعی طور پر دے کر دو (بیمار اور مسافر) ہی کو مستثنیٰ کیا ہے معلوم ہوا کہ باقی لوگ روزہ ضرور رکھیں بعض صاحب نسخ سے بچنے کو اس کے معنی میں لا کو مقدر سمجھتے ہیں یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض کی رائے ہے کہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے بھی آتا ہے یعنی حذف لا کی حاجت نہیں بلکہ يُطِيقُونَهُ ہی کے معنی عدم طاقت کے ہیں غرض ان کی رائے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں۔ بعض کہیں يطيقون کے معنی دشواری سے روزہ رکھنے کے ہیں۔ پس یہ آیت منسوخ نہ ہوئی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں اس آیت کی تفسیر کے ماتحت سلمہ سے روایت ہے کہ شروع اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا تھا جو چاہتا افطار کر کے فدیہ طعام دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس سے بعد کی آیت نازل ہوئی۔ سلمہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ يطيقون کے معنی طاقت رکھنے کے ہیں مگر دوسری آیت مَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ نے اس اختیار کو منسوخ کر دیا۔ اسی صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ يُطِيقُونَ کے معنی ہیں يُطَوَّقُونَ یعنی بدقت و دشواری روزہ رکھنے والے مراد ہیں۔ جیسے بہت بوڑھے لوگ اس قول کے مطابق آیت منسوخ نہیں بلکہ کمزور بوڑھوں کے حق میں بحال ہے۔ میں نے جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ ابن عباس کی روایت کی بنا پر کیا ہے لیکن سلمہ بن اکوع نے جو طاقت رکھنے والے بتائے ہیں ان معنی کی تردید کی میں کوئی دلیل نہیں پاتا۔ نیز اس تفسیر سے آیت موصوفہ کو منسوخ کہنے پر بھی کوئی قطعی دلیل از قرآن و حدیث مجھے نہیں ملی۔ رہی یہ بحث کہ یہ کون لوگ ہیں جن کو دقت اور دشواری ہوتی ہے۔ بہت سے مزدور تمام روز گرمی میں کام کرتے ہوئے بھی روزہ رکھتے ہیں اور بہت سے بابو لوگوں کو سرد مکانوں میں بیٹھے ہوئے بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے سو اس کی تعیین یوں ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں کہ ان کے ہم عمر دوسرے لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں تو وہ معذور نہ سمجھے جائیں گے۔ اور جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کی عمر ہی ایسے مرتبہ کو پہنچ چکی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ آئندہ کو انہیں طاقتور ہونے کی امید ہے جیسے شیخ فانی تو ایسے لوگ بیشک معذور ہیں اور ہونے بھی چاہئیں۔ سرسید نے اس موقع پر ناتوانوں کی تفصیل نہیں کی بلکہ مطلقاً اختیار دیا ہے کہ:۔

"جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں زیادہ سختی اور تکلیف ہوتی ہے اور بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو اجازت ہے کہ روزوں کے بدلہ میں فدیہ دیں مگر ان کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر ہے"۔ (ج ۱ ص ۲۲۹)

اس لئے گزارش ہے کہ یا تو تفصیل کیجئے اور اگر تفصیل منظور نہیں بلکہ ہر ایک تکلیف اور سختی اٹھانے والے کو خواہ اس کی ناطاقتی مَنعی ہو یا شخصی اجازت ہے تو فرما دیں مَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ والی آیت کا جو باستثناء دو قسم (مریض اور مسافر) مطلقاً فائدہ وجوب کا دیتی ہے۔ کیا جواب؟ رہی یہ بحث کہ سارے مہینے کے روزے قرآن سے ثابت ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ فَلْيَصُمْهُ کی ضمیر منصوب مفعول فیہ کے لئے استیعاب ضروری نہیں بلکہ کسی قدر اشتغال کافی ہے جیسے کہ دخلتُ الدَّارَ اور دخلتُ المسجد یہ شبہ مولوی حشمت علی اہل قرآن کی منیصا پیدا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر منصوب اس جگہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے تلویح میں لکھا ہے جو شخص کہے علی ان اصوم فی الشھر اسے تو مہینہ میں کم از کم ایک روزہ واجب ہے اور جو شخص ان اصوم الشھر کہے اسے سارا مہینہ رکھنے پڑتے ہیں۔ اس لئے کہ الشھر مفعول فیہ مشابہ مفعول بہ کے ہو گیا۔ یہ محاورہ کسی قدر ہمارے ہاں بھی ملتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے اس ہفتہ میں رخصت لی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ چند ایام نہ تمام ہفتہ۔ اور اگر کہے کہ میں نے یہ ہفتہ رخصت لی ہے تو اس کے معنی سارے ہفتہ کے دن ہوتے ہیں۔ پس اسی طرح فلیصم فیه اور فلیصمه فرق ہے فتدبر ۱۲ (منہ)

ل اس مضمون کی ایک حدیث بھی آئی ہے کہ بڈھے ارذل العمر کو روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلانا جائز ہے حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی اگر روزہ رکھنے سے اس کے حمل کو یا بچہ کو کچھ نقصان پہنچتا ہے تو وہ بھی بیمار کی طرح معذور ہے۔ بعد فراغت رکھ سکتی ہے۔ منہ ۱۲

لہ جو کوئی رمضان کا مہینہ پاوے اس کے روزے رکھے ۱۲ منہ

Marfat.com

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ

تم میں سے بیمار ہو　یا مسافر　تو اور دنوں سے شمار پورا

اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ

کرے۔ اور جو لوگ　اس روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کو کھانا

مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَ

دینا واجب ہے　پھر جو کوئی شوق سے نیکی کرے　پس وہ اس کے لیے بہتر ہے　اور

اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

سب سے بہتر تو یہی ہے　کہ روزہ ہی رکھو　اگر جانتے ہو

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

ماہ رمضان ہی تو وہ مہینہ ہے جس کی فرضیت میں　قرآن نازل ہوا ہے

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ

جو سب لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی　بین نشانیاں　اور

الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

فیصل ہے　پس جو کوئی تم میں سے　اس مہینے کو پاوے وہ اس کے روزے رکھے

بیمار ہو جس سے وہ روزہ نہ رکھ سکے. یا مسافر تو وہ بجائے ان دنوں کے اور دنوں سے شمار پورا کرے۔ اور جو لوگ بوجہ غایت ضعف جسمانی اور پیرانہ سالی بدقت و دشواری اس روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ اگر روزہ نہ رکھیں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا دینا واجب ہے. پھر جو کوئی شوق سے نیکی زیادہ کرے کہ ایک کے بدلہ میں دو کو کھلا دے پس وہ دو کا کھلانا اس کے لئے بہتر ہے اور سب سے بہتر تو یہی ہے کہ روزہ ہی رکھو گو تکلیف شدید ہی ہو۔ اس لئے کہ روزہ مثل ایک مسہل کے ہے جو سال بعد ہر ایک کو کر لینا چاہیئے گو وہ کسی مرتبہ کا ہو۔ اگر دینی رموز جانتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ تم جانتے ہو کہ یہ ایام مذکورہ کیا ہیں اور کب ہیں سنو! ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس کے روزہ رکھنے کی فرضیت کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ جو سب لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی بین نشانیاں اور حق و باطل کا فیصل ہے پس اب تو ضرور ہے کہ جو کوئی تم میں سے اس رمضان کے مہینے کو پاوے وہ اس کے سارا مہینہ روزے رکھے

حاشیہ نمبر ۱۲۱ (فرضیت کے بارے میں) اس آیت کی تفسیر میں بھی کسی قدر اختلاف ہوا ہے. اکثر صاحب اس کے ترجمہ میں حذف مضاف نہیں مانتے. بلکہ صاف ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں۔ رمضان میں لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر سارا قرآن آگیا تھا۔ پھر حسب موقع ایک ایک سورت نازل ہوتی رہی. بعض صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔ کہ۔

(القول الثانی) فی تفسیر قولہ انزل فیہ القرآن قال سفیان انزل فیہ القرآن معناہ انزل فی فضلہ القرآن وھذا اختیار الحسین ابن الفضل قال ومثلہ ان یقال انزل فی الصدیق کذا آیۃ۔ یریدون فی فضلہ قال ابن الانباری انزل فی ایجاب صومہ علی الخلق کما یقال انزل فی الزکوٰۃ کذا وکذا یرید فی ایجابھا وانزل فی الخمر کذا۔ یرید فی حرمتھا (ترجمہ) رمضان کی فضیلت میں قرآن نازل ہوا۔ بعض کہیں رمضان کی فرضیت میں قرآن نازل ہوا جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ زکوٰۃ میں قرآن کی فلاں آیت اتری اور شراب میں فلاں آیت نازل ہوئی جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت میں اور شراب کی حرمت میں نازل ہوئی۔

میرے نزدیک بھی یہی معنی ارجح ہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جس سے متبادر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے بیان پر تفریع مذکور ہے۔ چنانچہ لفظ ف جس کے معنی پس کے ہیں یہی جتلا رہا ہے. سو یہ تفریع جبھی صحیح اور درست ہوگی کہ اس سے پہلی آیت میں کچھ ایسا مذکور ہو جس کے ساتھ وجوب صیام تفریع پذیر ہو سکے۔ وہ یہی ہے کہ انزل فی ایجاب صومہ یعنی اس کے روزوں کے فرض ہونے میں قرآن نازل ہوا ہے۔ پس جو کوئی حاضر ہو وہ روزہ رکھے۔ پہلے دونوں معنی کہ اس میں قرآن نازل ہوا یا اس کی فضیلت میں نازل ہوا۔ اس تقریر سے ایسے منطبق نہیں جیسے کہ یہ ہیں فافہم رہی سورہ قدر کی آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اس میں بھی اگر حذف مضاف مانا جائے جیسا کہ بعض نے مانا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اور نہیں تو جو وجہ ہم نے بیان کی ہے وہاں چونکہ وہ نہیں اس لئے وہاں اس کے متبادر معنی بھی لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ فتفکر (منہ)

Marfat.com

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ

اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ اور دنوں سے

مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

شمار پورا کر دے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

اور تنگی نہیں چاہتا تاکہ تم گنتی پوری کر سکو

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

اور بتلائے ہوئے طریق پر خدا کی بڑائی بیان کرو تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ○ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي

شکریہ کرو جب میرے بندے تجھ سے میرا حال دریافت کریں

فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

تو تو کہدے کہ میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار جب کبھی

دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ

مجھے پکاریں قبول کرتا ہوں پس میری بات مانیں اور میری نسبت ایمان درست رکھیں

يَرْشُدُونَ ○ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ

راہ پاویں تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں عورتوں سے

الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ

جماع کرنا حلال کیا گیا وہ تمہارا لباس ہیں

وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

اور تم ان کی پوشاک ہو خدا نے جان لیا کہ تم

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا

اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہو پس تم پر رحم کیا اور تم سے

عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا

معاف کر دیا پس اب ان سے ملا کرو اور جو خدا نے تمہارے حق میں

كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

لکھی ہے اس کی طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو جب تک کہ صبح کی سفید دھاری

اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ اور دنوں سے جب وہ تندرست ہو جائے یا سفر سے واپس آجائے تو اسی قدر شمار پورا کرے۔ خدا کو تمہاری تکلیف بیجا منظور نہیں بلکہ اخلاص منظور ہے یہی وجہ ہے کہ خدا اپنے احکام میں تمہارے حق میں ہمیشہ آسانی چاہتا ہے اور کبھی تنگی نہیں چاہتا اور بیمار اور مسافر کو اتمام مافات کا حکم بھی اسی لئے دیا تاکہ حتی المقدور تم اس مبارک مہینے کی گنتی پوری کر سکو اور بعد ختم ہونے رمضان کے بتلائے ہوئے طریق سے عید کے روز خدا کی بڑائی اور تکبیریں بیان کرو تاکہ تم گناہوں کی معافی پر شکریہ کرو اس قدر کی مہربانی اور بخشش دیکھ کر جب میرے چاہنے والے بندے تجھ سے میرا حال دریافت کریں کہ اللہ ہم سے دور ہے یا نزدیک؟ ہم کسی طرح سے اس کو مل سکتے ہیں یا نہیں؟ تو تو میری طرف سے ان کو کہدے کہ میں تم سے ہر حال میں قریب ہوں نہ یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کی باتیں سنو تو دریافت کر سکو بلکہ ہوں تو جہاں ہوں البتہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں نہ کسی خاص حالت اور وقت میں بلکہ جب کبھی اور جس وقت مجھے پکاریں اور مجھ سے مانگیں فوراً حسب الحکمت اس کو قبول کرتا ہوں پس تم کو اور کیا چاہیئے۔ اب اگر لوگ مجھ سے ملنا چاہیں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے خواہشمند ہوں تو میری بات مانیں اور میری نسبت ایمان درست کریں اور دل میں مجھ ہی کو دینے والا جانیں تاکہ وہ اپنی مراد کی راہ پاویں۔ یہ نہ سمجھو کہ میرے قریب ہونے سے تمہاری سب لذتیں چھوٹ جائینگی نہیں اسی طرح لذت حاصل کرو گے جیسی تو تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں بھی عورتوں سے جماع کرنا حلال کیا گیا۔ کہ تم ان کے نہ ملنے سے تکلیف نہ اٹھاؤ اس لئے کہ وہ تمہارا لباس کی طرح ہیں اور تم ان کی پوشاک کی مانند ہو نہ وہ تم سے جدا ہو سکتی ہیں نہ تم ان سے علیحدہ یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے تم سے غلطیاں بھی ہوتی رہیں سو خدا نے جان لیا کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہو کہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے جماع کرنے سے رکتے ہو جس سے تمہیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس تم پر رحم کیا کہ تمہاری حاجت کے موافق تم کو اجازت دی اور پہلے قصور کو تم سے معاف کر دیا پس اب سے رمضان کی راتوں کو ان عورتوں سے ملا کرو اور جو اولاد خدا نے تمہارے حق میں لکھی ہے اس کی طلب کرو۔ اور اسی نیت سے جماع کرو کہ خدا کوئی نیک اولاد عنایت کرے جو بعد مرنے کے نیک دعا سے یاد کرتا ہے اور رمضان کی راتوں کو خوب جی بھر کر کھاتے پیتے رہو۔ جب تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی

شان نزول (۱) اول اول صحابہ میں دستور تھا کہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے جماع نہ کرتے۔ بعض لوگوں سے طبعی جوش اس کے برخلاف بھی ظاہر ہوا جس سے انکو سخت رنج ہوا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۲ (منہ)

(۲) اوّل اوّل صحابہ میں یہ دستور تھا کہ افطار کے وقت ہی جو چاہے سو کھا لیتے پھر نہیں۔ چنانچہ ایک صحابی اپنے کھیت سے تھکا ماندہ ہو کر گھر میں آیا اور کھانا طیار نہ تھا اتنے میں سو گیا اور بوجہ سونے کے کھانا کھانے سے محروم رہا۔ اور دوسرے روز بھی اسے روزہ رکھنا پڑا جس سے اس کو بہت بڑی تکلیف ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (منہ)

Marfat.com

لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ
کالی دھاری سے علیحدہ ہو

الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ج وَلَا
جائے پھر شام تک روزہ پورا کرو اور جب

تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ط
تم مسجدوں ہیں اعتکاف کرتے ہو تو عورتوں سے مت چھوؤ

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ط كَذَٰلِكَ
یہ حدود خداوندی ہیں ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝
اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچ جائیں

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ
اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریق سے مت کھانا اور

تُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا
اس کو حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق

مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ
تجھ سے چاند کا حال دریافت کرتے ہیں تو کہدے کہ یہ لوگوں کے اوقات

لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا
اور حج کے لئے ہے یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ تم اپنے

الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ج
گھروں میں چھت کی طرف سے آؤ ہاں نیکی کے کام تو ان کے ہیں جو متقی ہیں

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ص وَاتَّقُوا اللَّهَ
سو گھروں کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو

کالی دھاری سے علیحدہ ہو یعنی صبح صادق ہو جائے تو بس کرو پھر شام تک کھانے پینے جماع۔ غیبت شکایت جھوٹ وغیرہ سے بند رہکر روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اخیر دہاکہ رمضان میں مثلاً اعتکاف کرتے ہو تو دن رات میں کسی وقت بھی عورتوں سے مت چھوؤ یہ چند احکام مذکورہ گویا حدود خداوندی ہیں پس خبردار رہو ان سے گذرنا تو درکنار ان کے نزدیک بھی نہ جائیو اسی طرح اللہ لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان پر تعمیل کر کے جہنم سے بچ جائیں۔ پس تم ان احکام پر کاربند رہو اور معاملہ ما بین مخلوق بھی درست رکھو کہ آپس میں[1] ایک دوسرے کے مال ناجائز طریق اور ذریعہ سے مت کھانا اور اس مال کو جھوٹی نالشوں کے ذریعے سے حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق جھوٹی ڈگریاں کرواکر لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ مگر تعجب ہے کہ یہ لوگ ان حکموں کی تعمیل کرتے نہیں۔ ہاں بیکار سوال کرنے کے بڑے مشتاق ہیں۔ چنانچہ تجھ سے[2] چاند کا حال دریافت کرتے ہیں کہ چاند کم و بیش کیوں ہوتا ہے اس کا فائدہ کیا ہے۔ تو اے نبی علیک السلام ان کو کہہ کہ یہ چاند کا کم زائد ہونا لوگوں کے کاروبار کے اوقات اور حج کی تاریخ کے لئے ہے پس اسے ہی کافی سمجھو اور اپنی سمجھ سے بالاتر سوال نہ کرو۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو امر دینی نہ ہو اس کا سوال پیغمبر سے کرنا ایسا ہی لغو ہے جیسا کہ تمہارا یہ فعل کہ حج کر کے مکانوں کے دروازوں سے نہیں آتے ہو بلکہ اوپر سے چھت پھاڑ کر اترتے ہو۔ اور اس کو بڑا نیکی کا کام جانتے ہو۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہ کوئی نیکی کا کام[3] نہیں کہ تم اپنے گھروں میں بجائے دروازوں کے چھت کی طرف سے آؤ ہاں نیکی کے کام تو ان لوگوں کے ہیں جو متقی ہیں سو تم بھی اگر نیک بننا چاہو تو یہ واہیات خیال چھوڑو اور گھروں کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کام کرو اس میں پہلے اللہ کی رضا عدم رضا کو سوچ لیا کرو - - - - - -

شانِ نزول

[1] دو شخصوں کا آپس میں کچھ تنازع تھا۔ مدعی نے حضور اقدس میں دعوی دائر کیا۔ آپ نے اس سے گواہ طلب کئے۔ وہ بولا میرے پاس گواہ نہیں حضور نے حسب دستور مدعا علیہ کو قسم کا حکم دیا وہ قسم کھانے پر تیار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اگر جھوٹی قسم کھا کر اس کا مال کھائے گا تو قیامت کے روز خدا کا غضب اپنے پر لے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۲ معالم

[2] عرب میں دستور تھا کہ حج کر کے واپسی کے وقت گھروں کے دروازوں سے اندر نہیں آتے تھے بلکہ پیچھے کی طرف سے چڑھ کر اوپر سے اترتے تھے اور اس کو ثواب جانتے۔ چونکہ یہ رسم ان کی محض خیالی تھی۔ اس لئے اس سے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ ابن کثیر

[3] بعض لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ چاند کم زائد کیوں ہوتا ہے؟ یہ مسئلہ ان کے فہم سے بالاتر تھا اس کے سمجھنے کو علم ہیئت بھی چاہیئے اس لیے اس کے سبب سے اعراض کر کے اس

Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

تاکہ تم مراد کو پاؤ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم ان سے

اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ

اللہ کی راہ میں لڑو اور زیادتی نہ کرو زیادتی

تاکہ تم مرادِ حقیقی کو پاؤ تمہاری مراد یابی کا پہلا زینہ یہ ہے کہ جو لوگ تم سے دین کی وجہ سے ناحق لڑتے ہیں تم ان سے اللہ کی راہ میں[۲۲] اللہ کے خوش کرنے کو لڑو ۲۲
کیونکہ ان کا ظلم و ستم حد کو پہنچ چکا ہے جس کا دفعیہ خدا کو منظور ہے۔ پس جس قدر تمہیں تنگ کریں اسی قدر تم بھی کرو اور ظلم زیادتی نہ کرنا اسی لئے کہ ظلم زیادتی

حاشیہ نمبر ۲۲ (لڑو) یہ پہلی آیت جہاد کے متعلق آئی ہے۔ اس مسئلہ (جہاد) پر تو جو کچھ مخالفین اسلام نے اپنی بے سمجھی کے گل کھلائے ہیں عیاں راچہ بیاں کسی صاحب نے اسلام کو ایمان بالجبر کا معلم بنایا کسی نے ظالم کا خطاب عطا فرمایا کسی نے ترقی اسلام کا ذریعہ اسی کو سمجھا۔ مگر در اصل یہ سب کچھ ان کی بے سمجھی اور تعصب کے آثار ہیں ۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔

اسلامی جہاد بالکل طبیعت انسانی کے موافق اور انصاف کے مطابق ہے۔ اس کا بیان کرنے سے پہلے ہم کسی قدر اس زمانہ کی آزادی کا مختصر ذکر مناسب سمجھتے ہیں جس وقت مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا۔ اس لئے کہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر رائے لگانا ہی انصاف ہے۔ آنحضرت (فداہ روحی) نے جب تک دعویٰ نبوت نہ کیا تھا تمام ملک آپ کی نسبت حسن ظن رکھتا تھا۔ اور آپ کو نہایت ہی راستباز جانتے تھے۔ اس پر کل مورخین (مسلم کافر) متفق ہیں کہ آپ کی نسبت پہلے دعوی نبوت کے کسی کو کسی قسم کا اعتراض نہ تھا بلکہ بعد دعوی نبوت کے بھی آپ کے معاملات کی صفائی کے قائل تھے اور یہ لوگ بعین جان کر اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ یہانتک کہ جس روز آپ انہیں کفار کے ستائے ہوئے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مسافرانہ تشریف لے گئے اس روز بھی آپ کے پاس امانتیں رکھی تھیں جن کے ادا کرنے کو آپ اپنے چچا زاد بھائی علی علیہ السلام کو وکیل کر گئے انہوں نے تین روز میں سب امانتیں ادا کر دیں۔ باوجود اس صفائی حال اور صدق مقال کے آپ کو اور آپ کے اتباع کو جس قدر تکالیف شدیدہ مخالفین سے پہنچائیں کتب تواریخ ان سے پر ہیں کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ امام مسلم نے ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کے مشتے نمونہ خروار حالات اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ ابوذر صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

"جب میں نے آنحضرت کی رسالت کی خبر سنی تو میں نے اپنے بھائی انیس کو جو بڑا شاعر تھا۔ دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اس نے آکر بتایا کہ لوگ اس کو شاعر کہتے ہیں۔ مگر میں نے اس کا کلام شعرا کے کلام سے مقابلہ کیا۔ اور شعرا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے اس تحقیق کو ناکافی جان کر مکہ کا قصد کیا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ آنحضرت کا نام لینے سے لوگ بگڑتے ہیں۔ اور آپ کا نام بے دین (صابی) رکھا ہوا ہے۔ میں نے مکہ میں آکر ایک شخص کو نہایت کمزور غریب طبع کم حیثیت سمجھ کر اس سے پوچھا کہ جس کو لوگ بے دین کہتے ہیں وہ کہاں ہے اس نے فوراً سب کو جمع کر لیا۔ ان لوگوں نے میری ایسی گت بنائی کہ میرا تمام جسم خون آلود سرخ ہو گیا۔ پھر میں نے کسی کے پاس آپ کا یہ نام بھی ظاہر نہ کیا۔ یہاں تک قریباً میں پندرہ روز کعبہ شریف کی مسجد میں پڑا رہا۔ اور ڈرتا ہوا کسی سے اتنا بھی نہ پوچھتا کہ یہ بے دین کہاں رہتا ہے۔ ایک روز آپ کا چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو اس وقت کم سن لڑکے تھے) مسافر جان کر یہ کہا کہ ابھی مسافر کو اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی کہ یہاں سے جائے۔ مگر نہ تو میں ان سے ڈرتا ہوا کچھ کہہ سکتا تھا۔ اور نہ انہوں نے از خود مجھے کچھ کہا۔ یہانتک کہ تین روز پے در پے ایسا ہوا۔ اخیر کو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں اتنی مدت سے کیوں ٹھیرے ہو۔ میں نے کہا اگر بتلانے کا وعدہ کرو تو کہتا ہوں۔ ان سے پختہ وعدہ لے کر میں نے حضور اقدس کا ٹھکانا پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ لیکن چونکہ میں حضور کے خدام سے مشہور ہوں میرے ساتھ چلنے سے لوگ تمہیں تکلیف دیں گے۔ اس لئے میں جب کسی موذی کو دیکھوں گا تو پیشاب کے بہانہ ٹھیر جاؤں گا۔ تو آگے چلا جائیو۔ چنانچہ خدا خدا کر کے دونوں اسی طرح در دولت تک پہنچے حضور اقدس نے مجھے تلقین اسلام کر کے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں چلا جا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک دفعہ تو ضرور ان میں باواز بلند حقانیت ظاہر کروں گا۔ چنانچہ میں نے آکر کعبہ شریف میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا تو سنتے ہی سب نے مجھ پر ہجوم کیا اور خوب ہی خبر لی اتنے میں آپ کے چچا عباس (جو ابھی تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے) آئے اور انہوں نے مجھے چھوڑا دیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے میرے اسلام کی حمایت کی بلکہ یہ کہا کہ تم (مشرکین عرب) شام کے ملک کو تجارت کے لئے جاتے ہوئے اس کی قوم سے ہو کر جاتے ہو۔ اگر اس کو ایسا تنگ اور بے عزت کرو گے

شانِ نزول: مکہ شریف میں تو مسلمانوں کو اس امر کی ممانعت تھی کہ کسی سے تعرض اور لڑائی کریں۔ جب مدینہ میں ہجرت کی تو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

[illegible]

Marfat.com

تو نقصان تجارت کا اندیشہ ہے آخر کار ہیں وہاں سے اپنے وطن کو چلا گیا"۔

بلال اور صہیب کو ان کے مالک ہر روز دھوپ میں کھڑا کر کے سخت بے رحمانہ مارتے۔ ابوبکر جیسے معزز رئیس اور عمر جیسے بہادر شجاع پر ہر روز بلا جرم حرم کعبہ میں جہاں کوئی باپ کے قاتل کو بھی کچھ نہ کہتا تھا) حملے ہوتے۔ تنگی معاش کا یہ حال تھا کہ سب قریش نے اتفاق کر لیا تھا کہ مسلمانوں اور ان کے حامی ابوطالب بلکہ کل آپ کے خاندان بنی ہاشم سے خرید و فروخت ناطہ و نکاح وغیرہ بند کر دئے اور اس پر ایک مجمع عام میں بعد منظوری دستخط ہوئے جس پر تین سال تک عملدرآمد ہوتا رہا حضور اقدس مع چند مسلمانوں اور ابوطالب کے ایک پہاڑی میں بستے رہے کوئی قریش ان لوگوں سے لین دین تو کجا گفتگو تک بھی نہ کرتا تھا۔ آپ راستہ میں چلے جاتے تو کنکر پتھر کے علاوہ پاخانہ آپ کے بدن مبارک (فداہ ابی وامی) پر ڈالا جاتا۔ آخر نوبت بایں رسید کہ آپ نے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر طائف کی راہ لی وہاں بھی جو سلوک خدام والا سے ہوا اس کے بیان سے قلم عاجز ہے۔ اینٹیں پتھر برسائے گئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیچھے لگا کر تالیاں پٹوا کر شہر سے باہر نکالے گئے۔ پھر وہاں سے لوٹتے ہوئے مکہ شریف کو آئے۔ جہاں آپ کے جدی مکانات تھے اور جہاں کے آپ خاندانی رئیس تھے۔ اسی شہر میں آپ کو (فداہ روحی) قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اللہ اکبر۔ آخر ایک معمولی آدمی کی پناہ[1] لے کر اندر آئے تو آ کر بھی کونسی عافیت تھی۔ اور ہر مسلمان کا یہ حال کہ کفار لوگوں سے تنگ آ کر گھر بار بیوی بچے چھوڑ کر حبشہ کو چلے گئے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ خود بدولت بھی مکہ شریف کو جو آپ کا وطن مالوف تھا چھوڑ کر سب[2] سے چھپ کر چلے گئے مگر آپ لوگ اس پر بھی راضی نہ ہوئے مدینہ تک بھی پیچھا کیا۔ سو سو اونٹ پکڑنے والے کے لئے مقرر کئے۔ چنانچہ ایک بڑا بہادر ڈاکو مدینہ کی راہ میں جا ہی ملا۔ لیکن ؎

گیا دشمن اگر سارا جہاں ہو جائے گا — جب کہ وہ بامہر ہم پر مہرباں ہو جائے گا

تھوڑی ہی دور تھا کہ اس کا گھوڑا بحکم الٰہی زمین میں دھنس گیا۔ یہاں تک کہ مجبور ہو گیا کہ اس نے خود ہی درخواست کی کہ آپ میرے لئے دعا کر کے مجھے چھڑائیں میں آپ تک کسی کو آنے (پہنچنے) نہ دوں گا۔ اور وہ اپنے تجربہ سے یہ بھی جان گیا کہ آپ کی ضرور ترقی ہو گی۔ چنانچہ اس نے ایک امان بھی اسی وقت ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھوائی اور اپنے وعدہ کے موافق جو ہوئے جو تلاش کنندہ اس کو ملا اس نے پتہ نہیں بتلایا۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ مدینہ پر بھی فوج لائے اور منہ کی کھا کر گئے۔ آخر کار جنگ احزاب میں تو تمام ملک کو جن میں مشرکین عرب اور ہمارے جنٹلمین اہل کتاب (باوجود معاہدہ امن اور عہد صلح کے) بھی شریک تھے۔ آکر تمام مدینہ کو گھیر لیا اور قریباً ۱۸۔ ۱۹ روز تک گھیرے رہے تمام شہر میں دہلی کے غدر سے کئی حصے زائد بربادی اور گھبراہٹ رہی آخر کار خائب خاسر ہو کر واپس ہوئے۔ دیکھو اور غور سے پڑھو وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ اس پر بھی معترض ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جہاد کئے اور جہاد کی تعلیم دی ؎

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں — بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

اب سوال یہ ہے کہ یہ اور اس کے سوا اور تکالیف جن کے لکھنے سے قلم کو رعشہ ہوتا ہے آنحضرت اور آپ کے خدام کو کیوں پہنچائی گئیں۔ اسلام کے مخالفو! ہمارے علاتی بھائی[*] عیسائیو! ہمارے قریبی پڑوسی ہندوؤ! اور آریو! ذرا انصاف سے اس سوال کو سوچو اور خدا سے ڈر کر اس کا جواب صاف اور صحیح لفظوں میں دو۔ مگر آپ لوگ تو اپنے بھائیوں کے لحاظ سے حق کس لئے کہیں گے ہم ہی اسکی صحیح وجہ بتلاتے ہیں۔ وہ یہی تھی کہ ؎

مکش بہ تیغ ستم والہان ملت را — نکردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

سب جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک ہی مولا کریم سے لو لگائی تھی ذرا غور سے پڑھو اور خوب سمجھو يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ (سورہ ممتحنہ) کیا آپ یا آپ کا کوئی ادنیٰ حمایتی ثابت کر سکتا ہے کہ ان مظلوموں کا بجز اس کے کوئی اور گناہ بھی تھا۔ کیا حضور مقدس (فداہ روحی) یا آپ کے خدام نے مکہ میں کسی پر ظلم کئے تھے۔ کیا کسی کا مال کھایا تھا۔ یا جاگیر دبائی تھی؟ یا کسی کے باپ یا بیٹے کا قتل کیا تھا یا کم سے کم کسی مشرک کا پانی چھوڑا تھا؟ کچھ نہیں کیا۔ اور ہرگز نہیں کیا۔ پھر کیا ان (مشرکین اور اہل کتاب) کا حق تھا؟ کہ ان کو بھی بوجہ تبدیل مذہب ایسے تنگ کریں کہ جس کا ذکر مشتے نمونہ از خروارے سن چکے ہو جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوا کہ وہ بیچارے مظلوم بجاں آ کر اپنا وطن مالوف (اور بیوی بچے بھی) چھوڑ کر غیر وطن میں جا بسے۔ اگر ان کا یہ حق تھا تو ہر ایک کا جو اپنے کو سچے مذہب کا پیرو سمجھے یہ حق ہونا چاہئے۔ پس صحابہ کا بھی حق تھا کہ ان ظالموں سے علاوہ بدلہ لینے کے اس حق کے لحاظ سے بھی بخوبی پیش آویں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اگر ان مشرکوں کا حق نہ تھا تو جو کچھ انہوں نے کیا اسے انصاف بے جا تو کہو اور اپنے بھائیوں کی بے جا حمایت تو چھوڑ دو۔ پھر بتلائیے کہ ایسے ظلم پر

[*] (حاشیہ) بہ حدیث شریف آیا ہے۔ انبیاء کے علاتی بھائی ہیں یعنی توحید میں جو اصل الاصول ہے شریک ہیں۔ اس لئے ذرا سے عیسائیوں کو علاتی بھائی لکھا گیا۔ گو انہوں نے توحید کھو دی ہے مگر نام لیوا اتباع انبیاء تو ہیں ۱۲ منہ

(حاشیہ) یعنی رسول کو اور تم کو کفار اس لئے نکالتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار کو اکیلا مانتے ہو ۱۲ منہ

[1] عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی کسی کی پناہ سے شہر میں آتا تو اس کو کچھ نہ کہتے ۱۲ منہ [2] چھپ کر اس لئے گئے تھے کہ کفار کا غرض تھی کہ ان کو یہاں ہی رکھ کر تنگ کریں یا مار ڈالیں اگر یہ باہر گیا تو مزہ عروج پاوے گا ۱۲ منہ

ظلم کہاں تک برداشت ہو سکتی ہے، اور کہاں تک طبیعت انسانی متحمل ہے اور ساتھ ہی اس کے مذہبی رکاوٹ کے اٹھانے کا جوش بھی اندازہ کر کے تبلا دو۔ سنو! اسی جنگ جہاد کی وجہ قرآن کریم نے خود ہی تبلائی ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الآیۃ اس آیت کو خدا آنکھیں کھول کر پڑھو اور دل لگا کر سمجھو کہ اس جہاد کے بانی مبانی آپ ہی کے بھائی صاحبان تھے۔ یا کوئی اور۔ میں سچ کہتا ہوں اگر مسلمانوں کو آزادی اور امن ہوتا اور کفار نابہنجار کی طرف سے وہ سلوک جو پیش آئے ہوتے تو ان کو جہاد کی بھی ضرورت نہ ہوتی اور نہ وہ اس طرف خیال کرتے بلکہ اپنی صفائی حال اور صدق مقال سے ایسی ترقی کرتے اور آسائش میں رہتے جو اس جنگ و جہاد سے ان کو میسر نہ ہوئی تھی۔ اس آیت میں بھی جس کا حاشیہ ہم لکھ رہے ہیں جہاد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یاد جہاد اس کے کہ باب ایک موقعہ بدلہ لینے کا ہے اور بدلہ بھی ایسے لوگوں سے جن کے ظلم و ستم کی کوئی حد بھی نہ رہی ہو۔ پھر بھی زیادتی کرنے سے روک دیا نہ صرف روک دیا بلکہ اس پر وعید شدید فرمایا کہ زیادتی کرنے والے خدا کو کسی طرح بھی نہیں بھاتے۔ پھر اسی آیت میں بانیان جہاد پر الزام لگایا ہے کہ فتنہ و فساد کرنا جو تم کر رہے ہو جس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قتل سے بھی برا ہے اس وقت لکھتے ہوئے مجھے اس کی وجہ کہ یہاں پر وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ جناب باری نے کیوں فرمایا سمجھ میں آئی ہے کہ اس میں حال کے عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کو الزام دیا جاتا ہے کہ تم اسلام پر تو منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہو کہ اس نے جہاد کی تعلیم کی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ تمہارے بھائیوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ سب فتنوں کی جڑ تو وہی ہیں جو فتنہ پردازی کرتے ہیں۔ ایک اور آیت میں بھی اس امر کی طرف کہ مسلمان بمجبوری لڑتے ہیں اشارہ ہے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ۔ مگر افسوس کہ مخالفین اسلام بجائے اس کے کہ اس پر غور کر کے نادم اور خجل ہوتے۔ الٹے الجھتے ہیں کہ صاحب یہاں پر تو قرآن نے فیصلہ ہی کر دیا کہ سب کافروں کو مار ڈالو۔ مگر وہ اس کو نہیں دیکھتے کہ كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً کے بھی تو کچھ معنی ہیں۔ بھلا اگر اسلام اور قرآن کا یہی منشا ہوتا کہ کوئی کافر بھی دنیا میں زندہ نہ رہے تو ذمی کافروں کو رکھنے کا حکم اور ان کی حفاظت مثل مسلمانوں کے ہونے کا ارشاد کیوں ہوتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو دفع فساد منظور ہے نہ کہ کشت و خون۔ چنانچہ ایک جگہ صریح ارشاد ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج) جس جس آیت میں قتل قتال کا ذکر ہے سب میں نہیں تو اکثر میں ضرور ہی ہوگا کہ اس جہاد سے مقصود دفع مظالم ہے۔ سنو! وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس آیت نے اور بھی واضح کر دیا کہ جہاد سے مقصود اصلی دفع مظالم اور آزادی کا کھولنا ہے ورنہ اسلام کی اصلی غرض تو منادی اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اگر کوئی اس میں خلل انداز نہ ہو اور بلا وجہ مزاحمت نہ کرے تو اسلام نے بھی اس سے تعرض کی اجازت نہیں دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے مخالفین (عیسائی اور ہندو آریہ) اعتراض کرتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے کہ جس جہاد پر ہم منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہی بھائیوں کی مہربانی کا ثمرہ ہے افسوس ہے کہ ہم نے کسی مخالف سے زبانی نہ تحریری یہ سنا کہ بے شک جو کچھ مشرکین عرب اور اس زمانہ کے جنٹلمین اہل کتاب نے حضور مقدس (فداہ روحی) اور آپ کے خدام سے سلوک کئے واقعی حد سے متجاوز تھے۔ حیرانی ہے کہ ان مظلوم صحابہ کی نسبت عام اخلاق انسانی بھی بھول گئے کسی گلیڈ اسٹون کو بھی اس پر آرمینیا کی نسبت سے عشر عشیر بھی رنج نہ ہوا۔ سچ ہے الکفر ملۃ واحدۃ جانبداری ایسی ہی بلا ہے کہ آنکھوں پر پٹی بندھوا دیتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب تو عیسائیوں کے حال پر ہے کہ اسلام پر تو منہ پھاڑ پھاڑ کر معترض ہیں حالانکہ ان کی کتب عہد عتیق ایسے ہی جہادوں سے پر ہیں۔ اسے تو جانے دیجئے۔ حال ہی میں جو کچھ یورپ کے عیسائیوں نے کیا ہے وہی دیکھئے کہ چین میں چند مشنریوں کو جو خواہ مخواہ لوگوں کے گھروں میں حسب دستور خویش ہندوستان پنجاب ہی سمجھ کر گھستے ہوں گے کسی قدر تکلیف پہنچنے پر تمام یورپ برانگیختہ ہو گیا۔ بلکہ معظمہ بھی اپنی تقریر افتتاح پارلیمنٹ ۱۵۔ اگست ۱۸۹۵ء میں اس طرف توجہ دلاتی ہیں لارڈ سالسبری وزیر اعظم انگلستان بھی گورنمنٹ چین کو لکھ رہے ہیں کہ اس کا کامل انتظام نہ ہوا تو انگلستان مزید کاروائی کرنے پر مجبور ہوگا۔ آرمینیا کا جھگڑا جو بات سے تنگر بنایا گیا تھا قابل دید ہے کہ ان روشن ضمیر عیسائیوں اور تقدس مآب مشنریوں نے کہاں تک قوم کی حمایت جی کھول کر نہیں کی اور کس قدر ان کے امن اور عافیت کے اسباب مہیا کرتے میں کوششیں نہیں کیں اور کہاں تک ممکنات سے گذر کر محالات تک نہیں پہنچے۔ جو ناظرین اخبارات ۱۸۹۵ء سے پوشیدہ نہ ہوں گے۔ انہوں نے تو سب کچھ کیا اور امن عامہ

۱؎ اگر خدا بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے تو درویشوں کے حجرے نصاریٰ کے گرجے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کے نام کا ذکر بہت ہوتا ہے برباد ہو جائیں ۱۲ منہ

۲؎ تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے اور ان ضعیف مردوں اور بچوں کی رہائی کے لئے جو کفار کے ظلم سے تنگ آ کر کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان ظالموں کی بستی سے کسی طرح ہمیں نکال ۱۲

؎ جن لوگوں سے کفار لڑتے ہیں ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے اس لئے کہ وہ مظلوم ہیں۔ اور خدا ان کی مدد کرنے پر بے شک قادر ہے وہ لوگ جن کو گھروں سے دشمنوں نے ناحق نکال دیا ہاں یہی ان کا گناہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ خدا ہمارا پروردگار ہے ۱۲ (منہ)

Marfat.com

اور ہمدردی قومی کے نام لینے سے نہ صرف بری ہوئے بلکہ قابل قدر بھی جاننے گئے۔ مگر اسلام نے قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اگر کہہ دیا تو چاروں طرف سے گونج آرہی ہے کہ یہ کیا وہ کیا۔ ظلم کیا ستم کیا۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ کیوں صاحب چین کے شہریوں اور آرمینیا کے معبدوں کو جس قدر تکلیف ہوئی مکہ کے معزز روسا ابوبکر عمر اور دیگر صحابہ اور خود سید الانبیاء (فداہ ابی وامی) کو کیا کم ہوئی تھی۔ ان روشن ضمیر عیسائیوں کو تقدس مآب پادریوں نے یہاں تک بھی سمجھا رکھا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں فرض ہے کہ ساری عمر میں ایک آدھ عیسائی کو ضرور ہی ماریں۔ مسٹر دیب تو مسلم امریکن لکھتے ہیں کہ مجھے ایک عیسائی نے پوچھا کہ کیا سچ ہے مسلمانوں کو جنت میں جگہ نہ ملے گی جب تک وہ ایک آدھ عیسائی کا خون نہ کریں۔ افسوس ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی مذہبی روشنی کے لحاظ سے یورپ اندھیر نگری ہے۔ ہندوستان میں مشنری لوگ لیبے خیال ظاہر کرنے سے اس لئے رکتے ہیں کہ ان کو ڈر ہے کہ یہاں بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اور علمائے اسلام ہماری جہالت کی قلعی کھولدیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اسلامی جہاد جس قدر ہے صرف امن عامہ اور آزادی کے قائم کرنے اور وسعت سلطنت کے لئے ہے نہ کہ کافروں کو کفر کی سزا دینے یا جبراً مسلمان بنانے کو ان دونوں اوہام کو ذمیوں کے حقوق اور حفاظت پورے طور سے دفع کر رہے ہیں

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ۔

اب ہم مخالفین اسلام (عیسائیوں اور آریوں) کی کتابوں سے بتلانا چاہتے ہیں کہ ان میں کس قسم کا جہاد بھرا ہے اور وہ کس قسم کے جہاد کی تعلیم دیتے ہیں عیسائیوں کی مقدس کتاب توریت میں لکھا ہے :۔

"پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اہل مدیان سے بنی اسرائیل کا انتقام لیں۔ تب موسیٰ نے لوگوں کو فرمایا کہ بعضے تم میں سے لڑائی کے لئے تیار ہو ویں اور مدیانیوں کا سامنا کرنے جاویں۔ انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی۔ جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا۔ اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ اور ان کے مویشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وے رہتے تھے اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ اور انہوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان لئے تم ان کے بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہیں جان سے مارو لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں۔ ان کو اپنے لئے زندہ رکھو (گنتی ۳۱ باب) اور جبکہ خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کر دے۔ تو تو انہیں ماریو اور حرم کیجیو۔ نہ تو ان سے کوئی عہد کریو نہ ان پر رحم کریو نہ ان سے بیاہ کرنا۔ تم ان سے یہ سلوک کرو تم ان کے مذبحوں (ذبح کی جگہ) کو ڈھا دو ان کے بتوں کو توڑ دو۔ ان کے گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دو۔ کیونکہ تو خداوند اپنے خدا کے لئے پاک قوم ہے۔ خداوند تیرے خدا نے تجھے چن لیا۔ کہ تو سب گروہوں کی بہ نسبت جو زمین پر ہیں اسکی خاص گروہ" (استثناء، باب)

ان حوالجات سے مسئلہ صاف ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔ مگر ناظرین اس کی پوری تفصیل ہمارے رسالہ تقابل ثلاثہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اب سنئے ہمارے لالہ صاحبان کی کتھا۔ وہ کیا کہتے ہیں۔ وید جس کو مخزن علوم و فنون کہا جاتا ہے جس کو بہت کچھ معلّی کر کے نادانوں کے ہاتھ سونے کے بھاؤ بیچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی وید میں بھی جہاد کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے۔ پس سنئے :

"اے دشمنوں کو مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف و ہراس پرجاہ و جلال عزیزو اور جوانمردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔ پرمیشور کے حکم پر چلو اور بدفرجام دشمن کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سرانجام کرو۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے (کب؟ شاید سلطان محمود کے زمانے میں) تم روئین تن اور فولاد بازو ہو اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو تاکہ تمہارے زور بازو اور ایشور کے لطف و کرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو" (اتھرو وید کانڈ ۱۶ نوواک ادرگ ۹۷ منتر ۳)

گو نمونہ تو اسی ایک ہی منتر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وید ہاں وید مقدس میں جہاد کے متعلق (تہدید نہیں بلکہ تمام دنیا پر سلطنت کا سکہ جمانے کے لئے) یہ حکم ہے جس نے مفصل بحث دیکھنی ہو وہ ہمارے رسالہ حق پرکاش۔ ترک اسلام اور جہاد وید وغیرہ میں ملاحظہ کریں۔ فاعتبروا الخ (منہ)

ترجمہ اس سلسلہ کا بحث اسی موقعہ پر جہاد کی تفسیر میں دیکھو ۱۲ (منہ)

Marfat.com

اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○ وَاقْتُلُوْھُمْ

کرنے والے اللہ کو نہیں بھاتے اور جہاں ان کو

حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ

پاؤ قتل کرو۔ اور جہاں سے وہ تمہیں نکال چکے ہیں

اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج وَلَا

تم ان کو نکالدو فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے اور عزت

تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ

والی مسجد کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ خود تم سے

فِیْہِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ ط کَذٰلِکَ جَزَآءُ

لڑیں پھر وہ اگر تم سے اس میں لڑیں تو تم ان سے لڑو اسی طرح کی سزا ہے

الْکٰفِرِیْنَ ○ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ

ظالموں کی پھر اگر وہ باز آویں تو خدا بڑا بخشنہار

رَّحِیْمٌ ○ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ

مہربان ہے اور ان سے لڑو۔ یہاں تک فتنہ معدوم ہوجائے اور

یَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ط فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ

دین (قانون) اللہ کا ہوجائے پھر بھی اگر باز آویں تو دست اندازی نہیں

اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ○ اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ

مگر ان لوگوں پر جو ظالم ہیں عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے مقابل

الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰی

ہے اور ہتک حرمت کا بدلہ ہے پس جو کوئی زیادتی کرے

عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی

اس سے اسکی زیادتی جتنا بدلہ لو

عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ

اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ خدا ڈرنے والوں کے

کرنے والے اللہ کو نہیں بھاتے البتہ ایسے ظالموں سے جو ناحق ظلم ہی پر کمربستہ ہوں بدلہ لینا اور ان کی پوری گت بنانا کوئی زیادتی میں داخل نہیں بیشک بدلہ لو اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو اور جہاں سے وہ تمہیں نکال چکے ہیں تم انکو نکالدو۔ اس لئے کہ باہمی فتنہ فساد جو وہ کر رہے ہیں قتل سے بھی بدتر ہے۔ باوجود ان کی شرارت کے اور خباثت کے ہم ان کو مہلت اور سہولت دیتے ہیں کہ اگر وہ کعبہ شریف میں پناہ گیر ہوں تو نہ انہیں ستاؤ۔ اور عزت والی والی مسجد یعنی کعبہ کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ خود تم سے نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ اس مسجد میں بھی تم سے لڑیں اور تمہارے دینی امور میں خلل انداز ہوں تو تم بھی ان سے خوب لڑو پھر ان کی کسی بات کا لحاظ نہ کرو اسی طرح کی سزا ہے ظالموں کی جو ظلم و ستم پر کمربستہ ہوں باوجود اس کے پھر بھی اگر وہ باز آویں اور اپنی پہلی خباثتیں چھوڑ دیں تو خدا بھی ان کو معاف کریگا کیونکہ وہ بڑا بخشنہار مہربان ہے اور اگر شرارت ہی پر کمربستہ رہیں تو ان سے خوب لڑو یہاں تک کہ ان کا فتنہ فساد معدوم ہوجائے۔ اور بالکل امن کی صورت ہو کہ دین یعنی قانون اللہ کا جاری ہوجائے۔ پھر بھی اگر اپنی شرارت سے باز آویں اور فتنہ فساد نہ کریں اور امن عامہ میں خلل انداز نہ ہو تو ان پر کسی طرح کی دست اندازی جائز نہیں مگر ان لوگوں پر جو عہد شکنی کی وجہ سے ظالم ہیں بے شک ہاتھ بڑھاؤ۔ یہاں تک کہ اگر وہ مہینے حرام[1] میں بھی تم سے لڑیں اور عہد شکنی کریں تو تم بھی اسی مہینہ میں لڑو اس لئے کہ عزت کا مہینہ عزت والے مہینے کے مقابل ہے۔ جب وہ تمہارے مہینے کی عزت نہیں کرتے تو تم بھی ان کے مہینے کی نہ کرو۔ اور ہتک حرمت کا بھی بدلہ ہے جب کہ وہ تمہاری عزت کی پرواہ نہیں کرتے تو تم بھی ان کی مت کرو بے شک موقع مناسب میں ان سے بدلہ لو۔ پھر بھی اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو کوئی تم پر زیادتی کرے اس سے اسکی زیادتی جتنا بدلہ لو اور اس سے زیادہ بدلہ لینے میں خدا سے ڈرو اور اس ڈرنے میں اپنا نقصان نہ سمجھو بلکہ دلی یقین سے جانو کہ خدا کی مدد ڈرنے والوں کے

ساتھ ہے۔ ہاں ایسے بھی ست ہو جاؤ کہ قتل و قتال کے جھگڑوں میں پڑ کر سبھی کچھ چھوڑ دو۔ کیونکہ لڑائی جھگڑا بھی اپنی حد تک ہی اچھا ہے حد سے زیادہ مصروفی کسی کام میں بھی اچھی نہیں۔ جنگ و جدال کی بھی کوئی حد ہے کہ جب کبھی تم کو کفار تنگ کریں اور احکام الہی کے تابع نہ ہوں تو اس کا دفعیہ

شان نزول [1] مسلمانوں کو جب اپنے دفعیہ کے لئے لڑنے کا حکم ہوا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ اگر کفار عرب مہینے حرام میں ہم سے لڑیں گے تو ہم کیا کریں گے اس مہینے میں تو لڑنا جائز نہیں ان کے اس خیال پر یہ آیت نازل ہوئی (موضح القرآن) مہینے حرام کے وہ ہیں جن میں لڑائی کی ابتدا کرنی حرام ہے اور وہ چار ہیں۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب ۱۲ منہ

Marfat.com

الْمُتَّقِينَ ○ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا
ساتھ ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں
تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَأَحْسِنُوا ۛ
کو ہلاک نہ کرو اور احسان کیا کرو۔
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ
احسان کرنے والے اللہ کو بھاتے ہیں اور حج اور عمرہ
وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ
کو للہ پورا کرو پھر اگر گھر جاؤ جو قربانی میسر ہو
مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ
ذبح کیا کرو اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک
يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ لے ہاں جو شخص تم میں سے
مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ
بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو بدلہ میں
مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا
روزے یا صدقہ یا قربانی اس پر واجب ہے پھر جب
أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
تم بے خوف ہو جاؤ تو جو شخص عمرہ کر کے حج تک بہرہ یاب ہو
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ
تو وہ ایک قربانی کرے جیسی اسے میسر ہو اور جس کو نہ ملے
فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
وہ تین روزے حج میں رکھے اور سات
إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ
جب لوٹو یہ دہاکہ پورا ہے یہ حکم
لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ
ان لوگوں کو ہے جن کے گھر والے مسجد حرام میں نہ رہتے

ضروری ہے ہاں ایک کام ایسا ہی ہے جس کی کوئی بیماد خرچ نہیں بلکہ سب مرسم اس کے لئے بیمار ہیں وہ یہ کہ اللہ کو اپنا داتا اور رازق مطلق جانو اور خدا کی راہ میں حسب موقع اپنے کمائے ہوئے حلال مال خرچ کرو اور بخل کی وجہ سے اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اور سب لوگوں کے حال پر چاہے کوئی ہو احسان اور قربانی کیا کرو اس لئے کہ احسان کرنے والے اللہ کو بھاتے ہیں مال کا خرچ کرنا دو قسم پر جانو ایک تو یہ کہ دوسروں کو دیا جائے جیسے صدقہ وغیرہ۔ دوسری قسم وہ ہے جو خاص اپنی ہی جانوں پر خرچ کرو تو بھی تم کو ثواب ہے جیسے سفر حج میں پس تم پہلی قسم میں خرچ کرو اور حج اور عمرہ[2] کو بھی مال خرچ کر کے جاؤ اور ان کو خالص للہ نیت سے پورا کیا کرو۔ پھر اگر راہ میں کسی وجہ سے گھر جاؤ اور کعبہ تک نہ پہنچ سکو تو جو چیز قربانی کی تم کو میسر ہو راستے ہی میں ذبح کر دیا کرو۔ یا بھیج سکو تو بھیج دو اور اپنے سر نہ منڈواؤ اور احرام کی صورت جو پہلے سے تم نے دربار الٰہی کے لائق بنا رکھی ہو۔ اسے نہ بدلا کرو۔ جب تک کہ قربانی تمہاری اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ لے یعنی ذبح ہو جائے ہاں جو شخص تم میں سے بیمار ہو۔ یا اس کے سر میں بالخصوص کوئی تکلیف ہو۔ جس کے سبب سے وہ احرام کی تکلیف نہیں اٹھا سکتا۔ ایسا شخص اگر احرام توڑ دے تو اس توڑنے کے بدلہ میں تین روزے یا ساڑھے سات سیر[3] اناج کا صدقہ یا قربانی اس پر واجب ہے پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو جو شخص عمرہ کر کے دنیاوی لذائذ اور فوائد سے حج تک بہرہ یاب ہو تو وہ اس کے شکریہ میں ایک قربانی کرے جیسی اسے میسر ہو اور جس کو قربانی نہ ملے وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب وطن کو لوٹو یہ دہاکہ پورا اس پر واجب ہے نہ ہر ایک کو یہ حکم ہے بلکہ ان لوگوں کو ہے جن کے گھر والے مسجد حرام یعنی مکہ میں نہ رہتے ہوں بلکہ

مسئلہ
تین صاع مدنی کا ساڑھے سات سیر اندازہ ہے ۱۲ منہ
جیسے رسول کو اور تم کو کعبہ سے لئے نکالے بھیجے کہ تم اپنے پروردگار کی کیا کہتے ہو ۱۲ منہ

شانِ نزول
[1] جب لوگوں کو مسکینوں پر خرچ کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہم مال اپنا اسی طرح پر خرچ کرتے رہے تو ہم خود مسکین ہو جائیں گے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم
[2] ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا کہ میں اپنا عمرہ کس طرح کروں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ ف یعنی عمرہ میں جو احکام ہیں کہ احرام باندھ کر مثل حج کے طواف کرنا سو کرو اور جو امور منع ہیں ان سے بچتے رہو ۱۲ منہ

Marfat.com

الحرام ۠ و اتقوا اللہ و اعلموا ان اللہ

ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ خدا کا

شدید العقاب ۝ الحج اشہر معلومٰت ع ٨

عذاب سخت ہے حج کے لئے چند مہینے مقرر ہیں

فمن فرض فیہن الحج فلا رفث و لا

جو کوئی ان میں حج کو اپنے ذمے لے وہ جماع نہ کرے نہ فسق

فسوق و لا جدال فی الحج ۭ و ما تفعلوا

نہ کرے اور نہ حج میں جھگڑا کرے اور جو کچھ بھلائی

من خیر یعلمہ اللہ ۭ و تزودوا فان

کروگے خدا اس کو جانتا ہے اور سفر خرچ ساتھ لیا کرو کیونکہ

خیر الزاد التقوٰی ز و اتقون یٰاولی

سفر خرچ کا بڑا فائدہ بچنا ہے اور اے عقل والو مجھ سے

الالباب ۝ لیس علیکم جناح ان

ڈرتے رہو اس میں تمہیں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے

تبتغوا فضلا من ربکم فاذا افضتم

رب سے فضل چاہو پس جب تم عرفات

من عرفٰت فاذکروا اللہ عند المشعر

سے واپس آؤ تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو خوب یاد

الحرام ص و اذکروہ کما ھدٰکم ج و ان

کرو اس کو اسی طرح یاد کرو جیسا اس نے تم کو بتلایا تم اس

کنتم من قبلہ لمن الضالین ۝ ثم

اس سے پہلے گمراہ تھے پھر

افیضوا من حیث افاض الناس و

لوٹو تم جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں اور

استغفروا اللہ ۭ ان اللہ غفور رحیم ۝

اللہ سے بخشش مانگا کرو اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے

آفاقی ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو بتلائے سے کمی زیادتی نہ کرو اور یہ جان لو کہ احکام شرعیہ میں کمی زیادتی کرنے والوں کے لئے خدا کا عذاب بہت سخت ہے ایسا نہ ہو کہ حج کی فضیلت سن کر دیگر صدقات کی طرح ہر وقت ہی اس کے ادا کرنے میں لگو نہیں بلکہ اس حج کے لئے چند مہینے یعنی شوال ذوالقعدہ اور اول ہفتہ ذوالحج مقرر ہیں تمام عمر بھر کا فرض ان میں ادا ہو جاتا ہے ہر سال آنا جانا کچھ ضروری نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جو کوئی ان مہینوں میں حج کو اپنے ذمہ لے وہ چند امور ممنوعہ سے ضرور ہی بچتا رہے بیوی سے جماع نہ کرے فسق فجور نہ کرے اور نہ حج کے دنوں میں کسی سے جھگڑا کرے اگرچہ حق پر ہو۔ کیونکہ دربار شاہی میں اس قسم کی باتیں بے ادبی میں داخل ہیں۔ اس کے سوا اور بھی جو کچھ بھلائی کروگے اس کا بدلہ پاؤگے کیونکہ خدا اس کو جانتا ہے اور ایسے زاہد اور متوکل بھی نہ بنو کہ حج کو جاتے ہوئے کھانا کپڑا ہی چھوڑ جاؤ جس سے آخر کار مجبوری مانگنے تک نوبت آئے اس لئے سفر حج میں بلکہ ہر سفر میں سفر خرچ[1] ساتھ لیا کرو کیونکہ خرچ کا بڑا فائدہ سوال سے بچنا ہے جو سفر خرچ نہ ہونے کی حالت میں تم کرتے ہو۔ پس ایسے بیجا سوال اور ناحق کے بخل کرتے ہیں اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو ہاں اس میں تمہیں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کریم سے تجارت کے ذریعے فضل یعنی نفع چاہو بے شک حج کے موسم میں اسباب فروختنی لے جاؤ اور کماؤ۔ اس میں تم پر گناہ نہیں۔ گناہ اس میں ہے کہ دنیا کمانے میں اللہ کو بھول جاؤ سو ایسا مت کرنا۔ بلکہ اس کی یاد سب دنیا و مافیہا سے افضل جانا کرو پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر الحرام پہاڑی کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو نہ اپنے بناوٹی طریق سے بلکہ اس کو اسی طرح یاد کرو جیسا اس نے تم کو بتلایا اس لئے کہ ابھی تم اس سے پہلے گمراہ تھے پھر تمہاری رائے کا کیا ٹھیک ہے۔ تم تو نہیں اپنے خیال میں ایسے کلمات بولو جو شریعت میں پسندیدہ نہ ہوں۔ پھر[2] لوٹو تم اے قریشیو! جہاں سے اور عرب کے لوگ لوٹتے ہیں یعنی عرفہ سے اور اپنے بے جا ہٹ کو چھوڑ دو اور اپنے پہلے فعلوں پر اللہ سے بخشش مانگا کرو۔ وہ بخشے گا کیونکہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ چونکہ حج میں مقصود صرف ذکر الٰہی ہے اس لئے اس

شان نزول

[1] بعض لوگ بلا خرچ حج کو چلے آتے اور اپنا نام متوکل کہلاتے مگر مکہ شریف میں آکر مانگتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ١٢ منہ

[2] قریش کے لوگ اور ان کے اتباع مزدلفہ میں جو عرفات سے ورے ایک میدان ہے ایام حج میں ٹھیر کر واپس مکہ ہوتے تھے۔ اور دوسرے لوگ عرفات سے واپس ہوتے تھے اور حکم الٰہی دوسروں کے مطابق تھا اس لئے قریش کے لئے بطور فہمائش یہ آیت نازل ہوئی۔ ١٢ (صحیح بخاری)

Marfat.com

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
پس جب تم حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کو ایسا یاد کرو

كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ
جیسا کہ اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زائد۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
پھر بعض لوگ ایسے ہیں کہ کہتے ہیں اے ہمارے مولا ہم کو اسی

فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
دنیا میں دے اور آخرت میں ان کے لئے کچھ بھی حصہ

خَلَاقٍ ۞ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
نہ ہوگا اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے مولا تو

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
دنیا میں ہم کو نعمت اور قیامت میں بھی

حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞ اُولٰٓئِكَ
نعمت نصیب کر اور تو ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دیجو ان کی

لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ
کمائی کا حصہ ان کو ہے اور خدا

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۞ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ
بہت جلد محاسبہ کرنے والا ہے اور اللہ کو یاد کرو

اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ
چند دن گنے ہوئے پھر جو کوئی دو دن میں جلدی

فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ
کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دیر لگائے

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا
اس پر بھی جو پرہیزگاری کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور اللہ سے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞
ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کے پاس جمع ہو کر جانا ہے

کی ابتدا انتہا میں کوئی فرق نہیں پس مناسب بلکہ واجب ہے کہ جیسے ابتدا میں اللہ کو یاد کرتے رہے ہو اسی طرح جب تم حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کو ایسا یاد کرو جیسا کہ اپنے باپ دادا کو بعد حج کے بطور فخریہ یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زائد کیونکہ باپ دادا کا مذاکرہ تو تمہاری باہمی مفاخرت اور ایک نکمی بڑائی کے لئے ہے اور خدا کے ذکر سے تو تمہاری عاقبت بخیر ہو جائے گی۔ ہماری تعلیم تو ایسی صاف ہے مگر پھر بھی بعض لوگ ایسے کوتہ اندیش ہیں کہ دعا کرتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا! جو کچھ تو نے ہم کو دینا ہے اسی دنیا میں دے ہم بھی ایسے دلسوں کو جس قدر کچھ دینا ہوگا دینگے اور آخرت میں ان کو ایسا بے نصیب کریں گے کہ ان کے لئے بھلائی سے کچھ بھی حصہ نہ ہوگا اور ان کے مقابل بعض لوگ وہ ہیں جو خدا کو سب طاقتوں کا مالک سب کچھ دینے والا جان کر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا۔ تو دنیا میں بہت ہم کو نعمت اور ہر طرح سے عافیت دے اور قیامت میں بھی نعمت اور آسائش نصیب کر اور سب سے زاید تیری رحمت سے یہ توقع ہے کہ تو ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دیجیو۔ ان دور اندیشوں اور ان کوتہ بینوں کی مثال میں یہ ہے کہ یہ خدا سے گویا عمدہ سی غذا مع سالن اور حبوب ہاضمہ کے مانگتے ہیں اور وہ کم بخت گویا صرف روکھی روٹی خدا مالک الملک سے چاہتے ہیں۔ پس تم آپ ہی فیصلہ کر لو کہ ان میں سے بہتر اور دانا کون ہے یقیناً ان کی دور اندیشی اور بلند پروازی میں کسی کو کلام نہ ہوگا جب ہی تو ان کی کمائی کا حصہ ان کو ہے اور ان کی دعا بھی قبول ہوگی اور خدا ان دونوں کا بہت جلد محاسبہ کرنیوالا ہے جس سے تمام انجر بجر فریقین کا کھل جائے گا۔ اپنے اپنے برتنے کے موافق پھل پاویں گے۔ پس تم بھی اے لوگو! اگر خدا کے کامل بندے بننا چاہتے ہو تو خدا سے اس طرح کے سوال کرو جو دونوں جہانوں میں کار آمد ہوں اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرو بالخصوص چند دنوں میں یعنی بعد حج کے گیارھویں بارھویں تیرھویں پھر بھی جو کوئی دو دن میں ہی جلدی کرے اور بارھویں کو لوٹ آوے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ ثواب ہے ہاں ہر ایک کو نہیں بلکہ ان کو جو پرہیزگاری کریں اور ہر کام میں اخلاص مند ہوں پس تم اخلاص مند بنو۔ اور اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ اور دل سے جان رکھو کہ تم نے اسی کے پاس جمع ہو کر جانا ہے مناسب تمہارے اعمال کی جزا سزا دے گا۔ اپنی ظاہرداری پر نازاں نہ ہو اس لئے کہ وہ تمہارے حال سے خوب واقف ہے تمہارے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ ہاں تم آپس میں ایک دوسرے کے حال سے مطلع نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات تمہارا دشمن دوست بن کر تم کو دھوکا دے جاتا ہے۔ اور تم نہیں جان سکتے۔

النصف

۵ ان دنوں کو ایام منیٰ کہتے ہیں منیٰ (میں جو مکہ شریف سے باہر ایک میدان ہے) بعد حج تکبیریں پڑھا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي

اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں تجھ کو دنیا میں بھلی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ

معلوم ہوتی ہے اور اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ کرتا

قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى

ہے حالانکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے اور جب پھر جاتا ہے

سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ

تو زمین میں تگ و دو کرتا ہے کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتوں کو

الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ

برباد کرے اور چارپایوں کی نسل کو مارے اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ

اور جب کوئی اسے کہتا ہے کہ خدا سے ڈر تو اکڑخانی کی وجہ سے گناہ

الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ

پر اڑ جاتا ہے پس جہنم اس کو کافی ہے اور

لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

وہ برا ٹھکانا ہے بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی جان

يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

اللہ کے خوش کرنے میں دے دیتے ہیں

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے اے مسلمانو! سب

اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا

احکام کی فرمانبرداری کیا کرو اور شیطان

تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

کے پیچھے مت چلو وہ تمہارا

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کی بناوٹی باتیں باوجود رسول ہونے کے اے رسول تجھ کو بھی دنیا کے معاملات میں بھلی معلوم ہوں اس لئے کہ تو غیب سے ناواقف ہے اور وہ طلاقت لسانی سے ادھر ادھر کی تجھ کو سناتا ہے اور اپنے مافی الضمیر پر بڑے صادق اور راست بازوں کی طرح خدا کو گواہ کرتا ہے کہ اللہ کی قسم میں تمہارا دل سے خیرخواہ ہوں مجھے آپ سے بڑی محبت ہے حالانکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے اس کی دشمنی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے تکلیف پہنچاتا ہے اور جب تیری مجلس سے پھر جاتا ہے تو زمین کی بربادی میں تگ و دو کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیتوں کو برباد کرے اور چارپایوں کی نسل کو مارے اگرچہ تو کبھی ایسے بدمعاش سے بوجہ ناواقفی کے خوش ہو گیا ہو یا آئندہ کو ہو جائے۔ مگر اللہ تو ہرگز ان سے خوش نہ ہوگا اس لئے کہ اللہ فساد اور فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ تو ایسا مفسد اور متکبر ہے کہ جب کوئی اسے بطور نصیحت کہتا ہے کہ خدا سے ڈر اور اپنے بے ہودہ کاموں سے توبہ کر تو اپنی اکڑخانی کیوجہ سے زیادہ گناہ پر اڑ جاتا ہے اور کہنے سننے والوں کی تحقیر کرتا ہے۔ بھلا کہاں تک کرے گا ہم نے بھی اس کے لئے جہنم طیار کر رکھی ہے پس وہی جہنم اس کے غرور توڑنے کو کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جہاں اسے رہنا ہوگا۔ جیسا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا متکبر اور مغرور ہے اسی طرح اس کے مقابل بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی جان بھی اللہ کے خوش کرنے میں دے دیتے ہیں ایسے ہی لوگ مورد الطاف خداوندی ہیں بھلا کیوں نہ ہوں۔ ایک تو ان کی نیک نیتی اور ساتھ ہی اس کے یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے ٹھیک ہے کہ خدا کا بندہ بننا صرف زبانی جمع خرچ سے نہیں ہو سکتا جب تک اس کے سب احکام نہایت تعظیم و تکریم سے نہ نباہے جائیں جب ہی تو تم کو حکم ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! سب احکام الٰہی کی فرمانبرداری کیا کرو۔ اور بعض کو کرنے اور بعض کو چھوڑنے میں شیطان کے پیچھے مت چلو اس لئے کہ وہ تمہارا ...

شان نزول ؎ بعض لوگ منافقانہ آنحضرت کی خدمت میں آکر نرم نرم باتیں کرتے اور اپنا اخلاص ظاہر کرتے۔ اور ہر طرح سے قسمیں کھا کر بھی یقین دلاتے کہ ہم خیرخواہ ہیں حالانکہ باہر جا کر ہر طرح سے ایذا رسانی میں کوشش کرتے اور مسلمانوں کی مال و جان کے ضائع کرنے میں بھی دریغ نہ کرتے چنانچہ اخنس بن شریق ایک شخص منافقانہ حضرت کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب اس کا داؤ چلا تو رات کو جاتے ہوئے مسلمانوں کے کھیت جلا گیا اور مویشی قتل کر گیا۔ اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ جلالین۔

؎ بعض لوگ مسلمان ہو کر بھی اپنی رسوم چھوڑنے سے جی چراتے بعض یہودی مشرف باسلام ہو کر اونٹ کے گوشت سے حسب عادت سابقہ پرہیز کرتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۲ (منہ)

Marfat.com

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا
صریح دشمن ہے اگر پس بعد پہنچنے روشن احکام کے

جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
تم بھٹک گئے تو جان لو کہ اللہ بڑا غالب اور

حَكِيْمٌ ○ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
بڑی حکمت والا ہے یہ مشرک لوگ اب اس امر کی انتظاری کرتے ہیں

اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ
کہ خود خدا ہی بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس آوے اور اس کے فرشتے اور

قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○
کام کا فیصلہ ہو جاوے سب کام تو اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ
پوچھ بنی اسرائیل سے کہ کتنے ہم نے ان کو نشان

اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ
دئے جو شخص اللہ کی نعمت کو بعد

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
حاصل ہو جانے کے بدلتا ہے تو خدا کا عذاب سخت

الْعِقَابِ ○ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ
ہے کافروں کو دنیا کی زندگی اچھی

الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ
لگتی ہے اور مسلمانوں سے مسخری کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
حالانکہ اللہ سے ڈرنے والے قیامت کے روز ان سے بلند ہونگے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○
اللہ جس کو چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ
سب لوگ ایک ہی دین پر تھے تو اللہ نے

اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪
نبی بھیجے خوشی سنانے والے اور ڈرانے والے

صریح دشمن ہے۔ وہ کبھی تم سے بھلائی نہ کرے گا۔ پس بعد پہنچنے صریح اور روشن احکام کے بھی اگر تم بھٹک گئے تو جان لو کہ تم اپنا ہی نقصان کرو گے اور اللہ تو بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے جب کبھی کوئی کام چاہتا ہے تو فوراً کر دیتا ہے اور نہایت حکمت سے کرتا ہے کسی مخلوق کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں کسی کی سرکشی سے اس کا نقصان نہیں۔ مگر یہ دنیا کے بندے کفار بلکہ ایسے خدا کے رسول کی بھی اطاعت نہیں کرتے اور ناحق ادھر ادھر کی باتیں بناتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ گویا اب اس امر کی انتظاری کرتے ہیں کہ خود خدا ہی بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس چل کر آوے اور ساتھ ہی اس کے فرشتے بھی ہوں اور آخری کام کا فیصلہ ہو جاتے نیکوں اور بدوں میں تمیز ہو۔ ان کی ایسی بیجا آرزوؤں اور تمسخر کی سزا خوب ہی ملے گی آخر تو سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں ایسے لوگ تو پہلے بھی ہو چکے ہیں جو ظاہری ناز و نعمت پر مغرور ہو کر خدا کے حکموں کو بھولے تھے۔ پھر آخر کار عذاب الٰہی نے ان کو خوب گرفت کی۔ ذرہ پوچھ تو بنی اسرائیل سے کہ کتنے ہم نے ان کو احسان خداوندی کے نشان دئے۔ مگر انہوں نے بجائے شکر کے یہ سمجھا کہ ہماری لیاقت پر ہم کو ملے ہیں۔ اس کی ناشکری کی سزا میں خدا نے ان پر وبال نازل کئے کیوں نہ ہو جبکہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص اللہ کی نعمت کو بعد حاصل ہو جانے کے بدلتا ہے یعنی بجائے شکر کے کفر کرتا ہے تو انجام کار سوائے ہلاکت کے اس کو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ایسے نالائقوں کے لئے خدا کا عذاب سخت ہے ہمیشہ سے کوتہ اندیش ظاہر بینی پر مرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کافروں کو دنیا کی زندگی کی نمائش اچھی لگتی ہے اور مسلمانوں سے بسبب ان کی تنگدستی کے مسخری کرتے ہیں اس چند روزہ زندگی اور اس کے تھوڑے سے اسباب کے لحاظ سے ڈرنے والے اہل ایمان قیامت کے روز ان سے بلند مرتبہ میں ہوں گے باقی رہی دنیا وی زیب و زینت سو یاد رکھیں یہ کام اللہ کے ہیں جس کو چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے۔ اس میں اس کی مصلحتیں ہوتی ہیں یہ کوئی لیاقت کی دلیل نہیں بہت سے نالائق جن کو بات کرنے کا بھی شعور نہیں ان کے آگے بہتر سے بہتر ذی شعور خادم بنے پھرتے ہیں کیا یہ نہیں جانتے کہ ؎ بناداں آنچناں روزی رساند - کہ دانا اندراں حیراں بماند - رہا ان کا یہ سوال کہ خدا خود ہی آکر ان کو ہدایت کرے سو یہ امر نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے - دنیا کی ابتدا تاریخ سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ ہمیشہ سے بنی آدم ہی رسول ہو کر آتے رہے۔ اول اول تو سب لوگ ایک ہی دین پر متفق تھے۔ چند دنوں پر انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کوئی توحید پر رہا کوئی شرک میں پھنسا جب یہ حالت ان کی ہوئی تو اللہ نے بنی آدم سے نبی بھیجے بھلے کاموں پر خوشی سنانے والے اور برے کاموں سے ڈرانے والے - - - - - -

شانِ نزول
؎ کفار عموماً غرباء مسلمانوں سے مسخری کرتے اور کہتے تھے کہ یہی لوگ جنت کے مالک ہیں؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

٢٥ ع ١٤ ٩

؎ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا - ایں خ لی ط اشارہ ہے - (منہ)

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ

اور ان کے ساتھ ایک ایک سچی کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں

بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا

کے اختلافات کا فیصلہ کرے اور زیادہ

اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

اختلاف اس میں انہیں لوگوں نے کیا۔ جن کو کتاب ملی تھی بعد

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى

پہنچنے نشانات بینہ کے اپنے حسد کی وجہ سے پس خدا

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

نے ماننے والوں کو اپنے فضل سے حق کی وہ راہ دکھائی جس میں

مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ

یہ لوگ مختلف ہیں خدا جسے چاہے سیدھی راہ کی

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ

طرف راہ نمائی کرتا ہے کیا تم خیال کئے ہو

اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ

کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ تکالیف

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ

نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں ہر طرح کی سختیاں

الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى

اور تکلیفیں بھی ان کو پہنچیں اور کانپتے رہے یہاں تک

يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

کہ رسول اور اس کے تابعدار مومن بول اٹھے تھے کہ

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

اللہ کی مدد کب ہو گی خبردار رہو! خدا کی مدد قریب ہے

يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلْ مَآ

تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہدے جو کچھ

اور ان کے ساتھ ایک ایک سچی کتاب بھی نازل کی تاکہ وہ کتاب ان لوگوں کے اختلافوں کا فیصلہ کرنے سے بہت لوگ مان گئے۔ گو بعض اپنی جہالت پر بھی اڑے رہے خیر وہ زمانہ بھی گذرا بعض ہدایت پر آئے اور بعض گمراہ رہے طرفہ تو یہ کہ اس زمانہ کے لوگوں کی ابتر حالت دیکھ کر ہم نے ہدایت کے لئے رسول بھیجا۔ تاکہ لوگوں کو راہ راست پر لائے اس کے ماننے میں بھی ان لوگوں نے پس و پیش کیا اور سب سے زیادہ اختلاف رائے اس میں انہیں لوگوں نے کیا جن کو پہلے الہامی کتاب تورات انجیل ملی تھی اور وہ اس سلسلہ رسالت سے واقف ہیں نہ یہ کہ لاعلمی سے بلکہ بعد پہنچنے نشانات بینہ کے محض اپنے حسد کی وجہ سے منکر ہوئے۔ پس اس کا انجام یہ ہوا کہ یہی لوگ بے نصیب رہے اور خدا نے سچائی ماننے والوں کو محض اپنے فضل و کرم سے حق کی وہ راہ دکھائی جس میں یہ لوگ آپس میں مختلف ہو رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو خدا جسے چاہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ بااختیار حاکم ہے اور ہمیشہ اپنے اخلاص مندوں کی قدر کیا کرتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ہدایت پر ثابت قدم رہنا ذرا مشکل کام ہے۔ علاوہ تکلیف احکام شرعیہ کے نااہلوں سے تکالیف اور اذیتیں بھی اٹھانی پڑتی ہیں جیسی کہ پہلے لوگوں کو ہوئیں اسی طرح تم پر بھی اے مسلمانو! تکالیف آئیں گی اور ضرور آئیں گی۔ کیا تم خیال کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں جھٹ سے داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ تکالیف نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں ہر طرح کی سختیاں اور تکلیفیں بھی ان کو پہنچیں اور مخالفوں کے خوف سے کانپتے رہے یہاں تک ان کو تکلیف پہنچی تھی کہ اس زمانہ کے رسول اور اس کے تابعدار مومن بعض دفعہ بول اٹھے تھے کہ اللہ کی مدد جس کا ہم سے وعدہ ہوا ہے کب ہو گی اس سے زیادہ مناسب وقت مدد کا کونسا ہو گا۔ ایسے اللہ کی طرف سے بطور تسلی ان سے کہا جاتا تھا کہ خبردار رہو۔ خدا کی مدد بہت قریب ہے وہ حکمت والا ہے جب مناسب ہو گا مدد پہنچائے گا۔ ایسی تکلیفوں پر صبر تو کجا ابھی تو مسلمانوں پر یہ آئی ہی نہیں ابھی تو خدا کے فضل سے ہر طرح کی آسائش ہے۔ مال و دولت کا یہ حال ہے کہ تجھ سے از خود سوال کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں چاندی دیں یا سونا یا حیوانات یا پیداوار تو کہدے اس امر سے کیا پوچھو جس کی توفیق ہو خرچ کرلو۔ ہاں اس امر کا

شان نزول

عہ مکہ میں تو صرف مشرکین ہی کی تکلیف تھی مدینہ میں جب آپ نے ہجرت کی تو وہاں پر ایک طرف یہودی اور دوسری طرف چھپے دشمن دنیادار منافق تیسرے مشرک سب ساتھ ملکر جنگ احزاب میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے جن میں یہود نصاریٰ اہل کتاب باوجود عہد مصالحت کے سب سے پیش قدم تھے ایسے واقعات سے صحابہ کرام کو بڑی تکلیف پہنچی ان کی ہمت بڑھانے کو یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

عہ ایک صحابی عمرو بن جموح نے جو بہت مالدار تھا آں حضرت سے سوال کیا کہ میں کیا خرچ کروں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

Marfat.com

اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ
خرچ کرنا چاہو وہ ماں باپ کو اور
الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ
قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ
اور جو تم نیکی کرتے ہو۔ خدا اس کو جانتا
عَلِيْمٌ ۝ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ
ہے جنگ کرنا تم پر فرض ہوا ہے اور وہ
كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ
تم کو ناپسند ہے تم تو ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ
هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ
وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتی ہے اور ایک چیز کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ
هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا
تمہیں مضر ہوتی ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں
تَعْلَمُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
جانتے تجھ سے حرام مہینے میں لڑنے کا
قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ
پوچھتے ہیں تو کہدے کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور
صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَ
اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ
اس کا انکار کرنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکال دینا
اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ
بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی
الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى
بڑا ہے اور (کافر لوگ) ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ

لحاظ رکھو کہ بیجا نہ دیا جائے بلکہ جو کچھ خرچ کرنا چاہو وہ پہلے ماں[1] باپ کو دو اگر وہ محتاج ہوں پھر اور قریبیوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو جن کا خرچ منزل تک نہ ہو یا کافی نہ ہو دو ان کے علاوہ جس کو حقدار سمجھو دیتے رہو۔ تمہارا دینا ضائع نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جو کچھ بھی تم نیکی کا کام کرتے ہو خدا اس کو خوب جانتا ہے اور یہ جو تم بعض اوقات خرچ کرنے سے رکتے ہو اس کی وجہ یہ نہیں کہ خرچ کرنا ہی واقع میں اچھا نہیں بلکہ یہ ناخوشی تمہاری بھی اسی طرح ہے جیسے کہ جنگ[2] کرنا تم پر فرض ہوا ہے اور وہ تم کو ناپسند ہے۔ تمہاری طبیعتوں کا کیا ٹھیک؟ تم تو بسا اوقات ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چیز کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہیں مضر ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی برائی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس لئے کہ خدا سب چیزوں کو جانتا ہے اور تم تو اپنا نفع نقصان بھی نہیں جانتے جب تم مسلمانوں کا یہ حال ہے تو ان کافروں کا کیا ٹھکانا۔ ان کی نادانی کا تو یہی ثبوت کافی ہے کہ بطور طعن کے تجھ سے[3] حرام مہینے میں لڑنے کا حکم پوچھتے ہیں یہ سمجھ کر کہ اگر اس نے لڑنا جائز کہہ دیا تو تمام عرب میں اس کی بدنامی کریں گے یہ نہیں جانتے کہ حق بات کے ظاہر کرنے میں کبھی چوکنے کے نہیں۔ تو بے شک کہدے کہ اس مہینہ میں لڑنا بڑا گناہ ہے مگر صرف یہی گناہ نہیں بلکہ سیدھی راہ سے تمہاری طرح ٹیڑھے چلنا اور لوگوں کو بھی اللہ کی راہ دین اسلام سے اور مسجد حرام یعنی کعبہ شریف میں نماز پڑھنے سے روکنا اور اس کے حکموں کا انکار کرنا اور اس مسجد کے رہنے والوں کو محض اسلام کی وجہ سے اس سے نکالدینا اور ناحق تنگ کرنا یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ فساد کرنا جو تم کر رہے ہو قتل قتال سے بھی بڑا ہے پھر کس منہ سے ایسے سوال کرتے ہیں اور ذرہ سی مسلمانوں کی غلطی کو بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں اور سنو! مسلمانو! کافر لوگ اسی گذشتہ پر بس نہیں کریں گے بلکہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ

ع ۲۶ ۶ ۱۰

شان نزول

[1] یہ صدقات سوائے زکوٰۃ کے مراد ہیں۔ زکوٰۃ کا مال ماں باپ کو دینا جائز نہیں

[2] مشرکین اور کفار ناہنجار کی تکالیف مسلمانوں کے حق میں از حد فزوں ہو گئیں تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

[3] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک موقع پر بوجہ غلطی کے یکم رجب میں (جو حرام کا مہینہ تھا) جنگ واقع ہوگئی اس پر مشرکین عرب نے آں حضرت اور آپ کے صحابہ پر طعن کرنے شروع کئے کیونکہ ان مہینوں میں لڑنا پہلے سے منع چلا آیا تھا۔ اور عرب میں دستور عام تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔۱۲ک
اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ سوال کن لوگوں نے کیا تھا بعض اہل اسلام کو سائل بتلاتے ہیں اور بعض کفار کو۔ میرے نزدیک آخری صورت مناسب ہے اس لئے کہ آئندہ کے لفظوں میں بطور عار دلانے کے جو الفاظ فرمائے گئے ان کے مصداق کفار ہی ہو سکتے ہیں مسلمان نہیں۔ (منہ)

Marfat.com

يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَ

تم کو تمہارے دین سے بھی پھیر دیں گے اگر طاقت رکھیں اور

مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ

جو لوگ تم میں سے اپنا دین چھوڑ کر کفر کی حالت میں

وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

مر رہیں گے تو ان کے کام دنیا اور آخرت

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

میں سب ضائع ہو جاویں گے اور یہ لوگ آگ ہی کے

النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ

لائق ہونگے جس میں ہمیشہ تک رہیں گے جو لوگ ایمان

آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

لائے اور ہجرت کر آئے اور اللہ کی

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ

راہ میں لڑے انہی کو اللہ کی رحمت

رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○

کی امید ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط

تجھ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ

تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے نفعے

لِلنَّاسِ ط وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ط

بھی ہیں اور گناہ ان کا نفع سے بڑا ہے

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ○ قُلِ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دے

تم کو تمہارے دین اسلام سے بھی پھیر دیں مگر کیا یہ کام کر سکتے ہیں ہاں اگر طاقت رکھیں تو ضرور ہی کریں لیکن انشاء اللہ کبھی بھی ان کو اس امر کی طاقت نہ ہوگی۔ ہاں تمہیں بھی آگاہ رہنا چاہیئے اور ہمارا اعلان سن رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ تم میں سے اپنا دین اسلام چھوڑ کر کفر کی حالت میں مرینگے تو ان کے نیک کام جس قدر کہ ہونگے دنیا اور آخرت میں سب کے سب ضائع ہو جائیں گے اور آخر کار یہ لوگ آگ ہی کے لائق ہونگے جس میں ہمیشہ تک رہیں گے ہاں جو لوگ اللہ کی توحید پر ایمان لائے اور اگر کفار ناہنجار تنگ کریں تو بجائے دین چھوڑنے کے اپنا گھر اور وطن مالوف چھوڑ کر ہجرت کر آئے اور اگر اس پر بھی دشمنوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو ایسے دشمنوں سے اللہ کی راہ میں خوب لڑے انہی کو اللہ کی رحمت کی امید ہے اور اللہ کی طرف سے علاوہ ان کی مزدوری کے بہت سی خلعتیں بھی ملیں گی اس لئے کہ اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے یہ بھی اس کی ایک مہربانی ہے جو ان کو ایسی سمجھ دے رکھی ہے کہ باوجود ایسی جہالت سابقہ کے جو کچھ کرتے ہیں پوچھ کر ہی کرتے ہیں گو وہ کام ان کی قدیمی عادت میں ہی کیوں نہ ہو۔ دیکھو تو باوجود عادت قدیمہ کے تجھ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں کہ مفید ہے یا نہیں تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کسی قدر لوگوں کے نفعے بھی ہیں کہ ایک قسم کا چند روزہ فربہ پن اور غیر معمولی تموّل ہو جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے ان کو نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ان میں قباحتیں بہت ہیں اور گناہ بھی ان کا نفع سے بڑا ہے اہل ایمان سے امید قوی ہے کہ ایسے افعال شنیعہ کے کرنے میں ہرگز پیش قدمی نہ کرینگے اس لئے کہ وہ ہمیشہ فائدہ اخروی ملحوظ رکھا کرتے ہیں جو ان میں مفقود ہے۔ ان کی اس خصلت حمیدہ کی یہ قوی دلیل ہے کہ جب سنتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تو برضا و رغبت تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کتنا رکھیں اور کتنا دیں جس قدر ارشاد ہوا اتنا ہی دیں تو ایسے پاک باطنوں سے کہہ دے کہ سارا مال خرچ کرنے میں اگرچہ اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے لیکن ہر ایک آدمی اس کا متحمل نہیں ہوتا اس لئے تم

شانِ نزول

سلہ حضرت عمر اور معاذ بن جبل اور بعض انصار نے شراب اور جوئے کی بابت سوال کئے کہ حضرت ان کی بابت ہمیں حکم دیجئے یہ تو بہت ہی مذموم فعل ہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ ص

راقم کہتا ہے چونکہ عرب میں مثل یورپ کے شراب کی ازحد کثرت تھی۔ اس لئے بتدریج ہٹانے کی غرض سے اس آیت میں سہل طریق برتا گیا۔ جب وہ لوگ متنفر ہوئے تو اسی کو فعل شیطانی کہہ کر سختی سے روکا گیا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

زائد خرچ کرو اسی طرح خدا تمہارے لئے احکام۔ بیان

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَ

کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت میں

الْاٰخِرَةِ ط وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط

غور کرو اور یتیموں کی بابت تجھ سے سوال کرتے ہیں

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

تو کہہ دے ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے اور اگر ان کو ساتھ ملا لو

فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ

تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا کو مفسد اور مصلح سب معلوم

الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ

ہیں اگر خدا چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا بے شک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ

خدا بڑا زبردست حکمتوں والا ہے اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو

حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ

جب تک وہ مسلمان نہ ہوں اور لونڈی ایماندار مشرکہ عورت

مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ط وَلَا تُنْكِحُوا

سے بہتر ہے گو وہ تم کو بھلی معلوم ہو اور (اپنی لڑکیوں کو)

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ

مشرکوں سے نہ بیاہو جب تک وہ مسلمان نہ ہوں اور غلام مومن

اپنی حاجت سے زائد یعنی مال کا چالیسواں حصہ خرچ کرو اسی طرح خدا تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو۔ اور فانی کو ترک کر کے باقی کو اختیار کرو۔ کیا اس دنیا کے فانی ہونے میں بھی کسی کو شک ہے؟ کیا نہیں دیکھتے کہ بہت سے لوگ ان کے دیکھتے دیکھتے جا رہے ہیں اور اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد جن کو نہایت ہی شفقت سے رکھتے تھے۔ اپنے پیچھے یتیم چھوڑ جاتے ہیں اور یہ لوگ نہایت اخلاص سے ان یتیموں کی بابت تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کس طرح ان سے معاملہ کریں۔ تو کہدے بہرحال ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ہی ملا لو اور ساتھ ان کو کھانا کھلاؤ گو ان سے اس کھانے کے دام بھی وصول کرو تو بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اگر تمہاری نیت میں کوئی فساد ہو گا کہ ان کو ساتھ ملا کر ان کا مال کھا جائیں تو اس کی سزا پاؤ گے اس لئے کہ خدا کو مفسد اور مصلح سب معلوم ہیں سب کو ان کی نیت کے موافق بدلہ دے گا۔ غور کرو تو یتیموں کو ساتھ ملانے کا حکم محض تمہاری ہی آسایش کے لئے ہے۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو تم کو سخت تکلیف میں ڈال دیتا کہ بالکل ان سے کسی طرح کا ملنا ملانا ایک جگہ بیٹھ کر کھانا بھی منع کر دیتا جس سے تمہیں بڑی دقت ہوتی۔ آخر وہ تمہارے بھائی ہیں۔ بے شک خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ یہ بھی اسی کی حکمت سے ہے کہ تم کو ایسے حکم دیتا ہے کہ تم خود بھی مشرک نہ بنو اور مشرک عورتوں سے نکاح بھی نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہوں کیونکہ بیوی خاوند میں تفرقہ مذہبی خاص کر توحید اور شرک کا اختلاف مقصود خانہ داری میں مخل ہے ہمیشہ کے جھگڑے اور فساد دور تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ اگر مقصود خانہ داری حاصل کرنا ہو تو کسی مومن موحدہ عورت سے نکاح کرو۔ اس لئے کہ کمینی لونڈی ایماندار مشرکہ خاندانی سے بہتر ہے۔ گو بوجہ حسن ظاہری وہ مشرکہ تم کو بھلی معلوم ہو اس میں تمہاری خانہ داری مقصود خوب حاصل ہو گا۔ اس میں تم کو ہمیشہ کی دقت ہو گی۔ ایسا ہی یہ بھی تم کو ضروری ہے کہ اپنی لڑکیوں کو مشرکوں سے نہ بیاہو کسی ایماندار نیک بخت سے بیاہ دیا کرو گو وہ غلام ہی ہو۔ کیونکہ غلام مومن دیندار

شانِ نزول

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی ترغیب دی تو بعض صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت کتنا مال خرچ کریں یعنی کس قدر دیں اور کس قدر رکھیں؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲

ف ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب یتیموں کا مال کھانے کی ممانعت نازل ہوئی تو جن لوگوں کے پاس یتیم بچے رہا کرتے تھے اور وہ ان کو اپنے کھانے پینے میں کسی قدر خرچ دے کر شامل کر لیتے تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم کچھ ان کا غلطی سے کھا لیں۔ ان یتیموں کے کھانے کا بندوبست علیحدہ کر دیا۔ اس علیحدگی میں یتیموں کا خرچ زائد ہونے لگا تو انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا تو ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

ف ابو مرثد صحابی نے ایک عورت خوب صورت مشرکہ سے نکاح کرنے کی آنحضرتؐ سے اجازت چاہی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ اس آیت میں خدا نے نکاح کے متعلق ایک عمدہ اصول بتلایا ہے کہ دامادی کی بابت ہمیشہ دینداروں کو ترجیح ہونی چاہئے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے جہالت اور احکام خداوندی سے غفلت کی اس معقول اصول سے بھی بے پروائی کی کیسا ہی ہو۔ مالدار ہو۔ ہمیشہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے نالائقوں سے پالا پڑ کر تمام عمر لڑکی کی جہنم میں گذرتی ہے۔ مگر یہ سب کام انہیں لوگوں کے ہیں جن کی نسبت خدا نے پہلے ہی سے فرمایا وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۱۲ منہ

Marfat.com

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تم کو بھلا معلوم ہو یہ لوگ
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى
آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت
الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ
اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لئے
اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ع ۲۷ / ۵ / ۱۱
اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پاویں
وَيَسْـَٔــلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ
اور تجھ سے حیض کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں تو کہدے وہ
اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ
ناپاکی ہے سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور
لَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا
ان سے قریب بھی نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہو جاویں پھر جب
تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ
وہ پاک ہو جاویں تو ان سے ملاپ کرو جہاں سے اللہ نے تم کو حکم
اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ
دیا ہے اللہ جھکنے والوں اور پاک رہنے والوں سے
الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ
محبت کرتا ہے عورتیں تمہاری کھیتی ہیں

مشرک بے دین سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک بوجہ اپنی ظاہری وجاہت کے تم کو بھلا معلوم ہو۔ اس لئے کہ یہ مشرک رشتہ دار لوگ عذاب آگ کی طرف تم کو بلاتے ہیں اور اللہ محض اپنی مہربانی سے تم کو بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور ہمیشہ لوگوں کے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پاویں اور ہر ایک امر دریافت کر کے عمل کیا کریں۔ جیسا کہ یہ مسلمان لوگ تجھ[۱] سے حیض والی عورتوں کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں کہ حیض کے دنوں میں ان عورتوں سے کیا برتاؤ کریں؟ یہودیوں کی طرح بالکل علیحدہ ہی کر دیں یا کچھ میل جول بھی رکھیں؟ تو کہدے میل جول میں تو کوئی حرج نہیں بے شک ساتھ کھلاؤ پلاؤ ہاں حیض ایک قسم کی ناپاکی بے شک ہے سو حیض کی مدت میں عورتوں کے ساتھ ملاپ کرنے سے علیحدہ رہو اور ان سے اس حالت میں صحبت تو کجا قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ حیض کی ناپاکی سے پاک نہ ہو جائیں پھر جب پاک ہو جائیں اور غسل بھی کر لیں تو بے شک ان سے ملاپ کرو۔ مگر ایسا ہی وحشیوں کی طرح بے سوچے سمجھے جہاں طبیعت چاہے نہ کرنے لگو۔ بلکہ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ یعنی جو اولاد پیدا ہونے کا قدرتی راستہ ہے اور اس ملاپ سے غرض یہ رکھو کہ خدا اولاد صالح عنایت کرے۔ اور اس اولاد طلبی میں کفر شرک میں نہ پھنس جاو۔ بلکہ خدا ہی کی طرف جھکو اس لئے کہ اللہ جھکنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ حیض کے دنوں میں بندکرنا صرف اسی وجہ سے ہے کہ یہ خون ناپاک اور عورت کے رحم کی غلاظت ہوتا ہے۔ اس کا بہہ جانا ہی مناسب ہے ورنہ عورتیں[۲] تمہاری کھیتی ہیں سو جیسا کھیتوں میں بیج بوتے ہو اسی طرح . . . .

شانِ نزول

؎۱ یہودیوں میں دستور تھا کہ جب عورت کو حیض آتا تو اس کو اپنے سے بالکل علیحدہ ہی کر دیتے حتی کہ کھانا پینا سب اس کا الگ کر دیتے صحابہ نے بھی آنحضرتؐ سے سوال کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

؎۲ یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر پیچھے کھڑے ہو کر عورت کے موضع مخصوص میں جماع کریں تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے ان کے اس خیال کی تغلیط کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ف راقم کہتا ہے اس سے یہ سمجھنا کہ عورت کے پیچھے میں دخول کرنا بھی جائز ہے بڑی غلط فہمی ہے اس لئے کہ خدا نے حرث (کھیتی) سے عورت کو تشبیہ دی ہے اور حرث جب ہی ہو گی کہ ایسے موضع میں دخول ہو جہاں سے پیداوار کی امید ہو۔ اور پیچھے میں تو سب کچھ ضائع ہوتا ہے اور علاوہ اس کے عورت کو بجائے لذت کے سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ کیونکہ وہ سوراخ اس غرض کے لئے نہیں بنا۔ اس لئے ایسا کرنا آدمیت کے خلاف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص عورت کے پیچھے جماع کرے خدا اس پر لعنت کرتا ہے۔ منہ

Marfat.com

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا

سو اپنی کھیتیوں کو جس طرح چاہو آباد کرو اور اپنی جانوں کے لئے

لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ

آئندہ کی فکر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ لَا تَجْعَلُوا

اس سے ملنا ہے اور تو ماننے والوں کو خوشخبری سنا اور اللہ کو اپنی قسموں

اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ

کا بہانہ نہ بنایا کرو کہ نیکی اور پرہیزگاری

تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ

نہ کرو اور لوگوں میں صلح نہ کراؤ اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

سننے والا جاننے والا ہے بلا قصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں

فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

پکڑے گا ہاں جو دل سے تم نے قسمیں کھائی ہیں

كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

ان پر مواخذہ کرے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا حلم والا ہے

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ

جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں وہ بیویاں چار مہینے تک انتظار

اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

میں ٹھیریں پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ بڑا

اپنی عورتوں کی کھیتیوں کو جس طرح چاہو حسب منشا آباد کرو اولاد کے قابل بناؤ اور محض شہوت رانی میں نہ لگے رہو۔ بلکہ اپنی جانوں کے لئے آئندہ کی فکر کرو۔ اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور صدق دل سے جان رکھو کہ ایک روز تم کو اس سے ملنا ہے اور تو (اے رسول علیہ السلام) احکام خداوندی ماننے والوں کو خوشخبری سنا جو ہر وقت اور ہر حال میں قانون شریعت کا لحاظ رکھتے ہیں اور ان کو یہ بھی سمجھا دے کہ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کو اپنی قسموں[1] کا بہانہ نہ بنایا کرو۔ کہ قسموں کی آڑ میں نیکی کرنی چھوڑ دو۔ اور پرہیزگاری کے کام نہ کرو۔ اور لوگوں میں فتنہ فساد کے وقت صلح نہ کراؤ اور جو اس سے پہلے قسمیں کھا چکے ہو ان کی بابت جناب باری میں عذر کرو وہ معاف کرے گا اس لئے کہ اللہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے دلوں کے حال جاننے والا ہے اگر ایسی قسموں کو جن میں نیکی کے کام کرنے سے روکنا ہو توڑ کر کفارہ دیدو گے تو کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔ جیسا کہ بلا قصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں پکڑے گا جیسے عام لوگ واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ ہاں جو دل سے پورے طور پر تم نے قسمیں کھائی ہیں کہ واللہ باللہ ضرور ایسا ہی کروں گا ان پر مواخذہ کرے گا اور مواخذہ میں بھی یہ سہولت ہوگی کہ کفارہ دینے سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور حلم والا ہے چھوٹے کم حوصلے حاکموں کی طرح تھوڑے سے قصور پر جلدی سے نہیں پکڑتا۔ یہ بھی اس کی مہربانی کا اثر ہے کہ مخلوق کو ظلم زیادتی سے روکتا اور ان کو ان کی عادات قبیحہ سے جو انہیں کے لئے مضر ہیں منع کرتا ہے۔ چنانچہ تمہاری عادت ایلا کے متعلق جو بڑی قبیحہ ہے اس سے عورت پر بلا وجہ از حد ظلم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے متعلق قاعدہ بتایا بتایا جاتا ہے کہ جو لوگ[2] اپنی بیویوں سے ایلا (۲۴) کرتے ہیں وہ بیویاں چار مہینے تک ان کی انتظاری میں ٹھیریں پھر اس سے بعد اگر وہ اپنے سے باز آویں اور آرام چین سے رہیں تو خدا بھی ان کے سابقہ قصور معاف کردے گا اس لئے کہ اللہ بڑا . . . .

حاشیہ ۲۴ (جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں) اس آیت میں مسئلہ ایلا کا شروع ہوا ہے ایلا کے معنی قسم کے ہیں۔ عرب میں یہ ایک دستور قبیح تھا کہ عورت کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے قسم کھا لیتے کہ میں تیرے پاس نہیں آؤنگا۔ اس سے نہ تو وہ عورت اس خاوند سے مطلقہ ہوتی اور نہ آبادی رہتی۔ اسلام نے جہاں ان کی اور خرابیوں کی اصلاح کی تھی اس کی اصلاح بھی مناسب کر دی کہ ایسے ظالموں کے لئے ایک مدت مقرر کر دی کہ جو لوگ ایسی بے ہودگی کریں ان کو ہمیشہ تک کامیابی نہ ہو۔ کہ اپنی مرضی کے مطابق عورتوں کو ستائیں۔ بلکہ چار مہینے تک عورتیں ان کی انتظاری کریں اگر وہ رجوع کر آویں تو خیر وہ اس کی عورت اور وہ اس کا خاوند۔ اور اگر چار مہینے تک رجوع نہ کریں تو طلاق ہو جائے گی۔ آگے پھر کسی قدر علما کا اختلاف ہے کہ چار مہینے گذرنے سے طلاق خود بخود ہو جائے گی یا قاضی یا حاکم وقت کی بھی حاجت ہے۔ سو خیر یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں جو مقصود قرآنی میں خلل انداز ہو۔ غرض تو یہ ہے کہ عورت سے مظالم جابرانہ کو دفع کیا جائے۔ رہی یہ بحث کہ ایلا کے احکام مختلفہ کیا ہیں؟ اور انہیں ہر ایک کے دلائل کیا ہیں؟ سو کتب فقہ میں سب مذکور ہیں ۱۲ (منہ)

[1] دو صحابیوں کو آپس میں کچھ رنج ہوا اس پر ایک نے قسم کھالی کہ نہ تو میں تیرے مکان پر آؤں گا۔ اور نہ کبھی تیرے معاملہ میں دخل دوں گا۔ چونکہ آپس کا رشتہ تھا جب کوئی ۔x۔ اس کی بابت اس کو کہے تو وہ کہدے کہ میں اس کے معاملہ میں دخیل نہ ہوں گا۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

[2] عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ عورت سے خفا ہو کر اس سے قریب جانے کی قسم کھا لیتے پھر نہ اسے چھوڑتے اور نہ اسے آباد ہی کرتے بلکہ ہمیشہ کو تکلیفات پہنچاتے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی معالم

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑنے کی ہی ٹھان لیں

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ وَالْمُطَلَّقٰتُ

تو بے شک خدا سنتا اور جانتا ہے اور مطلقہ عورتیں

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ

تین حیض تک اپنے کو ٹھہرائے رکھیں

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ

اور جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کر

اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ

رکھا ہے اس کو نہ چھپا دیں اگر وہ اللہ اور قیامت کے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ

دن پر ایمان رکھتی ہیں اور خاوند ان کے اس مدت کے اندر

بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں اگر ان کی غرض اصلاح کی ہو

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ان پر دستور کے

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

موافق حقوق ہیں مردوں کو عورتوں پر برتری ہے اور خدا غالب ہے

حَكِيْمٌ ○ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ

حکمت والا (رجعی) طلاقیں دو ہیں پھر یا تو دستور کے موافق

بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑنے کی ہی ٹھان لیں اور بعد چار مہینے کے بھی صلح صفائی نہ کریں اور منہ سے طلاق دیں یا دل میں اس کو چھپا دیں تو بے شک خدا سنتا اور جانتا ہے ان کی طلاق ہو جائے گی۔ اور وہ عورتیں مطلقہ کہلائیں گی۔ اور مطلقہ عورتیں تین حیضوں تک اپنے کو ٹھہرائے رکھیں جب تک وہ تین حیضوں سے بعد تک پاک نہ ہو لیں نکاح ثانی نہ کریں۔ اگر بوجہ پیرانہ سالی کے حیض نہ آوے تو تین مہینے تک ٹھہریں۔ اور اگر بوجہ حمل خون بند رہے تو وضع حمل تک انتظار کریں۔ اور جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کر رکھا ہے اس کو بغرض جلدی نکاح نہ چھپا دیں۔ اگر اللہ کو مانتی ہیں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ایسا ہی کریں۔ اور خاوندان کے جنہوں نے اب تک ایک یا دو ہی طلاقیں دی ہیں اس مدت کے اندر اندر پھیرنے کا حق[ل] رکھتے ہیں۔ اگر ان کی غرض مصالحت کی ہو۔ بعد اس مصالحت کے تکلیف نہ دیں بلکہ جان لیں کہ جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ان مردوں پر دستور کے موافق حقوق ہیں۔ یہ نہیں کہ اپنے حقوق تو پورے لیں اور ان کے حقوق کی پرواہ نہ کریں حالانکہ مردوں کو عورتوں پر ایک قسم کی برتری ضرور ہے۔ یہ ان کے حاکم ہیں اور وہ ان کی گویا محکوم۔ پھر باوجود اس برتری کے ان پر ظلم کرنا گویا شان حاکمی کے خلاف ہے اور اب بھی اگر ان کے حقوق میں غفلت کریں گے تو سن لیں کہ خدا بھی ان پر غالب ہے ان کی طرف سے خود بدلہ لے گا اور بڑی حکمت والا ہے کسی ایسے چکر میں پھنسائے گا کہ جہاں کا ان کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔ یہ نہیں کہ ہر ایک خاوند بعد طلاق روک سکتا ہے نہیں بلکہ جیسا ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں روکنے والی رجعی طلاقیں (۲۵) دو تک

لہ احق یہاں تفضیل نہیں جیسے کہ حدیث کے لفظ فان جاء صاحبہا فہو احق بہا میں نہیں ۱۲ منہ

ع ۲۸ / ۱۲

حاشیہ ۲۵ (رجعی طلاقیں) اس مسئلہ طلاق پر مخالفین اسلام خفا ہیں جیسے کہ تعدد ازواج پر ناراض۔ مگر در اصل وہی مثل ہے ع گل ست سعدی و در چشم دشمنان خار ست
تعدد ازواج کا جواب تو ہم اسی موقع پر دیں گے جہاں اس حکم کی آیت آئے گی۔ اور یہ بتلاویں گے کہ اسلامی مسئلہ تعدد ازواج ہی عقل سلیم اور فطرت انسانی اور نظام عالم کے مطابق ہے۔ بالفعل یہاں طلاق کے ذکر کا موقع ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ طلاق کا مسئلہ رواج دینا اخلاق سے خلاف ہے جو اسلام نے کیا۔ کیونکہ جو شخص کسی دوسرے سے کچھ وقت بھی بسر کرے اور ہمراز بنائے اس کو ایسا چھوڑنا کہ پھر اس سے ملاپ ہی نہ ہو اخلاق سے کس قدر دور ہے۔ میں کہتا ہوں جس بنا پر اسلام نے اس مسئلہ کی اجازت دی ہے وہ انسانی طبیعت کے موافق اور بالکل اصول معاشرت کے مطابق ہے۔ ہر ایک شخص اپنے خانگی معاملات پر غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ کوئی عورت تو ایسی ہوتی ہے کہ ہمہ تن خاوند کی محبہ ایس و پیش یکساں خیر خواہ۔ حکم کی فرمانبردار۔ صورت کی دلکش۔ بخلاف اس کے بعض ایسی بھی ہوں جن کی مختصر کیفیت سعدی کے اس شعر میں ہے ؎

تہی پائے رفتن بہ از کفش تنگ ۔۔۔ بلائے سفر بہ کہ در خانہ جنگ

زبان دراز، بدخو، منافق۔ بسے ہوئے گھر کو برباد کرنے والی۔ صورت کریہہ منظر۔ ایسی صورت میں آپ ہی بتلا سکتے ہیں کہ شخص مذکور کی عورت موصوفہ سے معاشرت کیسی ہوگی۔ دوسرا نکاح کرے تو کبھی آپ ہی جان کی اجازت نہیں۔ ایسی بلا کے دفعیہ کو اسلام نے ایک اصول قائم کیا ہے جو نہایت حسن معاشرت پر مبنی ہے وہ طلاق

Marfat.com

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ
روک لے یا بھلائی سے رخصت اور

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ
اپنے دیے ہوئے میں سے کچھ

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا
نہ لو ہاں جب دونوں یہ جانیں کہ ہم سے اللہ

حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا
احکام ادا نہیں ہونگے پھر تم بھی اگر یہ جانو کہ وہ احکام خداوندی

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا
ادا نہیں کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت کچھ

افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
دے کر رخصت لے یہ حدود خداوندی ہیں پس ان سے

تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
نہ گذرو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں

ہیں۔ پھر بعد اس کے یا تو اس کو روک لینے کا حق ہے۔ یا بھلائی سے رخصت کرنے کا حکم اور بھلائی ہیں۔ یہ بھی داخل ہے کہ اپنے دیے ہوئے میں سے کچھ نہ لو۔ ہاں جب دونوں (خاوند بیوی) یہ جانیں[۲] کہ ہم سے اللہ کے احکام متعلقہ زوجیت ادا نہیں ہونگے اور اس ملاپ میں ہمیں ہمیشہ تکلیف ہی رہے گی پھر اس صورت میں تم برادری کے لوگ بھی اگر قرائن موجودہ یہ جانو کہ واقعی یہ دونوں خاوند بیوی احکام خداوندی متعلقہ خانہ داری ادا نہیں کریں گے تو ایسی صورت میں ان پر گناہ نہیں کہ عورت اپنے پاس سے کچھ دے کر رخصت[۳] لے۔ یہ احکام اور اسی کی مثل اور بھی گویا حدود خداوندی ہیں پس ان سے نہ گذرو بلکہ بدل و جان ان پر کاربند رہو۔ اور جان لو کہ جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں

[۱] عرب میں نہایت قبیح دستور تھا کہ عورت کی طلاق کی کوئی حد نہ تھی طلاق سے جب عدت گذرنے کو آوے تو خاوند رجوع کر لیتے اور پھر کچھ مدت بعد طلاق دے کر اسے خراب کرتے۔ پھر عدت کے قریب زبانی دار و مدار سے رجوع کر لیتے۔ جہاں تک چاہتے عورت کو تنگ کرتے رہتے ان کے منع کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ روکنے والی دو ہی طلاقیں ہیں اور بس ۱۲ م۔

[۲] ترجمان الخوف بمعنی العلم ومنہ ان امرأۃ خافت من اھلھا نشوزا من القاموس ۱۲ [۳] اس کا نام خلع ہے۔ ۱۲

ہے۔ یہ بھی ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ اس کا بھی وہ طریق رکھا ہے کہ اگر معمولی سی خفگی ہو تو دور ہو جاوے۔ اور باہمی سلوک بھی ممکن ہو۔ وہ یہ کہ ایک مہینے ایک طلاق دیوے وہ بھی ایسے وقت میں دیوے جس وقت طبعی نفرت بھی اس عورت سے نہ ہو یعنی طہر (بندش خون) کے زمانہ میں دے جس وقت عموماً عورت اپنے آپ کو حتی المقدور دلکش بناتی ہے۔ اس کے بعد بھی مرد کو اختیار ہے کہ اپنے اس کہنے سے پھر جائے اور عورت کو بلا کسی سزا دہی کے اپنے پاس بلالے اگر ایک مہینے میں بھی اس کی خفگی زائل نہ ہوئی تو دوسرے مہینے میں دوسری طلاق دیوے۔ پھر بھی اسے مثل سابق واپس بلانے کا اختیار ہے اور اس فعل پر بھی کوئی سزا نہیں۔ اگر اتنی مدت میں بھی اس کی ناراضگی نہ جائے اور صفائی نہ ہو تو اب اسے تیسری طلاق دینے کا اختیار ہے۔ پس اس طلاق سے (جس کی حد پر پہنچنے سے ان کی صفائی سے بھی مایوسی ہوتی ہے) بالکل علیحدگی ہو جائے گی۔ چونکہ اتنی مدت مدید میں خاوند نے اپنی خفگی کو دور نہیں کیا۔ اس لئے اگر وہ بعد طلاق کے اس کو واپس لانا چاہے تو اس کے لئے بدون ایک سزا بھگتنے کے یہ کام درست نہ ہوگا۔ وہ یہ کہ جب تک وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اور وہ اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے اس کے قبضے میں نہیں آسکتی۔ تاکہ خاوند ثانی کی غیرت اس کے حق میں ایک قسم کی سزا ہو کہ اس کی ہٹ سے اس کی بیوی نے دوسرے کا منہ دیکھا۔ حدیث میں آیا ہے

حدیث میں آیا ہے کہ جس کی عورت ناراضگی کا کام کرے تو اسے زبان سے سمجھائے اگر نہ مانے تو اس کی طرف پیٹھ پھیر کر سوئے۔ اگر پھر بھی نہ مانے تو اس سے بستر الگ کرلے۔ اگر اب بھی نہ مانے تو کسی قدر خفیف سا مارے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے تو طلاق دے دے۔

اس تفصیل سے مخالفین کے سوالات جڑ سے کٹ گئے۔ اس سے عمدہ حسن معاشرت بھی ہے؟ اور ہو سکتی ہے۔؟

بس تنگ نہ کر ناصح نادان مجھے اتنا
یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

(منہ)

Marfat.com

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ فَإِن طَلَّقَهَا

وہی ظالم ہیں پھر اگر طلاق اس کو دے

فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ

تو وہ اس کو حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کے سوا اور خاوند

زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

سے نکاح نہ کرے پھر اگر وہ اس کو طلاق دے تو ان دونوں کو

عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا

آپس میں ملاپ کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر جانیں کہ احکام خداوندی

حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا

ادا کر سکیں گے یہ خدا کی حدود ہیں. جاننے والوں کے لیے کھول

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ

کھول کر بیان کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو

فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

اور وہ عدت ختم کرنے کو ہوں تو ان کو بھلے طریق سے رکھ لو

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ

یا شریفانہ طرز سے چھوڑ دو اور دکھ دینے کے لئے ان کو

ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ

مت روکنا کہ ظلم کرنے لگو اور جو کوئی یہ کرے گا

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۗ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ

تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو مسخری

اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

نہ سمجھو اور اپنے حق میں خدا کی نعمتیں یاد کرو

وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ

اور جو تمہاری طرف کتاب اور تہذیب الحکمت اتاری ہے

يَعِظُكُم بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ

خدا تم کو اس کے ذریعے سے سمجھاتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ

اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ

اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق

۲۵ ع ۱۳

وہی ظالم ہیں اپنے ظلم کا بدلہ بے شک پاویں گے۔ پھر بعد ان دو طلاقوں کے جن میں خاوند عورت کو روک سکتا ہے اگر تیسری طلاق اس کو دے تو وہ اس کو حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کے سوا اور خاوند سے نکاح نہ کرے پھر اگر وہ دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے اور عدت بھی گذر جائے تو ان دونوں کو آپس میں ملاپ کرنے میں کوئی نہیں۔ اگر جانیں کہ احکام خداوندی متعلقہ زوجیت ادا کر سکیں گے ایسا نہ ہو کہ مثل سابق جوت بیزار کھڑکے یہ احکام مذکورہ گویا خدا کی حدود ہیں جیسا کہ بادشاہوں کے احکام متعلق رعیت ہوتے ہیں جاننے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ جو اس امر کو جانتے ہیں کہ احکام خداوندی قابل تسلیم اور تعمیل ہوتے ہیں انہیں کو اس بیان سے فائدہ ہوتا ہے۔ گو یہ احکام ابتداء سے عورتوں کے دفع ضرر کے لئے ہی ہیں۔ مگر تاہم ہم صاف اور صریح لفظوں میں تم سے کہتے ہیں کہ جب تم عورتوں کو ایک یا دو طلاق دے چکو اور وہ عدت ختم کرنے کو ہوں تو اس حال میں تمہیں اختیار ہے کہ ان کو بھلے طریق سے رجوع کرکے اپنے پاس رکھ لو یا شریفانہ طرز سے چھوڑ دو اور یاد رکھو دکھ دینے کے لئے ان کو مت روکنا کہ ناحق ان پر ظلم کرنے لگو اور سن رکھو کہ جو کوئی یہ ظلم کا کام کرے گا تو جان لے کہ اس نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ بلکہ اپنی ہی جان پر ظلم کیا جس کا وبال اسے اٹھانا ہوگا۔ پس تم دل سے ان حکموں کو مانو اور اللہ کی آیتوں اور قوانین کو ہنسی اور مسخری نہ سمجھو اور اپنے حق میں خدا کی نعمتیں یاد کرو اور اسے بھی یاد کرو جو تمہاری طرف کتاب اور تہذیب الحکمت اتاری ہے اور ان پر عمل کرو خدا تم کو اس کتاب کے ذریعہ سے سمجھاتا ہے اور اس میں حکم ہے کہ اللہ سے ڈرو اور دل میں جان رکھو کہ اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ تمہارا اخلاص اور غرور بھی اس سے مخفی نہیں اور یہ بھی اس سے مخفی نہیں جو تم ناحق کے رنج اور کدورت میں اپنی رشتہ دار عورتوں کو ان کے خاوندوں سے ملنے نہیں دیتے اس لئے تمہیں بتلایا جاتا ہے کہ جب تم اپنی رشتہ دار عورتوں کو جو ان کے خاوندوں سے بوجہ ناچاقی طلاق

شان نزول ۱؎ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو اپنی عورت سے دوبارہ نکاح کی درخواست کی عورت کی مرضی نکاح کرنے کی تھی لیکن اس کے بھائی نے بوجہ غیرت بجائے ہاں کے انکار کیا اور غیظ و غضب میں سخت سست بھی کہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۲؎ معالم راقم کہتا ہے یہ طلاق ایک یا دو ہونگی اور مدت گذر چکی ہوگی اس لئے کہ اگر تین ہوتیں تو پہلی آیت کے موافق ان کا نکاح بدون نکاح ثانی کے درست نہ ہوتا۔ اس آیت کے متعلق اور توجیہیں بھی ہیں۔ میرے نزدیک یہ بہت صحیح ہے۔ (منہ)

Marfat.com

11

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

ڈالا چکو اور وہ اپنی مدت پوری کر چکیں تو تم ان کو ان کے خاوندوں سے

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں نکاح

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ

کرنے سے مت روکا کرو اس امر کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

جو تم میں سے امر کو مانتے ہیں اور قیامت کے دن پر یقین

الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ

رکھتے ہیں یہ کہ تمہارے لئے بڑا ہی ستھرا اور بڑا ہی پاکیزہ ہے اور خدا

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَالْوَالِدٰتُ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے جو مائیں

يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اپنے بچے کو پوری مدت دودھ پلانا چاہیں وہ پورے

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى

دو برس پلائیں اور ان کا

الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

کھانا کپڑا موافق دستور کے باپ کے

بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا

ذمہ ہے ہر ایک نفس کو اس کی ہمت کے موافق حکم ہوا

وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا

کرتا ہے نہ تو ماں اپنے بچے کی وجہ سے ضرر پہنچاوے

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ

اور نہ باپ اپنے بچے کے سبب تکلیف دے اور اسی قدر وارثوں

مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ

کے ذمہ ہے پھر اگر وہ دونوں اپنی مرضی اور مشورے سے

تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ

دودھ بڑھانا چاہیں تو ان پر کوئی

عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا

گناہ نہیں اور اگر اپنی اولاد کو دودھ پلوانا

ڈالا چکو اور وہ اپنی مدت ٹھیرنے کی پوری کر چکیں اور انہیں خاوندوں سے دوبارہ ان کی مرضی ہو تو تم ان کو ان کے پہلے خاوندوں سے جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکا کرو اس امر کی خاص کر ان کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے بصدق دل اللہ کو مانتے ہیں اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں غور کرو تو یہ حکم تمہارے لئے بڑا ہی ستھرا رہنے کا ذریعہ ہے اور بڑا ہی پاکیزہ ہے اور خدا ہی اس کی خوبی کما حقہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ تمہیں تو اپنی روزمرہ کی باتیں بھی معلوم نہیں مثلاً شیرخوار بچہ کا دودھ پلانے کی مدت بھی تم نہیں جانتے کہ کتنی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم ہی ٹھیک ٹھیک بتلاتے ہیں کہ جو مائیں اپنے بچے کو پوری مدت دودھ پلانا چاہیں وہ پورے دو برس پلائیں اور جو اس سے پہلے ہی بچہ قوی تندرست جان کر چھڑا دیں تو انہیں اختیار ہے اور اس دودھ پلانے کی مدت میں ان کا کھانا کپڑا موافق دستور کے باپ کے ذمہ ہے۔ یہ نہ ہوگا کہ عورت اس کو مجبور کرے کہ میں پلاؤ ہی کھاؤں گی اور اطلس ہی پہنوں گی اور بچے کا باپ طاقت نہیں رکھتا بلکہ جس قدر اس کو وسعت ہو اتنا ہی دے اس لئے کہ ہر ایک نفس کو اس کی ہمت کے موافق ہی حکم ہوا کرتا ہے۔ نہ تو ماں اپنے بچے کی وجہ سے خاوند کو ضرر پہنچاوے کہ خواہ مخواہ خاوند سے زیادہ ہی مانگے اور نہ باپ اپنے بچہ کے سبب سے اس کی ماں کو تکلیف دے کہ خواہ مخواہ بلا ضرورت اس سے جدا کر کے کسی دوسری دایہ ہی سے دودھ پلوائے جس سے اس کی ماں کو بسبب جدائی بچہ کے تکلیف پہنچے۔ غرض ہر ایک دوسرے کی آسایش اور آرام کے مخالف کام نہ کرے اور اگر باپ نہ ہو تو اسی قدر باپ کے وارثوں کے ذمہ ہے یعنی اگر تایا چچا دادا وغیرہ ہیں تو ان کے ذمہ ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا خرچ اس کی ماں کو دیویں۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو اسی بچہ کے مال سے جو اس کو وراثتاً باپ سے ملتا ہے اس کی ماں کا خرچ دیا جاوے۔ پھر اگر وہ دونوں (ماں باپ) اپنی مرضی اور مشورہ سے بچے کو قوی لائق کھانے پینے کے جان کر مدت سے پہلے ہی دودھ بڑھانا یعنی چھڑانا چاہیں تو اس بڑھانے میں ان پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ ماں باپ سے زیادہ شفیق دنیا بھر میں کوئی نہ ہوگا۔ مناسب قوت بچے کے جب چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے مشورہ کر کے کسی دایہ سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا

سلہ چونکہ بعد تولد بچہ کے خاوند بیوی میں علیحدگی بھی ہو جاتی ہے اس لئے یہ حکم فرمایا ورنہ خانہ دار عورت کا نفقہ تو خاوند کے ذمہ ہی ہوتا ہے منہ

Marfat.com

أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ

چاہو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے

مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

دینا کیا ہے دستور کے موافق دیدیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

جان لو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ

جو لوگ مرتے ہوئے اپنے پیچھے بیویاں

أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ

چھوڑ جاتے ہیں وہ چار مہینے دس روز

أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ

بیٹھا کریں پھر جب اپنی مدت پوری کر چکیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي

تو جو کچھ وہ اپنے حق میں موافق دستور کریں تو تم پر

أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

کوئی گناہ نہیں اور خدا تمہارے

تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

کاموں سے پوری خبر رکھتا ہے اس میں تم پر گناہ نہیں

فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ

کہ اشاروں سے پیغام نکاح پہنچاؤ

أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ

یا اپنے جی میں چھپائے رکھو خدا کو معلوم ہے

أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا

کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے لیکن چپکے چپکے ان سے

تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا

وعدے نہ لیا کرو ہاں اتنی اجازت ہے

چاہو اور بچے کی ماں سے وعدہ کر لو کہ ہم بچے کو تجھ سے ہر روز یا دوسرے روز ملا دیا کریں گے۔ نہ وہ اس کو مان بھی جائے تو اس میں تمہیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ جو کچھ ان کی دائیوں سے دینا کیا ہے دستور کے موافق دے دیا کرو (یعنی ماؤں اور دائیوں سے حسب وعدہ برتاؤ کرو اور اس ایفائے عہد میں اور نیز دیگر امور دینی اور دنیاوی میں اللہ سے ڈرتے رہو اور دل سے جان لو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے یہ احکام مذکورہ متعلق تربیت تو سن چکے ہو۔ اب کسی قدر عورت کے متعلق بھی سنو! جو لوگ مرتے ہوئے اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں ان کے ماتم میں چار مہینے دس روز سوگ میں بیٹھا کریں پھر جب اپنی مدت پوری کر چکیں تو جو کچھ وہ اپنے حق میں موافق دستور زیب و زینت بغرض نکاح ثانی کریں تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم اس سے ناراض نہ ہو اور اگر بوجہ بیہودہ عار اس امر کے کہ ہماری بہن یا ہماری بھاوج دوسرے سے نکاح کیوں کرتی ہے ان کو منع کرو گے تو یاد رکھو کہ خدا تمہارے کاموں سے پوری خبر رکھتا ہے خوب ہی سزا دے گا۔ اور یہ بھی مت کرو کہ یہ سمجھ کر کہ بعد عدت کسی اور سے نکاح نہ کر لے ابھی سے اس کا انتظام کر لو۔ ہاں اس میں تم پر گناہ نہیں کہ اشاروں سے پیغام نکاح پہنچاؤ۔ مثلاً کسی ایسے شخص سے کہہ جو اس عورت سے ملنے والا ہو۔ مرد یا عورت کہ اگر کوئی عورت پاک دامن نیک مل جائے تو ہم اس سے نکاح کر لیں۔ یا اسی عورت ہی کو اشاروں سے کہہ دو کہ تیرے جیسی شریف عورت کو کون نہیں چاہتا یا اپنے جی میں اس راز کو چھپائے رکھو کہ بعد عدت میں اس سے نکاح کروں گا۔ اس سے بھی اگر تم کو روکا جائے تو تم رک نہیں سکتے۔ اس لئے کہ خدا کو معلوم ہے کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے۔ اور اس امر کا کسی نہ کسی طرح سے اظہار بھی کرو گے سو اتنے کی تو اجازت ہے۔ لیکن چپکے چپکے ان سے وعدہ نہ لیا کرو کہ ہم سے نکاح کرنا ہاں اتنی اجازت ہے کہ

شان نزول لہ عرب میں دستور تھا کہ شوہر کی موت کے بعد ایک سال تک بیوہ ماتم میں رہتی اور کسی قسم کی غلاظت بھی بدن سے دور نہ کرتی بعد ایک سال کے کسی چارپائے کے منہ سے اپنا فرج لگا کر ایک مینگنی اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کو پھینک دیتی جس سے اس کی عدت کا خاتمہ سمجھا جاتا چونکہ اس قدر درازی عدت عورت کے لئے بلائے عظیم تھی اس کی مدت کم کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

Marfat.com

قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ
بھلی بات کہو اور نکاح کا وعدہ ہرگز پختہ
النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ
نہ کیجو جب تک کہ عدت پوری نہ ہولے
وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ
اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی باتیں جانتا ہے
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
سو اس سے ڈرتے رہو اور جانو خدا بڑا بخشنے والا
حَلِیْمٌ ○ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ
بردبار ہے اگر عورتوں کو چھونے اور مہر باندھنے سے پہلے
النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا
ہی طلاق دو تو تمہیں کوئی
لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى
گناہ نہیں اور کچھ خرچ ان کو دیا کرو
الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ
وسعت والا اپنے مناسب اور تنگی والا اپنے
قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا
مناسب گزارہ دستور کے موافق دیوے
عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ○ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
بھلے لوگوں پر واجب ہے اور اگر مہر باندھ کر زفاف سے
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ
سے پہلے طلاق دے دو تو مقررہ
لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ
مہر سے نصف دینا واجب ہے
اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ
مگر جب وہ سب ہی معاف کریں یا جو
بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا
نکاح کا مالک ہے چھوڑ دے اور معاف کرنا
اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ
پرہیزگاری کے زیادہ مناسب ہے اور باہمی احسان کرنا نہ بھول لو

بھلی بات ان سے کہو جس سے وہ تمہاری خواہش دریافت کرکے بعد فراغت ماتم سے تمہارا خیال رکھیں۔ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ نکاح کا وعدہ ہرگز پختہ نہ کیجو جب تک کہ عدت پوری نہ ہولے اس لئے کہ ماتم کے زمانہ میں عورت حواس باختہ ہوتی ہے ایسے وقت میں اسے تمیز نہیں کہ کس سے کرتا ہے کس سے نہیں کون لائق ہے کون نالائق وہ بیچاری غم رسیدہ مرد کا نام بھی غنیمت سمجھتی ہے چاہیے انجام اس کا اچھا ہو یا بُرا۔ لیکن بعد عدت جو ایک زمانہ دراز ہے سب کچھ سوچ سمجھ کر کرے گی جس کا انجام بھی اچھا ہوگا۔ سو تم ان کو ایسی مصیبت کے وقت کچھ نہ کہو اور جان لو اللہ تمہارے دل کی باتیں بھی جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو جس قدر اس نے اجازت دی ہے اسی پر اکتفا کرو اور جو کچھ غلطی ہو جائے اس پر توبہ کرو۔ اور توبہ کرتے ہوئے دل سے جانو کہ خدا بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ ایسا نہیں کہ تھوڑے سے گناہ پر سخت عذاب نازل کردے اس بردباری کی وجہ سے تمہاری توبہ پر زیادہ توجہ ہوگی اس لئے کہ جو کوئی بالا دست حاکم کو باوجود بردبار سمجھنے کے اس سے ڈرتا ہے اس کے آگے گڑگڑاتا ہے اس سے اچھا ہے جو اس کو غضبناک جان کر نادم ہو اور ڈرے یہ بھی اسکی مہربانی کے آثار ہیں کہ تم کو سمجھاتا ہے کہ اگر بوجہ کسی خرابی ظاہری یا باطنی کے ملاپ کے ذریعہ عورتوں کو چھونے اور مہر باندھنے سے پہلے ہی طلاق دیدو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کو بے عزت نہ کرو۔ اور کچھ خرچ ان کو دیا کرو۔ یہ نہیں کہ سو ہزار دینا فرض ہے نہیں بلکہ وسعت والا اپنے مناسب اور تنگی والا اپنے مناسب اچھی طرح گذارہ دستور کے موافق دیوے گویہ حکم عام طور پر بھی ہے۔ لیکن بھلے لوگوں پر واجب ہے کہ دیویں۔ کیونکہ وہ تو حتی المقدور کسی کی دل شکنی نہیں کیا کرتے۔ پھر ایسے موقع پر کیوں نہ دیں جہاں چند پیسوں سے کسی زخم خوردہ کی دلجوئی ہو سکے۔ اور اگر مہر باندھ کر زفاف یعنی خاوند بیوی کے ملاپ سے پہلے طلاق دو تو مقررہ مہر سے نصف دینا تم پر واجب ہے مگر جب وہ عورتیں سب ہی معاف کردیں یا خاوند جو نکاح کا مالک ہے اپنا دیا ہوا سارا چھوڑ دے اور نصف واپس نہ لے تو کوئی حرج نہیں اور حق تو یہ ہے کہ اگر پہلے دے چکے ہو تو سارا ہی معاف کرنا پرہیزگاری اور احسان کے زیادہ مناسب ہے۔ اگر محسن ہو تو دیا ہوا واپس نہ لو۔ اور باہمی احسان کرنا نہ بھول لو

ع

شانِ نزول: ایک شخص نے انصار میں سے ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور مہر بھی پختہ ٹھیرایا تھا کہ ملنے سے پہلے ہی کسی وجہ سے رنجش ہونے پر طلاق دیدی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

Marfat.com

بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے

بَصِيْرٌ ۝ حٰفِظُوْا عَلَي الصَّلَوٰتِ وَ

پنجگانہ نمازوں خاص کر درمیانی

الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ

نماز کی نگہبانی کیا کرو اور اللہ کے آگے عاجزی

قٰنِتِيْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا

سے کھڑے ہوا کرو پھر اگر تم ڈرو تو پاپیادہ پڑھو

اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا

یا سوار پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو اللہ کو

اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا

یاد کیا کرو جیسا کہ اس نے تم کو سکھایا ہے جو تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

جانتے تھے جو لوگ مرتے ہوئے اپنی

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ښ وَّصِيَّةً

بیویاں پیچھے چھوڑ جائیں اور بغیر نکالنے

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ

کے سال بھر تک ان بیویوں کو خرچ دینے کی وصیت بھی کر گئے ہوں

له یہ قول مجاہدؒ کا ہے ۱۲ منہ

اس احسان کا عوض ضرور پاؤ گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ ایسا بھی نہ ہو کہ عورتوں کے جھگڑوں میں پھنس کر خدا کی یاد ہی بھول جاؤ اسی لئے ہم تمہیں خبردار کرتے ہیں کہ پنجگانہ نمازوں له کو اپنے اپنے وقت میں جماعت سے ادا کیا کرو خاص کر درمیانی نماز یعنی عصر کی پورے طور سے نگہبانی کرو۔ اور اللہ کے آگے نماز پڑھتے ہوئے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو۔ یہ جان کر کہ خدا ہم کو اور ہمارے دلی ارادوں کو دیکھتا ہے تم اگر نماز کے وقت کسی دشمن کے حملے سے ڈرو ٹه تو تمہیں اختیار ہے کہ پاپیادہ پڑھو یا سوار جس طرح تم کو اپنا بچاؤ معلوم ہو اسی طرح کرو مقصود صرف توجہ الی اللہ ہے نہ کہ استقبال قبلہ۔ پھر جب تم بخوف ہو جاؤ تو نماز میں اللہ کو یاد کیا کرو۔ جیسا کہ اس نے اپنے رسول کی معرفت تم کو سکھایا ہے۔ جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس لئے کہ رسول کے بھیجنے سے غرض اصلی یہی ہوتی ہے کہ جس امر دینی کو قوم نہ جانتی ہو ان کو بتلا دے اور ان کی بے ہودہ رسوم کو مٹا دے جیسی کہ تمہاری یہ رسم ہے کہ جو شخص مرتے وقت کہہ مرے کہ میری بیوی میرے مرنے کے بعد میرے ہی مکان میں ایک سال تک رہ کر گزارہ کرے تو اس کی بیوی پر ضروری ہوتا ہے کہ ایسا ہی کرے اور اس کے ورثا بھی اس بیچاری کو مجبور کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک بے ہودہ رسم ہے جس سے اس بیوہ پر از حد تکلیف ہوتی ہے اتنی مدت مدیدہ میں وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ بس اس رسم قبیح کے مٹانے کو ہم حکم دیتے ہیں۔ کہ جو لوگ مرتے ہوئے بیویاں پیچھے چھوڑ جائیں اور بغیر نکالنے کے سال بھر تک ان بیویوں کو خرچ دینے کی وصیت ٹه بھی کر گئے ہوں (ف ۲۶)

شانِ نزول له (حافظوا) صحابہ کرام نماز میں ایک دوسرے سے بات چیت کر لیا کرتے تھے ان کو روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ معالم

ٹه عرب میں یہ دستور تھا کہ مرتے ہوئے اگر خاوند اس مضمون کی وصیت کر جاتا تو خاوند کے ورثا پر اس کی پابندی ضروری ہوتی۔ ان کے ردمیں یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

حاشیہ ف ۲۶ (وصیت بھی کر گئے ہوں) اس آیت کی تفسیر میں بھی قدرے اختلاف رائے ہوا ہے بعض بلکہ اکثر مفسرین اسکی تفسیر ایسے طرز سے کرتے ہیں جس سے انہیں اس آیت کو منسوخ ٹھیرانا پڑتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں جو لوگ فوت ہوں وہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ سال کامل تک۔ ان کو گزارہ ملے"۔ اور یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ بعد اس کے چار مہینے دس روز عدت والی آیت (جو اس سے پہلے آچکی ہے) نازل ہوئی تو اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا بعض صاحب کہتے ہیں کہ پہلی آیت اور اس آیت کے اپنے اپنے موقعے پر چسپی ہیں۔ منسوخ ان میں سے کوئی نہیں۔ اگر عورت بعد وفات شوہر خاوند کے گھر میں رہنا پسند نہ کرے تو وہ چار مہینے دس روز عدت گذارے۔ اور اگر اس میں رہنا پسند کرے تو سال بھر رہے۔ تیسری توجیہ اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ "جو لوگ مرتے ہوئے وصیت کر جاتے ہیں کہ میری بیوی کو سال تک نہ نکالنا اور اس کا سارا خرچہ دیتے رہنا" ان کی اس رسم کو مٹانا منظور ہے۔ اختلاف اس لئے ہے وَصِیَّۃٌ سے پہلے ایک فعل محذوف ہے۔ کیونکہ وصیت مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے اس کا فعل محذوف ہے۔ سو پہلے لوگ اس کا فعل فَلْيُوْصُوْا نکالتے ہیں جس کے معنی ہیں "پس وصیت کر جائیں"۔ اور بعض علما وَقَدْ اَوْصَوْا نکالتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ "وصیت کر گئے ہوں" تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے اس توجیہ کے کرنے پر تین دلیلیں لکھی ہیں جو یہ ہیں:۔

Marfat.com

(احدھا) ان النسخ خلاف الاصل فوجب المصیر الی عدمه بقدر الامکان (والثانی) ان یکون الناسخ متاخرا عن المنسوخ فی النزول واذا کان متاخراعنه فی النزول کان الاحسن ان یکون متاخرًا عنه فی التلاوۃ ایضًا لان ھذا الترتیب احسن فاما تقدم الناسخ علی المنسوخ فی التلاوۃ فهو وان کان جائزا فی الجملة الا انه یعد من سوء الترتیب وتنزیه کلام الله تعالیٰ عنه واجب بقدر الامکان ولما کانت ھذہ الأیة متاخرۃ عن تلک فی التلاوۃ کان الاولیٰ ان لا یحکم بکونها منسوخة بتلک (والوجه الثالث) وھو انه ثبت فی علم اصول الفقه انه متی وقع التعارض بین النسخ وبین التخصیص کان التخصیص اولیٰ وھهنا ان خصصنا ھاتین الأیتین بالحالتین علیٰ ما ھو مذھب مجاھد اندفع النسخ فکان المصیر الی قول مجاھد اولیٰ من التزام النسخ من غیر دلیل واما علیٰ قول ابی مسلم فالکلام اظھر لانکم تقولون تقدیر الأیة فعلیهم وصیة لازواجهم او تقدیرھا فلیوصوا وصیة فانتم تضیفون ھذا الحکم الی الله تعالیٰ وابو مسلم یقول بل تقدیر الایة والذین یتوفون منکم ولهم وصیة لازواجهم او تقدیرھا وقد اوصوا وصیة لازواجهم فهو یضیف ھذا الکلام الی الزوج واذا کان لا بد من الاضمار فلیس اضمارکم اولیٰ من اضمارہ ثم علی تقدیر ان یکون الاضمار ما ذکرتم یلزم تطرق النسخ الی الأیة وعند ھذا یشهد کل عقل سلیم بان اضمار ابی مسلم اولیٰ من اضمارکم وان التزام ھذا النسخ التزام له من غیر دلیل مع ما فی القرآن بهذا النسخ من سوء الترتیب الذی یجب تنزیه کلام الله عنه وھذا کلام واضح واذا عرفت ھذا فنقول ھذہ الأیة من اولها الیٰ اٰخرھا تکون جملة واحدۃ شرطیة فالشرط ھو قوله والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فهذا کله شرط[1] والجزاء ھو قوله فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن من معروف فهذا تقریر قول ابی مسلم وھو فی نهایة الصحة (جلد ثانی ص ۲۹۲)

ایک تو یہ ہے کہ نسخ اصل کے خلاف ہے۔ (یعنی اصل یہ ہے کہ ہر حکم جناب باری کا بحال رہے) پس حتی المقدور اسی طرف رجوع ہونا چاہئے + دوسری دلیل یہ ہے کہ ناسخ منسوخ سے اترنے میں پیچھے ہو۔ جب نزول میں پیچھے ہو تو انسب ہے کہ پڑھنے میں بھی پیچھے ہو۔ اس لئے کہ یہی ترتیب (کہ ناسخ دونوں طرح منسوخ سے پیچھے ہو) بہت عمدہ ہے گو کہ کسی قدر ناسخ منسوخ سے پڑھنے میں پہلے ہونا بھی جائز ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ترتیب (کہ ناسخ پڑھنے میں پہلے ہو) اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ اور جہاں تک ہو سکے ایسی بے ترتیبی سے کلام اللہ کو پاک سمجھنا چاہئے اور یہ آیت (جس کو منسوخ ٹھیراتے ہیں) اس ناسخہ سے پڑھے جانے میں پیچھے ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو اس سے منسوخ نہ ٹھیرایا جاوے (تیسری دلیل) کا خلاصہ[2] بھی یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے دو آیتوں کو جمع کرنا ہی بہتر ہے۔ منسوخ کرنے سے (اس کے بعد امام علام نے محاکمہ کیا ہے کہ) یہ تقریر ابو مسلم کی نہایت ہی صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علام امام رازی مرحوم بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔

حدیث ہے جو بخاری مسلم نے ام سلمہ کی روایت سے بیان کی ہے کہ عورت نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری لڑکی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور قبل عدت اس کی آنکھیں دکھتی ہیں اس کو سرمہ لگاویں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اب تو عدت صرف چار مہینے دس روز ہے۔ اتنے میں تم گھبرا جاتی ہو۔ اور ایام کفر میں تو کامل ایک سال تک اسی طرح بیٹھا کرتی تھیں اور بعد سال کے بسبب دستور مینگنی ڈالا کرتی تھیں۔

اس حدیث شریف میں جو آنحضرت (فداہ روحی) نے اس عورت کو سال بھر عدت کا عار دلانے کے لئے ایام کفر یاد دلائے اور یہ نہ فرمایا کہ اس سے پہلے خدا کا حکم سال بھر بیٹھنے کا تھا اب اس نے اپنی مہربانی سے چار مہینے دس روز کر دئے ہیں تم اب بھی گھبراتی ہو۔

اس سے دلالۃً مفہوم ہوتا ہے کہ سال بھر عدت اسلام میں پہلے نہیں تھی۔ جس کو منسوخ کہا جائے۔ اگر کوئی صاحب کہیں کہ ان ایام کفر کے یاد دلانے سے ان کی مینگنی کی رسم کی مذمت کا بیان کرنا منظور تھا۔ سو قلت تدبر ہے۔ سیاق حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو مدت سابقہ کی درازی کا جتلانا منظور ہے۔ نہ کہ مینگنی کا جھگڑا جسے طول یا قصر مدت سے کوئی بھی علاقہ نہ ہو۔ بہر حال یہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے میں نے اس آیت کو منسوخ نہیں ٹھیرایا

[1] ای متضمن الشرط

[2] اس دلیل کی تقریر چونکہ اصولی طرز پر ہے جو عوام سمجھ نہیں سکتے اور خواص عربی ہی میں سمجھ سکتے ہیں اس لئے اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ ۱۲ منه

فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي

پھر اگر وہ نکل جائیں تو جو کچھ وہ دستور کے موافق اپنے

مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ط

حق میں کریں گی اس میں تم پر گناہ نہیں

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ

اور خدا غالب ہے حکمت والا اور طلاق والیوں کا

مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ط حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○

موافق دستور گزارہ ہے پرہیزگاروں پر ضروری ہے

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اسی طرح تمہارے لئے خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ

تَعْقِلُونَ ○ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا

سمجھو کیا تمہیں ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو اپنے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص

گھروں سے ہزاروں جمع ہو کر موت سے ڈرتے ہوئے نکلے تھے

ع ۳۱ ۷ ۵

پھر بھی وہ عورتیں اگر بعد چار مہینے دس روز عدت شرعی پوری کر کے ان خاوندوں کے گھروں سے نکل جائیں تو ان کو روکو نہیں اس لئے کہ جو کچھ وہ دستور کے موافق اپنے حق میں زیب و زینت بغرض نکاح کریں گی۔ اس میں تم پر گناہ نہیں اور اگر تم ان کو روکو گے یا وہ خود ناجائز طریقے سے شرع کی مخالفت کریں گی تو اللہ ان کو خود سزا دے سکتا ہے اس لئے کہ خدا ہر کام پر غالب ہے اور ساتھ ہی اس کے بڑی حکمت والا۔ دنیا میں کسی ایسی بلا میں پھنسا دے گا کہ تمہیں پہلے سے اس کی خبر تو کجا وہم بھی نہ ہو۔ پس اس سے ڈرو اور طلاق والیوں کا موافق دستور جو گزارہ ہے وہ ان کو دیا کرو۔ بالخصوص پرہیزگاروں یعنی نیکوکاروں پر ضروری ہے اس لئے کہ وہ عدت کے دنوں میں تمہارے ہی فراق میں ہیں تمہارے ہی زخم رسیدہ ہیں پھر کیا انصاف ہے کہ ان کی خبر نہ لو اسی طرح تمہارے لئے خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو اگر اگر مال کی کمی سے ڈرتے ہو تو کیا تم نہیں جانتے کہ اگر خدا چاہے تو بغیر خرچ کرنے کے بھی اس کو ضائع کر دے۔ یہ تو مال ہی ہے خدا تو ایسا زبردست مالک ہے کہ تمہاری جانیں بھی اس کے قبضہ میں ہیں اگر چاہے تو ایک ہی آن میں تم سب فنا کر دے۔ کیا[1] تمہیں[2] ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو اپنے (۳۷) گھروں سے ہزاروں جمع ہو کر موت سے ڈرتے ہوئے نکلے تھے یہ سمجھ رہے تھے کہ نکلنے

شان نزول

[1] الحمد میں مفہوم یہی ہوتا ہے۔

[2] مشرکین عرب قیامت کے منکر تھے اور ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ مر کر زندہ ہونا ایک محال امر ہے ان کے مقابلہ میں یہ آیت دلیل نقلی کے طور پر نازل ہوئی ۱۲ م

حاشیہ

(۳۷) (جو اپنے گھروں سے) ان لوگوں کی تعیین میں اختلاف ہے کہ کون تھے۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ ایک بستی میں وبا پڑی تھی وہاں کے بعض اشخاص نکل کر دوسری جگہ چلے گئے۔ جب بعد دفع وبا کے واپس آئے تو ان کی صحت دیکھ کر پیچھے رہنے والوں نے کہا کہ اگر اب کے وبا پڑی تو ہم بھی نکل جائیں گے۔ اتفاقاً پھر ایک دفعہ وبا پڑی تو وہ لوگ بھی نکل بھاگے۔ راہ ہی میں ان کو خدا نے فوت کر دیا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے بنی اسرائیل میں سے اپنی قوم کو جہاد کا حکم دیا۔ وہ بہانہ کرتے ہوئے بولے کہ جس ملک میں ہمیں جانا ہے اس میں وبا ہے۔ جب تک آرام نہ ہو لے ہم نہیں جائیں گے۔ پس خدا نے ان سب کو مار دیا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سے آگے اللہ تعالیٰ جہاد کی ترغیب دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ بھی مجاہدین کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حزقیل نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کی ترغیب دی تھی۔ وہ اس سے گھبرائے تو انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ ان کو کوئی نشانی انہیں کی جانوں میں دکھا۔ تاکہ یہ تیرے حکم کو مانیں۔ پس خدا نے ان کو مار دیا۔ اور پھر زندہ کیا۔

ان روایتوں سے کوئی روایت صحیح ہو یا کوئی غلط۔ قرآن شریف کے مضمون کو ان سے بحث نہیں۔ قرآن کریم سے اتنا تو بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ان کو مار کر پھر زندہ بھی کیا۔ باقی رہی سر سید اور مرزا صاحب قادیانی کی تاویلات (یا تحریفات) سو الفاظ قرآنی کے مقابلہ میں تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہیں۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ ادھر توجہ کی جائے۔ کیونکہ دلایل عقلیہ سے احیاء اموات کا امکان اور نقلیہ سے اطلاق ثابت ہے۔ رہا سپر نیچرل (خلاف عادت) سو اس کا مفصل جواب پہلے گذر چکا۔ ۱۲ منہ

(منہ)

Marfat.com

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ

پھر اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ پھر اس نے ان کو زندہ کیا

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ

بے شک اللہ لوگوں پر بڑا ہی مہربان ہے لیکن

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○

بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا

اور (مسلمانو!) اللہ کی راہ میں لڑا کرو اور جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ مَنْ ذَا الَّذِيْ

اللہ سنتا جانتا ہے کوئی ہے جو اللہ کو

يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ

قرض حسنہ دے پھر وہ کئی گنا

لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ

زیادہ اس کو دے گا اور اللہ ہی تنگی

وَيَبْصُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ اَلَمْ تَرَ

اور فراخی کرتا ہے اور تم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے کیا تمہیں

اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ

بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ موسیٰ کے بعد کا

بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ

معلوم نہیں؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کرے ہم اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ

لڑیں اس نے کہا کہ اگر تم کو لڑنے کا حکم ہوا تو تم سے

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا

لڑنے کی امید نہیں وہ بولے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

کہ اللہ کی راہ میں ہم کیوں نہ لڑیں گے حالانکہ

اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا

ہم اپنے ملک اور بال بچوں سے نکالے گئے ہیں پس جب

نکلنے سے ہماری جان سلامت رہیگی جیسا کہ تم سمجھتے ہو کہ مال کے روکنے سے مال بچ جائے گا۔ اور خرچ سے کم ہوگا۔ پھر اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ فوراً مر گئے پھر اس نے ان کو زندہ کیا تاکہ وے اور ان کے اس قصہ کے سننے والے عبرت پاویں اور یہ سمجھیں کہ ہماری زندگی اور ہماری ترقی ہماری عمدہ تدبیروں پر منحصر نہیں بلکہ اصل میں سب خدا کی مہربانی ہے۔ بے شک اللہ لوگوں کے حال پہ بڑا ہی مہربان ہے لیکن بہت سے لوگ اس مہربانی کا شکریہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی ترقی اور اپنی صحت اور سلامتی اپنی تدابیر ناقصہ سے جانتے ہیں۔ یہی شکر نہیں کہ ہر کام میں زبانی شکر شکر کیا کرو۔ بلکہ شکریہ یہ ہے کہ حسب توفیق اللہ خرچ بھی کر دیا کرو مسلمانو! جب موقع ہو تو اللہ کی راہ میں مخالفوں سے لڑا کرو اور دل میں جان رکھو کہ اللہ ہر ایک کی سنتا اور جانتا ہے بعض لوگ جب خرچ کرنے کا نام سنتے ہیں تو ان پر مثل موت کے گراں گذرتا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ دیا ہوا کہیں جانے کا نہیں آخر تم دنیا میں قرض بھی تو ایک دوسرے کو دیتے ہو۔ جو بعد مدت تم کو وصول ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی ہے جو اللہ کو بھی قرض حسنہ ہی سمجھ کر دے پھر اس کی طرف سے تمسک لکھوا لے کر اخلاص مندی پر وہ کئی گنا زیادہ اس کو دے گا۔ پس اے سود خورو! دنیا میں چار آنے آٹھ آنے روپیہ سینکڑہ سود لینے والو! آؤ غرباء پر احسان کرو اور خدا سے اس کے عوض میں کئی گنا سود لو۔ اور اگر اب بھی باز نہ آؤ تو یاد رکھو کہ اللہ ہی تنگی اور فراخی کرتا ہے سیدھے منہ نہ دو گے تو اسے تنگ کرنا بھی آتا ہے۔ اس کے حکم سے جو کچھ دو گے اس سے زیادہ تم کو دے گا۔ آخر تم نے اس کی طرف لوٹنا ہے اپنے بھلے کی سوچو اور بعض کوتہ اندیشوں کی طرح بوالہوس نہ بنو کہ باوجود جاننے مفید کام کے محض اپنی عافیت ظاہری چند روزہ کے لئے ان سے منہ پھیر جاتے ہیں جس کی وجہ سے آخر کار وقت پر ذلت ان کو نصیب ہوتی ہے۔ کیا مثال کے لئے تمہیں بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ حضرت موسیٰ کے بعد کا معلوم نہیں؟ جب انہوں نے خود ہی اپنے وقت کے نبی سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ ذاتی فوجی افسر مقرر کر دے جس کے ساتھ ہو کر ہم اللہ کی راہ میں اپنے دشمنوں سے جن کے ہاتھ سے ہم جان بلب ہیں۔ لڑیں اس (نبی) نے کہا کہ اگر اس بادشاہ کی طرف سے تم کو لڑنے کا حکم ہوا تو تم سے لڑنے کی امید نہیں۔ تم تو بزدلی سے بھاگ جاؤ گے۔ وہ بولے کہ اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے حالانکہ اس سستی اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم اپنے ملک اور بال بچوں سے نکالے گئے ہیں اور سب مال اسباب ہمارا دشمنوں نے لوٹ لیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب

سے۱ جہاد وغیرہ ضروریات مذہبی اور قومی میں خرچ کرنے کی ترغیب دینے کو یہ آیت نازل ہوئی

سے۲ شان نزول جہاد میں ترغیب دینے کو یہ آیت بطور ایک تاریخی واقعہ کے نازل ہوئی ۱۲ منہ

Marfat.com

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا
ان کو لڑنے کا حکم ہوا تو سوائے چند اشخاص کے سب نے پیٹھ دے
مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ
دی اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور ان کے
لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ
نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو
طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ
بادشاہ بنایا ہے بولے کہ وہ ہم پر کیسے حاکم ہو
الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ
سکتا ہے حالانکہ ہم اس سے حکومت کا زیادہ حق
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ
رکھتے ہیں اسے تو مال کی بھی چنداں فراخی نہیں ہے
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ
اس نے کہا اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس کو تم پر بزرگی دی ہوئی ہے اور
بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي
علم بھی اس کو وسیع دیا ہوا ہے اور بدن میں بھی اس کو فربہی بخشی ہوئی ہے اور اللہ
مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت والا
عَلِيمٌ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ
علم والا ہے اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی حکومت
آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ
کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا
فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ
جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہوگی اور موسیٰ اور

ان کو بادشاہ کی طرف سے لڑنے کا حکم ہوا تو سوائے چند اشخاص کے سب نے پیٹھ دیدی اور بدعہدی سے اپنی جانوں پر ظلم کیے جس کی سزا ان کو بھگتنی پڑی اس لئے کہ اللہ تو ظالموں کو خوب جانتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بطبق ان کی خواہش کے ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے ایک شخص طالوت کو (جو بوجہ اپنی دینداری اور لیاقت علمی کے اس کام کے لائق ہے) بادشاہ (اعلیٰ افسر) بنایا ہے اس کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس کے ساتھ ہو کر خدا کی راہ میں دشمنوں سے لڑو۔ انہوں نے اپنی کوتہ اندیشی سے اس کی لیاقت اور دینداری پر غور نہ کی اور ظاہر بینوں کی طرح جھٹ سے بولے کہ بھلا وہ ہم پر کیسے حاکم ہو سکتا ہے حالانکہ ہم اس سے حکومت کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم تو کسی قدر مالدار بھی ہیں اور اسے مال کی بھی چنداں فراخی نہیں ہے۔ اس نبی نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ گو مال اس کے پاس نہیں اور نہ مال کی اس میں چنداں ضرورت ہے جن امور کی حکومت کے لئے ضرورت ہے وہ تو تین ہی باتوں میں منحصر ہیں۔ ایک تو دینداری کہ ناحق کے ظلم و ستم نہ کرتا پھرے۔ دوسرے لیاقت علمی کہ امور مملکت کو بخوبی انجام دے سکے تیسری کسی قدر جسامت اور ظاہری ڈیل ڈول بھی ہو۔ ایسا دبلا پتلا بھی نہ ہو کہ دیکھنے سے بجائے ہیبت کے بے رعبی ہو۔ سو ان تینوں باتوں میں وہ کامل ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس کو تم پر بزرگی دی ہوئی ہے اور علم بھی اس کو وسیع دیا ہوا ہے۔ اور بدن میں فربہی (ترو تازگی) بخشی ہے۔ علاوہ اس کے یہ ہے کہ اللہ اپنا ملک اور اس کی حکومت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم سوال کرو اور اپنے استحقاق جتلاؤ۔ مناسب غیر مناسب کو وہ خود ہی جانتا ہے تمہارے جتلانے کی حاجت نہیں اور اللہ بڑی ہی وسعت والا علم والا ہے باوجود اس بیان شافی کے انہوں نے قناعت نہ کی اور اس نبی سے اس کی حکومت کی نشانی مانگی جس کے جواب میں ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا (ف ۲۹) جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہوگی اور

حاشیہ

(ف ۲۹ صندوق آئے گا) اس کا نام طابوت سکینہ تھا اس میں بنی اسرائیل کے بزرگوں کے تبرکات رکھے رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بنی اسرائیل اس کو میدان جنگ میں بڑی جانفشانی سے لڑتے ایک تو اس کے سبب سے جوش مذہبی ہوتا تھا۔ دوسرا یہ خطرہ رہتا کہ کہیں سستی کرنے سے دشمن اس کو لوٹ نہ لیں جس کا لٹ جانا ایسا ناگوار تھا جیسا کہ جنت میں نبی کا قتل ہو جانا۔ مگر بنی اسرائیل کے ضعف سے آخر تابوت سکینہ مخالفوں کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اس کو بڑی بے ادبی سے پاخانہ میں رکھا تھا۔ جس کا بنی اسرائیل کو سخت رنج تھا۔ نبی نے ان کو خوشخبری سنائی کہ طالوت کی حکومت کی یہ علامت ہے کہ تابوت سکینہ تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مخالفوں نے اس کو نکال کر بیل گاڑی میں لاد دیا۔ تو بیل فرشتوں کی تحریک سے سیدھے بنی اسرائیل میں چلے آئے۔ بنی اسرائیل اس کو دیکھ کر شاد شاد ہوئے اور مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے اور فتح یاب ہوئے ۱۲ منہ

Marfat.com

مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَاٰلُ هٰرُوۡنَ

ہارون کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہوں گی

تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے لاویں گے ۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی

لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۞ فَلَمَّا فَصَلَ

نشانی ہوگی ۔۔ اگر تم ماننے والے ہوئے پس جب طالوت اپنی

طَالُوۡتُ بِالۡجُـنُوۡدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

فوج کے ساتھ باہر کو چلا تو بولا کہ اللہ تم کو

مُبۡتَلِيۡكُمۡ بِنَهَرٍ‌ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ

ایک نہر کے پانی سے آزمائے گا پس جو شخص اس سے پئے گا وہ

فَلَيۡسَ مِنِّىۡ ‌ۚ وَمَنۡ لَّمۡ يَطۡعَمۡهُ فَاِنَّهٗ

میری جماعت سے نہیں ہوگا اور جو نہ پئے گا تو وہ میرا

مِنِّىۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَةً ۢ بِيَدِهٖ‌ ۚ

ہمراہی ہوگا مگر جو شخص ایک چلو ہاتھ سے بھر لے گا۔

فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ؕ فَلَمَّا

پس سوائے چند اشخاص کے سب نے پی لیا پھر جب وہ

جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ

اور اس کے ماننے والے اس کے ساتھ اس سے آگے بڑھے

قَالُوۡا لَا طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ بِجَالُوۡتَ

تو بول اٹھے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوج کی طاقت

وَجُنُوۡدِهٖ‌ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ

نہیں جن لوگوں کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے

اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ

وہ بولے کہ بہت دفعہ تھوڑے لوگ بہتوں پر اللہ کے

غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةً ۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَ

حکم سے غالب آجایا کرتے ہیں اور

اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۞ وَلَمَّا بَرَزُوۡا

اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور جب وہ جالوت کی

لِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ قَالُوۡا رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ

فوج کے مقابل آئے تو مستدعی ہوئے کہ اے ہمارے مولا

ع ۳۲ ۱۲

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہونگی یعنی عصا وغیرہ بزرگوں کی مستعملہ اشیاء ہونگی جن کو بنی اسرائیل بڑی متبرک سمجھتے تھے فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے لاوینگے۔ اور تمہارے بیچ میں رکھ دیں گے جس کے دیکھنے سے تمہیں تسلی ہوجائے گی۔ بے شک اس صندوق کے اس طور سے آنے میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہوگی اگر تم ماننے والے ہوئے تو اسی پر قناعت کروگے اور اگر ضدی ہوئے تو کوئی علاج نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد دیکھنے اس واقعہ کے ان کے دلوں میں غیرت مذہبی اور غیظ ملکی جوش زن ہوا اور انہوں نے اس طالوت کو اپنا حاکم سمجھا پس اس نے فوج کی کمان شروع کی اور جہاد کے لئے سب طیاری بھی کرلی۔ مگر چونکہ ان میں بہت سے ناآزمودہ کار اور خام جوشیلے تھے۔ نیز بسا اوقات کثرت ہجوم سے انتظام میں خلل بھی آجاتا ہے جس کے سبب سے انجام کار ہزیمت ہوجاتی ہے اس لئے ایسے وقت میں کسی زبردست پالیسی (حکمت عملی) کی ضرورت تھی پس اس نے ایسا ہی کیا کہ جب طالوت نے اپنی فوج کے ساتھ باہر کو چلا تو بولا کہ اللہ تم کو ایک نہر کے پانی سے آزمائے گا۔ پس جو شخص اس نہر سے پئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو نہ پئے گا تو وہ میرا ہمراہی ہوگا۔ مگر جو شخص بوجہ شدت پیاس کے ایک چلو ہاتھ سے بھر لیگا اس کو معافی دی جائے گی۔ پس جب لوگ اس نہر پر پہنچے تو سوائے چند لائق اشخاص کے سب نالائقوں نے اس سے پانی پی لیا۔ پس طالوت نے اپنے پہلے حکم کے مطابق ان کو علیحدہ کردیا۔ پھر جب وہ اور اس کے حکم کے ماننے والے مخلص تابعدار اس کے ساتھ اس نہر سے آگے بڑھے تو بعض لوگ دشمن (جالوت) کی شوکت دیکھ کر بول اٹھے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوج کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں لیکن سب یکساں نہیں ہوتے جن لوگوں کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے۔ وہ ان کے جواب میں بولے کہ گھبراتے کیوں ہو کیا ہوا اگر دشمن کی فوج عظیم اور بے شمار و باشوکت ہے بہت دفعہ تھوڑے لوگ بہتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجایا کرتے ہیں۔ تم اللہ پر بھروسہ کرو۔ اور اگر کچھ تکلیف پہنچے تو صبر کرو۔ اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہے۔ اور ان کے اس کہنے سے سب فوج کو تسلی ہوگئی اور مستقل ہوکر آگے بڑھے اور جب وہ جالوت کی فوج کے مقابل لڑنے کو آئے تو سب سے پہلے وہ اللہ سے مستدعی ہوئے کہ اے ہمارے مولا!

Marfat.com

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ

ہمیں صبر عطا کر اور ہمارے قدم مضبوط رکھ اور

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمیں کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ

پس انہوں نے ان کو اللہ کے حکم سے بھگا دیا اور جالوت کو داؤد نے

جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ

قتل کیا اور اللہ نے داؤد کو ملک دیا اور تہذیب سکھائی

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ

اور اس نے جو چاہا خدا نے اس کو سکھایا اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ

کے ذریعے سے دفع نہ کرے تو زمین خراب

الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے رہنے والوں پر بڑا

الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

ہی مہربان ہے یہ ہماری خبریں ہیں ان کو ہم تجھ سے واقعی

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

طور پر بیان کرتے ہیں ۔ اور بے شک تو رسولوں سے ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى

ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ

اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ جن سے اللہ نے باتیں بھی کیں اور

بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

بعض کے درجے بلند کئے اور عیسٰی مریم کے بیٹے کو کھلی نشانیاں

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

ہم نے دیں اور روح پاک سے اس کو قوت

الْقُدُسِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

دی اور اگر خدا چاہتا تو نبیوں سے

الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا

پچھلے لوگ بعد آنے دلائل واضح کے

ہمیں تکلیفوں پر صبر عطا کر اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارے قدم مضبوط رکھ اور ہمیں ان کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر بے شک تو ہی اپنے بندوں کا مددگار ہے ۔ اور تیری مدد سے بڑا پار ہے ۔ پس خدا نے ان کی یہ مخلصانہ دعا قبول کر لی اور انہوں نے ان سب جالوطیوں کو اللہ کے حکم سے بھگا دیا اور ان کے بادشاہ جالوت کو حضرت داؤد نے جوان جوان اور طالوت کی فوج میں سپاہی تھے قتل کیا پھر تو طالوت کی فتح نمایاں ہو گئی اور اللہ نے داؤد کو طالوت کے بعد ملک کا اختیار دیا اور اہل تہذیب اور شائستگی جو حکومت کے لئے ضروری ہے حضرت داؤد کو سکھائی اور بوقت ضرورت اس داؤد نے جو سیکھنا چاہا خدا نے اس کو سکھایا جس کے سبب سے اس کا لقب خلیفۃ اللہ ہو گیا ۔ پھر تو ان کے تمام دشمن دب گئے اور فتنہ و فساد فرو ہو گئے بے شک اگر اللہ بعض لوگوں ظالموں کو بعض عادلوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو زمین سب خراب ہو جائے لیکن اللہ ایسے ظالموں کو جن کا ظلم اپنی حد تک پہنچ جاتا ہے ضرور ہلاک کرتا ہے اس لئے کہ وہ دنیا کے رہنے والوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ ان کے نقصانات کو کسی قسم کے ہوں جسمانی یا روحانی پورا کر دیتا ہے یہ قصہ اور اس کے مشابہ ہماری بتلائی ہوئی خبریں ہیں ان کو ہم تجھ سے واقعی طور پر بیان کرتے ہیں اور تو بھی صحیح طور سے لوگوں کو سناتا ہے ۔ اس لئے کہ بیشک تو اللہ کے رسولوں سے ہے ۔ جیسے کہ وہ غائب کی خبریں باطلاع الٰہی سنایا کرتے تھے اسی طرح تو بھی بتلاتا ہے گو اس مرتبہ میں سب برابر ہیں ۔ مگر تاہم ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر بزرگی اور فضیلت دی ہے ۔ مثلاً تجھ کو اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سب سے افضل بنایا ۔ اور بعض ان میں ایسے بھی ہیں کہ جن سے اللہ نے باتیں بھی کیں جیسے حضرت موسیٰ اور بعض کے کسی اور وجہ سے درجے بلند کئے اور عیسےٰ مریم کے بیٹے کو کھلی نشانیاں ہم نے دیں اور روح پاک جبرئیل[1] سے اس کو قوت دی نہ جیسا کہ اس کے مخالف یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ جھوٹا نبی تھا اور نہ جیسا کہ اس کے نادان دوست عیسائیوں کا غلط گمان ہے کہ وہ خدا کا بیٹا اور ایک حصہ تھا ۔ یہ ایسے خیالات واہیہ سب کے سب انبیا سے پچھلے لوگوں نے تراشے ہیں ۔ اور اگر خدا چاہتا تو نبیوں سے پچھلے لوگ بعد آنے دلائل واضح کے آپس میں نہ لڑتے

---

[1] روح القدس کی تفسیر خود قرآن نے دوسری جگہ کر دی ہے قل نزلہ روح القدس (یعنی جبرئیل) (سورۃ النحل) منہ

Marfat.com

جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

نہ لڑتے — لیکن انھوں نے — اختلاف کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ

یعنی بعض — مان گئے — اور بعض انکاری ہو گئے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اگر خدا چاہتا — تو نہ لڑتے — لیکن خدا کرتا ہے

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

جو ارادہ کرے — اے — مسلمانو!

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ

ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کیا کرو۔ پہلے اس سے کہ وہ

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ

دن آپہنچے جس میں نہ تجارت ہوگی — اور نہ دوستی — اور نہ سفارش

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ

اور منکر ہی — ظالم ہیں — سوائے خدا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَىُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا

کے کوئی معبود نہیں — وہ ہمیشہ زندہ — انتظام کرنے والا — نہ

تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِى

اس کو — اونگھ آتی ہے — نہ نیند — جو کچھ آسمان

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا

اور زمین میں ہے — سب اسی کی ملک ہے — کون ہے — جو بلا

الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ

اجازت اس کے پاس شفارش — کرے — وہ لوگوں

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا

کے آگے پیچھے کی سب چیزیں — جانتا ہے — اور لوگ

يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا

اس کے معلومات سے کچھ بھی نہیں — جان سکتے — مگر جس قدر

شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ

کہ خود ہی چاہے — اس کی حکومت نے تمام آسمان — اور

جھگڑتے لیکن چونکہ انھوں نے باہمی اختلاف کیا یعنی بعض تو مان گئے اور بعض انکاری رہے جس کا اثر لازمی حسب عادت جاریہ قتل قتال اور لڑائی جھگڑا ہوا باوجود اس کے بھی اگر خدا چاہتا تو کبھی نہ لڑتے وہ ان کے اثر لازمی کو بھی روک سکتا تھا۔ لیکن خدا نے ایسا نہ چاہا۔ اس لئے کہ وہ عموماً وہ کام کرتا ہے جو ارادہ کرے اور اس کا ارادہ ہمیشہ علل پر جیسی کہ ہوں آثار مرتب کرتا ہے جبھی تو تمہیں حکم دیتا ہے کہ اے مسلمانو! ہمارے دئے ہوئے میں سے غربا کی حاجت روائی میں خرچ کیا کرو پہلے اس سے کہ وہ دن آپہنچے کہ جس میں نہ تجارت ہوگی کہ اس مال سے فائدہ اٹھا سکو اور نہ کسی کی دوستی اور سفارش ہی بلا اذن کام آئے گی۔ صرف نیک اعمال اور ہاتھ کا دیا ہی کام آئے گا۔ سو تم اگر اس دن کی تکلیف سے بچنا چاہتے ہو تو سب سے مقدم یہ ہے کہ اللہ کی توحید پر پختہ ہو جاؤ اور جان لو کہ توحید سے منکر ہی بڑے ظالم ہیں کیونکہ ایک سیدھی راہ چھوڑ کر ٹیڑھے جا رہے ہیں یعنی خدا کے سوا اور معبود مانتے ہیں حالانکہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں تھا نہ اب ہے نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ بلکہ سب چیزوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور اکیلا ہی بذات خود سب مخلوق کا انتظام کرنے والا ہے اس کے کسی کام میں فتور نہیں آسکتا اس لئے کہ نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے۔ وہ شاہنشاہ ایسی ہیبت کا مالک ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے چون کرے کون ہے جو بلا اجازت اس کے پاس کسی کی سفارش کرے۔ کیا نبی کیا ولی کیا مومن کیا کافر سب اس کی ہیبت سے لرزاں اور ترساں ہیں۔ کمال علمی اس کے کی کوئی حد نہیں

ع ٣٣ ٥ ١

وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی سب چیزیں جانتا ہے اور

لوگ اس کے معلومات سے کچھ بھی

نہیں جان سکتے۔ مگر جس قدر

کہ خود ہی بتلانا چاہے۔

اس کی حکومت نے تمام

آسمان اور

ف۵ اس آیت میں جو کرسی کا لفظ ہے اس کے معنی میں بھی مفسرین کا تدرے اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کرسی ایک چوکی ہے جو تمام آسمانوں سے اوپر ہے جس کے اوپر عرش ہے بعض کہتے ہیں کرسی یہاں سے مراد علم ہے۔ میں نے جو ترجمہ اختیار کیا ہے۔ یہ ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ کا ہے اور اس جگہ یہی انسب ہے۔ کرسی کے معنی علم کے بھی آتے ہیں۔ یہ معنی بھی موقع کے مناسب ہیں۔ منہ

Marfat.com

الْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَ

زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور

هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ لَا إِكْرَاهَ فِي

وہ بلند اور بڑی عظمت والا ہے دین میں جبر نہیں

الدِّينِ ۖ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ

ہدایت کی راہ گمراہی سے جدا ہو چکی

الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ

سے پس جو کوئی جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر خدا پر

يُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

ایمان رکھے تو اس نے ایسا مضبوط سہارا

الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

لیا جو ہرگز نہ ٹوٹے گا اور خدا سنتا ہے

عَلِيمٌ ○ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا

جانتا ہے مومنوں کا اللہ متولی ہے

يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ

اندھیروں سے ان کو نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ

اور جو لوگ منکر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں

يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ

ان کو نور سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ ۳۴ ع ۲

یہی لوگ آگ کے لائق ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے

زمین کو گھیر رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی چیز اس کی حفاظت سے باہر ہو۔ اور ہو بھی کیسے جبکہ محافظ ایسا زبردست ہے کہ باوجود اس قدر وسعت کے ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ اور وہ سب سے بلند اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے باوجود اس بیان واضح کے اگر تیری نہ مانیں تو غم نہ کر اس لئے کہ دین میں ظلم جبر نہیں[۱] کہ خواہ مخواہ کسی کو بزور پکڑ کر اسلام میں لایا جائے۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے پس جو کوئی جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر اکیلے سچے خدا پر ایمان رکھے تو جان لو کہ اس نے ایک ایسا نجات کا مضبوط سہارا لیا جو ہرگز نہ ٹوٹے گا اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں خدا سنتا ہے جانتا ایسے ہی مومنوں کا بالخصوص اللہ متولی امور ہے۔ ہر طرح ان کی بہتری کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ چنانچہ محض اپنی مہربانی سے شرک کفر وغیرہ کے اندھیروں سے ان کو نکال کر نور توحید کی طرف لے جاتا ہے اور توحید کو ان کے دلوں میں ایسا مضبوط کرتا ہے کہ مشرک کیسی ہی کوشش کریں ان کو شرک میں پھنسا دیں ہرگز نہیں پھنسا سکتے اور جو لوگ توحید سے منکر ہیں وہ چونکہ راندۂ درگاہ ہیں اس لئے ان کے دوست شیاطین ہیں ہمیشہ ان کو نور ایمان سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں اور یہی ذہن نشین کرتی ہیں کہ فلاں بت یا فلاں قبر سے حاجت روائی ہوتی ہے جس کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ یہی لوگ جہنم کی آگ کے لائق ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے تو ان کی بے ہودہ باتیں سن کر کیوں تعجب کرتا ہے۔ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو دیندار چاہے کسی مذہب کے پیرو ہوں وہ تو بعد سمجھنے حق بات کے ہدایت سے سرتابی نہیں کرتے دوسرے دنیادار جو اپنے مذہب کو یونہی برائے نام بتلاویں اصل میں ان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا صرف چالبازی جانتے ہیں۔ ایسے لوگ باوجود دیکھنے بیّن ثبوتوں کے بھی اپنے غلط خیال چھوڑا نہیں کرتے

شان نزول

[۱] عرب میں دستور تھا کہ جب کسی عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو تو وہ نذر مانتی تھی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہے گا تو میں اس کو یہودی بناؤں گی (جیسے ہمارے ملک کی عورتیں مشرکانہ خیال والی کہا کرتی ہیں کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو فلاں قبر والے کا مرید بناؤں گی۔ اور اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے نام کی چوٹی اس کے سر پر رکھی جاتی ہے) چنانچہ بہت سے لوگوں کی اولاد اتفاقاً زندہ رہ کر اسی طرح یہودی بنی ہوئی تھی۔ جب آنحضرت نے بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کی بدعہدی کی وجہ سے عرب سے خیبر کی طرف جلاوطن کیا تو اس قسم کے بچے بھی ان یہودیوں میں تھے ان کے مسلمان وارثان نے اس وجہ سے کہ یہ بچے ماں باپ کی غلطی سے یہودی بنائے گئے تھے۔ چاہا کہ ان کو جبراً روک لیں اور یہودیوں کے ساتھ نہ جانے دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

مخالفین ذرہ غور سے دیکھیں ۱۲ منہ

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي
کیا تجھے اس شخص کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے اپنے
رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ
پروردگار کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو بادشاہ
إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ
بنایا تھا جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ رکھتا اور مارتا ہے
قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
وہ بولا کہ زندہ تو میں کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں ابراہیم نے کہا کہ خدا
فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے
فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي
تو اس کو مغرب سے چڑھا۔ پس وہ کافر حیران
كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
رہ گیا خدا ظالموں کو رہنمائی نہیں کیا کرتا
أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ
اور کیا تو اس شخص کو نہیں جانتا جو ایک گری ہوئی بستی

کیا تجھے اس گمراہ شخص کا حال معلوم نہیں جس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے بوجہ اس کے کہ ابراہیم خدا کی توحید کا قائل تھا اور وہ ملحد سرے سے خدا کا منکر اپنے پروردگار کی بابت عناد سے جھگڑا کیا تھا اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو بادشاہ بنایا تھا۔ پھر وہ اپنی چند روزہ بادشاہی پر ایسا نازاں ہوا کہ خدائی کا مدعی بن بیٹھا۔ جب ابراہیم نے اس کے سوال (کہ میرے سوا تیرا خدا کون ہے) کے جواب میں کہا میرا پروردگار وہ ہے جو سب کو زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ بولا کہ زندہ تو میں رکھتا ہوں اور مارتا بھی میں ہوں چنانچہ اسی وقت ایک قصوروار مجرم کو چھوڑ دیا۔ اور بے قصور کو مروا دیا۔ ابراہیم نے جانا کہ اسباب سے یہ نادان قائل نہ ہوگا اس کو کسی ایسے پیچ میں لائیں کہ اس کا جواب نہ دے سکے۔ یہ سوچ کر ابراہیم نے کہا خدا تو سورج کو ہر روز مشرق سے لاتا ہے اگر تو ہی خدا ہے تو تو ایک روز اس کو مغرب سے چڑھا اس لئے کہ جب مشرق سے تو لا سکتا ہے تو مغرب سے لانے میں کیا دقت ہے پس یہ سنکر وہ کافر حیران رہ گیا۔ جواب کچھ نہ بن پڑا۔ چونکہ معاند تھا یہ نہ ہوا کہ ہدایت کو قبول کرتا اور اپنے مالک کے آگے جھکتا الٹا ابراہیم سے الجھنے لگا جس کی سزا اس کو یہ ملی کہ خدا نے اسے سمجھ ہی نہ دی کہ ابراہیم کے اس سوال کا جواب کیا دے اس لئے کہ خدا ایسے ظالموں کو جو صادقوں کے مقابلہ میں رہنمائی نہیں کیا کرتا جیسا یہ قاعدہ ظالموں کو ہدایت نہ کرنے کا خدا نے مقرر کر رکھا ہے ایسا ہی یہ بھی مقرر ہے کہ جو کوئی باخلاص نیت کوئی سوال حل کرانا چاہے اور خدا سے مدد مانگے خدا اس کو آسان کر کے اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ کیا تو اس شخص کو نہیں ۲۹ جانتا جو ایک پرانی گری ہوئی بستی

ع
الم الذی پر عطف ہے کاف معنی الی ۱۲

حاشیہ (۲۹ کیا تو اس شخص کو نہیں جانتا) اس قصہ اور اس سے آئندہ قصہ ابراہیمی کی نسبت کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعات ان دونوں صاحبوں کی بیداری میں واقع ہوئے۔ گو ان کا پہلے قصہ میں بسبب نہ ہونے نام سائل کے کسی قدر اختلاف ہوا ہے کہ یہ سائل کون تھا بعض نے کہا کہ کوئی کافر تھا بعض نے کہا مومن۔ بعض نے کہا نبی بعض نے اس نبی کا نام بھی بتلایا کہ وہ حضرت عزیر تھے۔ تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت منقول ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ مگر سرسید احمد خاں کو یہاں بھی ایک نیا ہی خواب آیا۔ کہ انہوں نے اس قصہ کا مرے سے انکار کر کے جان چھڑائی اور اس کو خواب سے متعلق تبلایا کہتے ہیں کہ اس بزرگ نے خواب میں خدا تعالیٰ سے احیاء موتی کا سوال کیا اور خواب ہی میں اپنے کو سو برس تک مرے ہوئے دیکھا۔ اور حضرت ابراہیم نے بھی جو کچھ کیا خواب ہی میں کیا۔ وجہ اس انکار کی تو وہی نیچرل (خلاف عادت کا استحالہ) ٹوٹا پھوٹا ہتھیار ہے دلیل ان کی یہ ہے کہ :-

"بزرگوں کو جو اس قسم کے خلجان قلبی پیش آیا کرتے ہیں ان کا دفعیہ ان کو کشف اور خواب ہی میں ہوا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ ان بزرگوں کو بھی جو ایک عقدہ دربارہ احیاء موتی پیش آیا ہے اس کا دفعیہ خواب میں ہوا ہوگا حضرت ابراہیم سے نہ تو پہلے کسی نے اور نہ خود ابراہیم نے مردہ کا زندہ ہوتا دیکھا تھا۔ اس لئے کوئی ذی عقل اس قسم کے سوالات اللہ سے نہیں کر سکتا" (تفسیر جلد اول صفحہ ۳۱۱)

Marfat.com

عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ
پر سے گذرا　　بولا کہ　　اس بستی کو بعد مرنے کے

اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ
خدا کیونکر زندہ کرے گا؟　　پس خدا نے سو برس تک اس کو مار

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۗ قَالَ
رکھا پھر اس کو زندہ کر کے　　پوچھا کہ کتنی مدت تو ٹھیرا ہے　　وہ بولا

لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ قَالَ
کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھیرا ہوں (خدا نے) کہا

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی
بلکہ　　تو سو برس تک ٹھیرا ہے　　پس تو اپنے کھانے اور

پر سے گذرا اور اس کو خراب اور اس کے رہنے والوں کو مرے پڑے دیکھ کر بولا کہ اس بستی کے رہنے والوں کو بعد مرنے کے خدا کیونکر زندہ کریگا بر ایک قسم کا تردد اسے ہوا جس کے دریافت حال کو اس نے سوال کیا چونکہ یہ سوال اس کا محض دینداری کی وجہ سے تھا۔ اس لئے اللہ نے اس کو ایسے طور سے تشفی دی کہ بعد اس کے کسی دلیل کا محتاج نہ رہا۔ پس خدا نے سو برس تک اس کو مار رکھا پھر بعد سو برس کامل کے اس کو زندہ کر کے پوچھا کہ کتنی مدت تو یہاں پر ٹھیرا ہے۔ وہ بوجہ مرنے کی حالت سے بے خبر ہونے کے بولا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھیرا ہوں (خدا نے) کہا ایک آدھ دن تو کیا بلکہ سو برس تک ٹھیرا ہے مگر تجھے معلوم نہیں یہ ہماری ہی قدرت ہے کہ تجھے سو برس بعد زندہ کیا نہ صرف تجھے ہی زندہ کیا۔ بلکہ تیرے متعلق کئی ایک اور بھی خرق عادت محض اپنی قدرت کاملہ سے کئے تیری ایسی چیزیں جو عموماً درازی زمانہ سے بگڑ جاتی ہیں وہ تو صحیح سالم رکھی ہیں اور جن کو کسی قدر درازی مضر نہیں ان کو بگاڑ دیا اور بگڑی ہوئی کو تیرے سامنے درست بھی کریں گے پس تو دیکھنا چاہے تو اپنے کھانے اور

دوسری دلیل جو ذکر میں پہلے حضرت ابراہیم سے مخصوص ہے کہ:۔

"یہ سوال ابراہیم علیہ السلام کا روئیت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ روئیت کیفیت احیا موتی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی بیمار اچھا ہو تو ہم اتنا تو جان لینگے کہ زندہ بیمار اچھا ہو گیا۔ مگر اس کی زندگی کی کیفیت نہیں معلوم نہ ہو گی کہ کس طرح ہوا۔ پس حضرت ابراہیم کا سوال روئیت قلبی سے متعلق تھا جو خواب میں ان کو حل ہو گیا۔" (صفحہ ۲۹۱)

ناظرین! سید صاحب کی اس قسم کی تاویلات سے آپ کو تو تعجب ہوتا ہو گا۔ مگر در اصل تعجب نہیں اس لئے کہ جناب تو اسی کے خوگر ہیں بھلا اس کا بھی کچھ ثبوت دیا کہ بزرگان دین کو ہمیشہ عقدہ کشائی اور حل مطالب خواب ہی میں ہوا کرتا ہے۔ کیا حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی خبر سے تعجب نہیں ہوا تھا قَالَ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا۔ کیا حضرت مریم علیہا السلام کا عقدہ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ بھی خواب میں حل ہوا تھا۔ سید صاحب! جیسا کہ پہلے کہہ آیا ہوں کہ علما کا دستور تھا کہ کہتے ہوئے دعویٰ کی دلیل بھی سوچ لیتے تھے مگر آپ نے جیسا کہ مذہب میں تجدید کی طرح مناظرہ اور اثبات دعاوی میں بھی سب سے تجرد اور انفراد کیا سچ ہے؟ ؎

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا　　پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

پھر آپ کا یہ ارشاد کہ "ابراہیم سے پہلے اور نہ تو ابراہیم نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا تھا۔ اس لئے یہ سوال ذی عقل کا کام نہیں" حضرت! بے ادبی معاف حضرت موسیٰ سے پہلے کسی نے یا خود موسیٰ نے بھی پہلے سوال روئیت (رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ) کے خدا کو دیکھا تھا؟ پس بتلاویں ایسی بے معنی بات جو جی میں آئے کہہ دینا ذی عقل کا کام ہے؟ نہیں بیشک نہ تو حضرت ابراہیم سے پہلے اور نہ خود ابراہیم نے احیاء اموات دیکھا تھا۔ مگر ممکن سمجھتے تھے۔ ممکنات مقدورات باری سے سوال کرنا ہر ذی عقل اور ایماندار کا کام ہے گو آپ کا نہ ہو۔ ہاں آپ کا یہ کہنا کہ مردہ زندہ ہوتا تو ہم دیکھ سکتے ہیں مگر اس کی کیفیت نہیں دیکھ سکتے" بہت غریب دلیل ہے غلطی ہے۔ جناب! حضرت ابراہیم کا سوال بھی اسی روئیت سے متعلق تھا جس کو آپ بھی مانتے ہیں ان کو اس کیفیت سے جو مقولہ کیفیہ (لا یقتضی القسمة والاقسمة) سے ہی بحث نہیں تھی۔ یہ تو وہ جانتے تھے کہ خدا کو اسباب اور آلات کی حاجت نہیں چنانچہ ان کا بلیٰ کہنا اسکی وضاحت کرتا ہے اطمینان قلبی وہ صرف روئیت امر عجیب کے متعلق چاہتے تھے آپ کیف بلا کیف بگڑ گئے اور یہ سمجھ گئے کہ یہ کیفیت فلسفیانہ کیفیت ہے حالانکہ یہ کلام عرف پر مبنی ہے جیسا کوئی کسی مسمریزم والے کو کہے کہ میرے سامنے عمل کرتا کہ میں اس کی کیفیت دیکھوں تو اس کے معنی حسب عرف عام یہی سمجھتے ہیں کہ اس سوال سے تاثیر فعل کا دیکھنا منظور ہے نہ کہ کیفیت فعل کا پس آپ کا فرمانا کہ کیفیت احیاء اموات تو کسی طرح مرئی نہیں ہو سکتی عرف عام اور خطابیات سے چشم پوشی ہے۔ رہا آپ کا ٹوٹا پھوٹا ہتھیار نیچرل سو اس کا جواب کرات مرات گذر چکا ہے فتذکر۔ جیسے سرسید احمد خاں

لہ اس لئے کہ آپ دعا حاجت برآری نہیں مانتے ۱۲

الذی اقیمت ... (حاشیہ: ... ابن کثیر ... الفقہ الاکبر ... ۱۲ منہ)

Marfat.com

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وَ

پانی کو دیکھ کہ نہیں بگڑا اور

انْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً

اپنی سواری کی طرف دیکھ اور ہم تجھ کو لوگوں کے لئے نشانی

لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

بناویں گے اور ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح ان

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ

کو ابھار کر گوشت چڑھاویں گے پس جب اسے معلوم

لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

ہو گیا تو بولا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا سب کام کر سکتا

قَدِيرٌ ○ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي

ہے اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے مولا مجھ کو دکھا

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ

کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا کہا کہ تجھے یقین نہیں ؟

قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ

(ابراہیم نے) کہا کہ ہاں لیکن اطمینان قلبی کے لئے (پوچھتا ہوں) (خدا نے) کہا

فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ

چار جانور لے پھر اپنے پاس رکھ

إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ

ان کا ہر ایک پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ

جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ط

دے پھر ان کو بلا تو تیرے پاس بھاگتے ہوئے آویں گے۔

پانی کو دیکھ کہ باوجود سریع الزوال ہونے کے ابھی تک نہیں بگڑا۔ اور اپنی سواری کی طرف دیکھ کہ کیسی گلی پڑی ہے ۔ تجھے بعد سو برس کے زندہ کر کے تیری تشفی کرتے ہیں۔ اور ہم تجھ کو لوگوں کے لئے نشانی بناویں گے ۔ تاکہ آئندہ جن لوگوں کو مُردوں کے زندہ ہونے میں شک ہو وہ تیرے تاریخی حالات سُن کر یقین کر لیں۔ اور اپنی سواری کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح ان کو ابھار کر گوشت چڑھاتے ہیں گے پھر تیرے سامنے ہی زندہ ہو کر پھرنے لگ جائے گا۔ پس جب اسے اصل حال معلوم ہو گیا کہ ہاں بے شک خدا بڑی ہی قدرت والا ہے تو بولا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا سب کام کر سکتا ہے ۔ چونکہ یہ سوال اس کا محض دینداری سے تھا۔ اس لئے وہ فوراً سمجھ گیا۔ اسی کی مثل ایک اور واقعہ بھی سنو! جب ابراہیم نے محض دینداری سے بغرض دریافت حال اپنے رب سے کہا کہ اے میرے مولا! مجھ کو دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ خدا تو اس امر کو جانتا تھا کہ ابراہیم کا سوال بغرض تسلی اور مزید اطمینان ہے نہ کہ انکار اور عناد سے۔ مگر اس خیال سے کہ بعد کے لوگ ابراہیم کے اس سوال سے اس کا نقصان ایمانی نہ سمجھیں۔ اس امر کے اظہار کرانے کو ابراہیم سے کہا کہ تجھے یقین نہیں ؟ کہ مردے زندہ ہوں گے ابراہیم نے کہا ہاں لیکن میں محض اطمینان قلبی کے لئے (پوچھتا ہوں) کہ مجھے علم الیقین سے عین الیقین ہو جائے (خدا نے) کہا چار جانور لے کر اپنے پاس رکھ لے ۔ تاکہ تجھے بخوبی ان کی پہچان ہو پھر ان کو ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر جو اس وقت تیرے ارد گرد ہیں۔ رکھ دے پھر ان کو بلا تو دیکھ کہ وہ فوراً تیرے پاس اللہ کے حکم سے بھاگتے ہوئے آئینگے

شان نزول

ف۱ مشرکین عرب قیامت کو مردوں کے زندہ ہونے کے سخت مخالف تھے اور اس کو ایسا مشکل محال جانتے تھے جیسا کہ سیاہ اور سفید کا ایک جگہ جمع ہونا۔ ان کو سمجھانے کی خاطر حضرت ابراہیم (جن کو وہ لوگ بھی اپنا مقتدا مانتے تھے) کا واقعہ نقل کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

ف۲ عام طور پر اس آیت کا مطلب یہی بتایا جاتا ہے ۔ مگر تدقیق نظر سے ان معنی کا ثبوت قرآن مجید کے لفظوں سے نہیں ہوتا۔ قرآنی عبارت میں دو لفظ قابل غور ہیں (۱) صُرْ اس کے اصل معنی ہیں جھکا۔ چنانچہ تفسیر معالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ امل کیا گیا ہے۔ اور شاہ عبد القادر دہلوی نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے ۔ دوسرا لفظ جزو ہے جب وہ ایک چیز کی طرف نسبت ہوتا ہے تو اس چیز کا ایک ٹکڑا مراد ہوتا ہے اور جب کسی جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس جمع میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے ۔ جیسے کہیں یہ لڑکا دسویں جماعت کا جزو ہے قرآن مجید میں بھی جزء مقسوم انہی معنی سے آتا ہے ۔ پس اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوئے کہ ان چار جانوروں کو اپنی طرف مائل کر پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر رکھ کر بلا تیرے پاس آجاوینگے تو اس سے سمجھ لے گا کہ جس طرح یہ وحشی جانور تیرے بلانے پر آگئے ہیں خدا کے بلانے پر سب مُردہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ع ۳۶

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ مَثَلُ

اور جان رکھو کہ خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے جو لوگ

الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ

اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال

اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

ایک دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلتی ہیں۔

فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ

ہر بال میں ایک سو دانہ ہے اور جس کے لئے

یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

خدا چاہے گا زیادہ کرے گا۔ اور اللہ بڑی فراخی والا

عَلِیْمٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

جاننے والا ہے جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ

خرچ کرتے ہیں اور بعد خرچنے کے نہ احسان

اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

جتلاتے ہیں نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں ان ہی لوگوں کا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ

بدلہ اللہ کے پاس ہے نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ

یَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ

غمناک ہوں گے اچھی طرح بولنا اور معاف کر دینا بہتر

خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَ

ہے اس خیرات سے جس کے بعد تکلیف پہنچے اللہ

اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بے پرواہ ہے بڑا بردبار اے مسلمانو! اپنی خیرات احسان

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع مت کیا کرو۔

اور بخوبی جان رکھ کہ خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں اس کے تمام کام باحکمت ہیں۔ جو احکام لوگوں کی طرف بھیجتا ہے۔ ان میں بھی صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ مگر ان حکمتوں کو پورے طور سے وہ خود ہی جانتا ہے۔ کسی کو غریب کر کے صبر کا حکم دیتا ہے اور کسی کو امیر بنا کر اس کو خرچ کا حکم دیتا ہے۔ اور مثال کے لئے بتلاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور غریبوں کو حاجت کے موافق دیتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایک دانہ کی طرح ہے۔ جس سے سات بالیں نکلیں۔ ہر بال میں ایک سو دانہ ہے۔ بتلاؤ تو اس کسان کو کتنا بڑا فائدہ ہوگا کہ ایک دانہ کے سات سو دانہ ہو گئے۔ اسی طرح جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو بھی ایک پیسہ کے سات سو پیسے ملیں گے۔ اور اس سے بھی زائد جس کے لئے خدا چاہیگا زیادہ کرے گا۔ اور اس کے اخلاص کے موافق اس کو بدلہ دے گا۔ اس کے اس کے ہاں کسی قسم کی کمی نہیں۔ اللہ بڑا فراخی والا بڑا جواد سب کے اخلاص کو جاننے والا ہے۔ پس سود خواروں کو اطلاع کہ اگر اپنی دولت سے واقعی نفع اٹھانا چاہیں تو خدا سے معاملہ کریں اس کی صورت یہ ہے کہ غربا پر رحم کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کی حاجت برآری میں ساعی ہو۔ اور نہیں تو کم از کم اتنا کریں کہ اپنے ظلم زیادتی سے ہاتھ صاف نہ کریں اور یہ بھی ضروری ہے کہ اگر غربا پر کچھ احسان کریں تو بعد احسان کرنے کے ان پر کسی قسم کا بیجا دباؤ یا طعنہ نہ کریں۔ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور بعد خرچنے کے نہ احسان جتلاتے ہیں نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں ان ہی لوگوں کے خرچ کا بدلہ اللہ کے پاس ہے جہاں سے ان کو نہ ضائع ہونے کا خوف ہوگا اور نہ کسی قسم کے نقصان سے وہ غمناک ہونگے سچ پوچھو تو محتاجوں سے اچھی طرح نرمی سے بولنا۔ اور معاف کرو کہہ کر واپس کر دینا۔ اور اگر سائل بد زبانی کرے تو اس کی بدزبانی کو معاف کر دینا۔ بہتر ہے اس خیرات دینے سے جس کے دینے کے بعد تکلیف پہنچے اور احسان جتلایا جائے اس لئے کہ اس کا تو کسی قدر اللہ کے ہاں بدلہ بھی ہے مگر اس صدقہ خیرات کا عوض کچھ نہیں کیونکہ اللہ ایسے صدقات لینے سے بے پرواہ ہے بلکہ ایسے صدقہ دینے والے مستوجب سزا ہیں۔ مگر اللہ بڑا بردبار حوصلہ والا ہے جو ان کی فوری سزا نہیں دیتا جلدی نہیں کرتا اس لئے ہم عام اعلان دیتے ہیں کہ مسلمانو! اپنی خیرات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع مت کیا کرو

شان نزول ؎ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے دنوں میں (جو نہایت تنگی کے زمانہ میں ہوئی تھی) ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان کے دے دئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے چار ہزار درہم نقد دئے ان دونوں صاحبوں کے حق میں نازل ہوئی۔ ۱۲ ؎ مگر افسوس کہ ایسے بزرگوں کی نسبت بھی نادانوں کی آنکھ کا تنکا ابھی باقی ہے ؏ ورنہ اگر کس است یک حرف بس است۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ
اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھاتے کو خرچ کرتا ہے اور
وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اللہ اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
پس اس کے خرچ کی مثال ایک پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی ہو
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا
پھر اس پر بڑے زور کا مینہ برس کر اس کو بالکل صاف کر چھوڑے اپنی
يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا
کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○
اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
کرنے اور اپنے نفسوں کے مضبوط کرتے کو خرچ
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ
کرتے ہیں ان کے خرچ کی تشبیہ ایک باغ کی سی ہے جو نرم زمین میں ہو
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ
جہاں زور کی بارش پہنچنے سے وہ باغ دوگنا پھل لاوے
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ
پھر اگر اس باغ پر بارش نہ بھی ہو تو شبنم کافی ہے خدا
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ
تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے کیا کوئی تم میں سے یہ چاہتا ہے
اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
کہ اس کا باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو
اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں
لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ
اور اس باغ میں اس کے لئے ہر قسم کے میوہ جات بھی ہوں اور وہ خود عمر

اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھاتے کو خرچ کرتا ہے کہ انہیں سے شاباش سنو اور اللہ کو جزا سزا کا گویا مالک نہیں مانتا اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا جس کی وجہ سے اس کے تمام صدقات ضائع ہو جاتے ہیں پس اس کے خرچ کی مثال ایک پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی ہوا اور اس مٹی کی وجہ سے اس پر کچھ روئیدگی بھی ہو۔ پھر اس پر بڑے زور کا مینہ برس کر اس کو بالکل صاف مصفیٰ کر چھوڑے اسی طرح ان کا حال ہے جو لوگوں کو دکھانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں کہ ان کو مال کے خرچ کرنے سے کچھ بھلائی کی امید ہوتی ہے۔ جیسے کہ پتھر کو دیکھ کر کسان کو۔ مگر اس پر ان کا ریا جو مثل زور دار مینہ کے آپڑتا ہے بالکل ہی اس کو صاف کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ سب کا سب ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ لوگوں کو خوش کرنے ہم کیا لیں گے کوئی ایک آدھ گھڑی اگر خوشی بھی ہوا۔ اور اچھا بھی کہہ گیا تو کیا اور جو نہ کہہ گیا تو کیا مخلوق کی اتنی ہی شاباش کے لئے حقیقی مالک کی دائمی جزا سے محروم رہنا عقلمندی نہیں مگر غور نہیں کرتے۔ اور خدا بھی ایسے بے ایمان کافروں کو ہدایت نہیں کرتا یہ ان کے دل میں ڈالتا ہی نہیں کہ بھلا کس جانب ہے۔ اور جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی خوشی حاصل کرنے اور خدا کے حکموں پر اپنے نفسوں کو مضبوط کرنے کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی تشبیہ ایک باغ کی سی ہے جو کسی میدان صاف کی نرم زمین میں ہو جہاں زور کی بارش پہنچنے سے وہ باغ دوسروں کی نسبت دوگنا پھل لادے پھر اگر کا ہے اس باغ پر گاہے بارش نہ بھی ہو تو بھی بوجہ اس کی زرخیز زمین کے شبنم ہی کافی ہے اسی طرح ان کا حال ہے کہ ان کے خرچ کا بدلہ بھی جس قدر ملنا چاہئے تھا ان کے اخلاص کی وجہ سے اس سے بھی دوگنا ملے گا۔ اور اگر کبھی ایسے مخلص لوگ نامناسب جگہ جان کر نہ بھی دیں تو اس کا بدلہ بھی ان کو ضرور ہی ملے گا اس لئے کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھتا ہے جس نیت سے کرتے ہو اس کے موافق بدلہ دے گا۔ حاصل یہ کہ اخلاص مندی سے دبا ہوا ہی کام آتا ہے۔ ریاکاری تو ایسی بری بلا ہے کہ بھرے گھر کو تباہ کرنے والی ہوتی ہے پھر تم ریاکر کے کیا لوگے۔ کیا کوئی تم میں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے نیچے
نہریں بہتی ہوں اور اس باغ
میں اس کے لئے ہر قسم کے میوہ جات
بھی ہوں اور وہ خود عمر رسیدہ

اَلْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَا
رسیدہ ہو اور اس کے بچے چھوٹے چھوٹے ہوں پس اس باغ کو

اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ط كَذٰلِكَ
ایک لوکا جھوکا چل جائے جس میں آگ ہو پس وہ باغ جل جائے اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
اللہ کھول کھول کر احکام بتلاتا ہے تاکہ تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا
غور و فکر کرو مسلمانو! اپنی کمائی میں سے عمدہ

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
عمدہ چیزیں خرچ کیا کرو اور اس میں سے بھی دو جو ہم

لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ
تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور اس میں سے گندی چیزیں دینے کا

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ
تصدنہ کیا کرو کیا ایسی چیز دیتے ہو۔ حالانکہ خود اسے نہیں لیتے ہو

اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
ہاں جب اس سے چشم پوشی کر جاؤ اور یقیناً جانو کہ اللہ

غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ
بے نیاز تعریف والا ہے شیطان تم کو فقر و فاقہ سے

الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰهُ
ڈراتا ہے اور بے حیائی بتلاتا ہے اور اللہ

يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ط وَ
اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ دیتا ہے اور

اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ
خدا بڑی وسعت والا جاننے والا ہے جس کو چاہے سمجھ

مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
دید یتا ہے اور جسے سمجھ ملے اسے تو

ع ۳۶ / ۶

۹ ہمارے زمانہ کے امراء اس آیت کو غور سے دیکھیں جن کی امیری سے بجز رنڈیوں اور شراب فروشوں کے کسی کو نفع نہیں ۱۲ منہ

اور ضعیف ہو اور ساتھ ہی اس کے بچے بھی چھوٹے چھوٹے قابل پرورش ہوں پس ایسے نازک وقت میں اس باغ کو (جو سب اثاث البیت اس کا تھا اور اس پر اس کے سارے امور موقوف تھے) ایک لوکا جھوکا چل جائے جس میں آگ کی مانند گرمی ہو پس وہ باغ اس گرم ہوا سے جل جائے بتلاؤ کہ کوئی شخص بھی ایسی مصیبت کو اپنے پر لینا چاہتا ہے؟ کہ عین حاجت شدید کے وقت پھر وہ حاجت بھی نہ صرف ذاتی بلکہ اپنے جملہ ضعفا کی بھی ساتھ ہی ہو پس ایسا ہی جان لو کہ اس حاجت سے (جس کا کسی قدر نقشہ تمہیں بتلایا ہے) بھی بڑھ کر ایک سخت حاجت تم پر آنے والی ہے۔ جس میں تم اپنے خرچ کئے ہوئے مالوں کے اس ضعیف العمر سے بھی زیادہ محتاج ہو گے اگر ان میں ریا کاری یا محتاجوں کو دیکھ کر احسان جتلانا یا کسی قسم کی تکلیف پہنچانا مخلوط ہو گا تو سب کے سب اپنے ہاتھ سے دئے ہوئے مال مثل اس باغ کے راکھ ہوئے دیکھو گے۔ اسی طرح اللہ کھول کھول کر احکام بتلاتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور مضر سے بچکر مفید کی طرف آؤ تمہارے ہی فائدہ کو بتلاتا ہے کہ مسلمانو! اپنی کمائی میں سے عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ اور اس میں سے بھی دو جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ یہ سب کچھ خدا ہی کا دیا ہوا ہے اسی نے ہمارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے گندی چیز کے دینے کا قصد نہ کیا کرو۔ کیا ایسی گندی چیز اللہ کی راہ میں دیتے ہو حالانکہ اگر تم کو کوئی دے تو خود اسے نہیں لیتے ہو ہاں جب قصداً اس سے چشم پوشی کر جاؤ۔ اور بوجہ ناداری معروض یا اپنی ضروری حاجت کے وہی معیوب لے لو تو اور بات ہے۔ مگر خدا کو نہ تو حاجت ہے کہ خواہ مخواہ ہی قبول کرے اور نہ تمہارے فقر و فاقہ کی اسے پرواہ کہ اپنے حق کے ضائع ہونے سے ڈرے۔ ایسے خیالات فاسدہ کو دل میں نہ آنے دو۔ اور یقیناً جانو کہ اللہ تمہارے مال متاع اور خرچ سے بالکل بے نیاز اور اپنی ذات میں تعریف والا ہے تم نے کیا سمجھا کہ وہ تمہارے مالوں کا محتاج ہے ہرگز نہیں۔ وہ تو تمہارے ہی بھلے کو کہتا ہے اگر بھلائی چاہتے ہو تو فوراً خرچ کرو۔ ورنہ شیطان تمہارا دشمن قدیم تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے وہ ہر وقت تم کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے کہ اگر کار خیر میں خرچ کرو گے تو تمہاری فلاں حاجت رک جائے گی بیٹے بیٹی کی شادی پر تمہیں اتنا روپیہ چاہئے اور برے کاموں اور بے حیائی کے طریق بتلاتا ہے ہمیشہ شراب نوشی کراتا ہے رنڈیوں کا ناچ کراتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو باوجود اس کے کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے پھر بھی تمہیں اس کے خرچ کرنے پر اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ دیتا ہے اور خدا بڑی ہی وسعت والا اور جاننے والا ہے جس کو چاہے سمجھ اور تہذیب دید یتا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو پہچان کر خدا سے اپنی نسبت جان جاتا ہے اور جسے اس امر کی سمجھ ملے کہ میں کیا ہوں اور خدا کا کہاں تک محتاج ہوں اور اس سے میری نسبت کیا ہے سچ جانو کہ اسے تو

Marfat.com

أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا
بہت سی بھلائی مل گئی مگر سوائے کامل عقل والوں کے کوئی

الْأَلْبَابِ ۝ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ
نہیں سمجھتا جو کچھ تم خرچ کرتے ہو یا کوئی

أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ
نذر مانتے ہو تو خدا اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝ إِن تُبْدُوا
اور ظالموں کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا اگر ظاہر کرکے

الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا
خیرات دوگے تو بہتر ہے اور اگر چھپاکر فقرا کو

وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ
بانٹوگے تو وہ بہت ہی بہتر ہے اور

يُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ
اللہ تمہارے گناہ دور کردے گا اور خدا

بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ لَّيْسَ عَلَيْكَ
تمہارے کاموں سے خبردار ہے یہ تیرے ذمہ نہیں کہ

هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن
ان کو راہ راست پر لادے لیکن اللہ جس کو چاہے راہ پر لے

يَشَاءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ
آتا ہے اور جو مال تم خرچ کرتے ہو سو تمہارے

فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا
لئے ہے اور مناسب نہیں کہ اللہ کی خوشی حاصل کرنے

ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا
کے سوا خرچ کرو اور جو مال خرچ کروگے

مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا
اس کا بدلہ تم کو پورا ملے گا اور تمہارا کچھ

تُظْلَمُونَ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ
نقصان نہ ہوگا ان محتاجوں کو دو جو

أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا
اللہ کی راہ میں بند ہو رہے ہیں زمین میں

بہت سی بھلائی مل گئی مگر اس بات کو سوائے کامل عقل والوں کے کوئی نہیں سمجھتا اور کوتہ اندیشوں کا خیال اس کے برخلاف ہے۔ وہ بھلائی دولت کا نام رکھتے ہیں۔ حالانکہ دولت کوئی عزت یا دانائی کی موجب نہیں بہت سے دولت مند ایسے احمق ہیں کہ قطع نظر ان کی دولت مندی کے کوئی ان کی بات سننے کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اور بہت سے امیر اپنی بدکرداری اور بخل کی وجہ سے ہر ایک نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ تم بخوشی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا بوقت ضرورت اللہ کے لئے کوئی نذر اپنے ذمہ مانتے ہو تو سب کی جزا موافق تمہاری نیت کے ملے گی اس لئے کہ خدا اس کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ دیتے ہوئے ریا کو داخل کرتے ہیں ایسے ظالموں کو سخت سزا ملے گی اور ان کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا جو ان کو اللہ کی پکڑ سے بچا سکے۔ جب ہی تو تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اخلاص مندی سے خرچ کرو چاہے تھوڑا کرو اگر بہ نیت اخلاص ظاہر کرکے خیرات دوگے تو بھی بہتر ہے اور اگر چھپا کر فقرا کو بانٹوگے تو وہ بہت ہی بہتر ہے اس لئے کہ چھپانے میں بہ نسبت اظہار کے ریا کو دخل کم ہے غرض ریا سے بچوگے تو خدا تمہارے صدقات قبول کرے گا۔ اور اللہ تمہارے گناہ دور کرے گا اس لئے کہ خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے جیسا کروگے ویسا ہی بھروگے تو اے رسول سچی راہ بتلادے اور خرچ کرنے کے طریق سکھادے۔ یہ تیرے ذمہ نہیں کہ ان کو راہ راست پر لادے لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لے آتا ہے ہر ایک کام کی سمجھ دے دیتا ہے کہ اسلام کیا ہے۔ صدقات خیرات کا کیا وصف ہے۔ اور تو یہ بھی بتلادے کہ جو مال تم خرچ کرتے ہو سو تمہارے ہی لئے ہے اور مناسب نہیں کہ اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ کرو۔ اور اس طریق سے جو مال خرچ کروگے اس کا بدلہ تم کو پورا ملے گا۔ اور تمہارا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔ جیسا کہ دینے میں اخلاص نیت ضروری ہے ایسا ہی مصرف کی تلاش بھی لازم ہے یعنی یہ بھی دیکھا کرو کہ کس کو دیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم تو اخلاص سے دو مگر لینے والا اس کا مستحق نہ ہو جس سے مستحق کی حق تلفی لازم آوے اس لئے ہم ہی بتلائے دیتے ہیں کہ اس خرچ کے زیادہ حقدار کون ہیں

ان محتاجوں کو دو جو اللہ کی راہ میں
علم دینی پڑھنے کی وجہ سے بند ہو
رہے ہیں۔ باوجود حوائج ضروریہ کے
دینی خدمت کی خاطر ایسے ہو رہے ہیں کہ نہ بین ہیں

يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

یں سفر نہیں کر سکتے ناواقف لوگ

الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُم

ان کو نہ مانگنے سے مالدار جانتے ہیں مگر تو ان کے

بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ط

چہرہ سے ان کو پہچان لیتا ہے وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ ع ۳۷ ۷ ۵

اور جو مال خرچ کروگے اللہ اس کو

عَلِيمٌ ○ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم

جانتا ہے۔ جو لوگ شب و روز پوشیدہ اور ظاہر

بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کا

أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ

بدلہ ان کے رب کے ہاں موجود ہے نہ ان کو خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ

ہے اور نہ غمناک ہوں گے جو لوگ

يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا

سود کھاتے ہیں اٹھتے ہوئے مخبوط الحواسوں کی طرح

يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ

جنہیں کسی بھوت نے چھوا ہو اٹھیں گے

الْمَسِّ ط ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ

یہ اس لئے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود

مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَ

ایک سے ہیں حالانکہ اللہ نے تجارت کو جائز کیا اور

ہیں سفر نہیں کر سکتے۔ ناواقف لوگ ان کو نہ مانگنے سے مالدار جانتے ہیں۔ مگر تو اور تیرے جیسا دانا ان کے چہرے سے ان کو پہچان لیتا ہے ہر ایک کا کام نہیں کہ ان کو پہچانے اس لئے کہ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے پس ایسے لوگوں کی خاطر جہاں تک ہو سکے مقدم سمجھو اور سن رکھو کہ جو مال خرچ کروگے تو اس کا بدلہ ضرور ہی پاؤ گے اس لئے کہ اللہ اس کو پورے طور سے جانتا ہے پس جو لوگ خدا کے احکام سنتے ہیں۔ ان کی تعمیل کرنے کو شب و روز پوشیدہ اور ظاہر اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کا بدلہ ان کے رب خداوند عالم کے ہاں موجود ہے جہاں سے نہ ان کو تلف ہونے کا خوف ہے اور نہ ضائع ہونے سے غمناک ہوں گے اس لئے ضائع ہی نہ ہوگا۔ بلکہ کل کا کل محفوظ رہے گا۔ یہ تو ان کا حال ہے جو بغرض تعمیل احکام خداوندی اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور ان کے مقابل جو لوگ بجائے فیض رسانی کے بوقت ضرورت حاجت مندوں کو قرض دے کر بجائے فیض رسانی کے قرض پر ان سے سود لے کر کھاتے ہیں[2] قیامت میں سخت ذلیل ہوں گے نشانی ان کی یہ ہوگی کہ قبروں سے اٹھتے ہوئے مخبوط الحواسوں کی طرح جنہیں کسی بھوت نے چھوا ہوا ہو اٹھیں گے۔ یہ بری حالت ان کی اس لئے ہوگی کہ وہ دنیا میں اپنی نفسانی خواہش میں پھنس کر بغرض طیب قلبی کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں حالانکہ ان میں بہت فرق ہے۔ جب ہی تو اللہ نے تجارت کو جائز کیا۔ اور

---

[1] پہلی آیت کو سنکر حضرت علی اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے رات کو چھپا کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۲ منہ

شان نزول

[2] عرب کے مالدار لوگ عوام سے بے تحاشا سود لیتے تھے جیسا کہ ہمارے ملک کے ظالم بنئے سو سے ہزار تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ اس قسم کی کارروائی عام اخلاق سے بھی مخالف ہے ان کے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ علاوہ اس ممانعت کے امیروں پر غربا پروری کے لئے زکوٰۃ بھی فرض کر دی گئی ہے مخالفین اس رحم کو غور سے دیکھیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ

سود کو حرام — پس جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی

رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ

اور وہ اس سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا اسی کا ہے اور

اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

اس کا معاملہ خدا کے سپرد اور جو لوگ پھر کرینگے تو یہی

اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

آگ کے لائق ہونگے جس میں وہ ہمیشہ تک رہیں گے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ

خدا سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○

اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جو لوگ مومن ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ

اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے ہیں ان کا

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

بدلہ ان کے رب کے ہاں محفوظ ہے اور نہ ان کو ضائع ہونے کا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

خوف ہے نہ وہ غمناک ہونگے مسلمانو!

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ

تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بقایا سود کا

مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ

چھوڑ دو اگر تم مومن ہو پھر اگر

لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ

نہ کروگے تو اللہ اور رسول کی لڑائی کے لئے

سود کو حرام۔ پس جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی اور وہ اس فعل شنیع سود خوری سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا اسی کا ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے چاہے عذاب کرے چاہے چھوڑ دے اور جو لوگ بعد سننے نصیحت کے پھر وہی فعل سود خوری کرینگے تو یہی آگ کے لائق ہونگے جس میں وہ ہمیشہ تک رہیں گے۔ سود خوری تو اسقدر مذموم ہے کہ خدا سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سود خود ایسا ممسک ہوتا ہے کہ کسی سے بلا عوض احسان کرنا نہیں چاہتا اور مثل تنگدستوں کے ہمیشہ منہ تاکتا رہ جاتا ہے گویا وسعت ہی نہیں رکھتا کہ اپنے مال سے کچھ بہرہ ور رہے۔ اور جو صدقات اور احسان کرنے کے خوگیر ہوں ان کے حوصلے فراخ اور بلند خیالات ہوں۔ ہر کار خیر سے وہ حصہ لیں۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے

سخیاں ز اموال بر می خورند
بخیلاں غم سیم و زر می خورند

علاوہ اس ذلت اور خواری کے جو سود خوروں کو دنیا میں نصیب ہے خدا کی جناب میں ناشکروں کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے سچ پوچھو تو ان کا ایمان بھی درست نہیں ورنہ جو لوگ پکے مومن ہیں اور عمل بھی نیک کرتے ہیں۔ لوگوں سے احسان بھی کرتے ہیں اور نماز با جماعت وقت پر پڑھتے ہیں اور مالداری کی صورت میں زکوۃ بھی دیتے ہیں بے شک ان کا بدلہ ان کے رب خداوند عالم کے ہاں محفوظ ہے۔ ان کو ضائع ہونے کا خوف ہے اور نہ وہ اس کے گم ہونے پر غمناک ہوں گے بخلاف سود خوروں کے کہ ان کو ہر طرح رنج و غم دیکھنے ہونگے پس مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بقایا سود کا چھوڑ دو اگر تم سچے دل سے مومن ہو پھر اگر تم بعد سننے کے بھی نہ کروگے اور آئندہ کو سود ہی لیتے رہوگے تو اللہ اور رسول کی لڑائی کے لئے

شان نزول سلہ حضرت عباس اور عثمان رضی اللہ عنہما نے کسی کسان سے کچھ معاملہ کیا تھا۔ جب کھیتی کٹنے کا وقت آیا تو کسان بولا کہ اگر تم اپنا سارا حق لے لوگے تو میرے کھانے کو بھی کچھ نہ رہے گا۔ نصف لے لو۔ اور نصف کے بدلے میں آئندہ کو متیں دیدوں گا۔ جب دوسرا موسم آیا۔ اور انہوں نے حسب وعدہ زیادہ چاہا تو یہ معاملہ آنحضرت کی خدمت شریف میں پہنچا۔ تا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دونوں بزرگوں نے سنتے ہی اس حکم کی تعمیل کی ۱۲م بے شک بڑوں کی بڑی باتیں ہیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا

خبردار ہو جاؤ اور اگر باز آؤ تو تمہارے اصلی مال تم کو مل جائیں گے نہ

تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۞ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ

ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا اور اگر (مقروض) تنگدست ہے

فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ط وَاَنْ تَصَدَّقُوْا

تو فراخی تک اس کو ڈھیل دینا چاہیئے اور معاف کرنا تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَ

حق میں بہتر ہے اگر جانتے ہو اور

اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ

اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

ہر ایک جان کو مزدوری اسکی پوری ملے گی اور ان کا کسی

لَا يُظْلَمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ع ۳۸

طرح سے نقصان نہ ہوگا مسلمانو! جب تم ایک

تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

مدت مقررہ تک قرض پر معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا

کوئی لکھنے والا تم میں انصاف سے لکھے اور لکھنے

يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

والا جیسا اللہ نے اس کو سکھایا لکھنے سے انکار نہ کرے

فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

پس ضرور لکھے اور جس پر قرض ہے وہ بیان کرتا جائے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ط

اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرتے

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ

ہاں اگر مقروض ناسمجھ ہے یا

ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ

ناتواں ہے یا بتلا نہیں سکتا

خبردار ہو جاؤ اس لئے کہ باوجود تاکید شدید کے نہ ماننا گویا مقابلہ کرتا ہے۔ پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو خدا بھی تم سے اسی کے مناسب معاملہ کرے گا۔ اور اگر باز آؤ تو تمہارے اصلی مال تم کو مل جائیں گے نہ کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا اپنے حقوق اصلی بے شک پورے لو۔ ہاں لینے میں ایسی تنگی نہ کرو۔ کہ خواہ مخواہ اس کے گلے پر چھری رکھ دو۔ نہیں آرام سے لو اور اگر (مقروض) تنگدست ہے تو فراخی تک اس کو ڈھیل دینا چاہیئے۔ اور اگر بالکل معافی کے قابل ہو تو معاف کرنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو اور حیلے حوالے کرتے ہوئے اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے پھر ہر ایک جان کو اس کی مزدوری پوری ملے گی اور ان کا کسی طرح سے نقصان نہ ہوگا اسی ظلم سے بچانے کو ہم اعلان دیتے ہیں کہ مسلمانو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض پر معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو آپ ہی نہ لکھو بلکہ کوئی لکھنے والا تم میں انصاف سے لکھے اور لکھنے والا حیلے بہانے سے رکے نہیں۔ کہ میرا خط اچھا نہیں یا مجھے کچھ کام ہے جیسا اللہ نے اس کو سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے۔ پس یہ سمجھ کر کہ خدا نے مجھ کو محض اپنی مہربانی سے سکھایا ہے ضرور لکھے اور جس پر قرض ہے وہ بیان کرتا جائے اور بتلاتا ہوا اللہ سے ڈرے جو اس کا رب اور کارساز ہے اور اس کے حق میں سے کوئی چیز کم نہ کرے ہاں اگر مقروض ناسمجھ ہو۔ کہ جانتا ہی نہیں کہ سو اور پچاس میں کیا فرق ہے یا بہت ہی بوڑھا ناتوان ہے یا کسی مانع سے بتلا نہیں سکتا

شانِ نزول

لہ معاملہ صاف رکھنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (منہ)

Marfat.com

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا

تو اس کا متولی انصاف سے بتلاتا جائے اور دو

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا

مردوں کو گواہ بنایا کرو اور اگر دو مرد نہ

رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو تمہارے پسندیدہ

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ

گواہوں سے ہوں تاکہ ایک کے بھولتے وقت دوسری

اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا

اسے یاد دلا دے اور گواہ بلاتے وقت انکار

مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا

نہ کریں اور مدت مقررہ تک لکھنے میں سستی نہ کیا کرو

اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ

چھوٹا ہو خواہ بڑا یہ اللہ کے ہاں انصاف اور

اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ

بڑا مضبوط ذریعہ شہادت یاد رکھنے کا ہے کہ تم شک میں نہ پڑو گے ہاں

تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

جبکہ معاملہ دست بدست ہو جس کو اسی وقت ہاتھ بہ ہاتھ لیتے دیتے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا

تو اس کے نہ لکھنے میں تمہیں گناہ نہیں اور خرید و فروخت کرتے ہوئے

اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ

گواہ کیا کرو نہ محرر کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا

اگر کرو گے تو یہ تمہارے حق میں گناہ کی بات ہوگی اور اللہ سے

اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

ڈرتے رہو خدا تم کو سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا

جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور محرر کو

كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

نہ پاؤ تو ہاتھ میں گرو دے دیا کرو ہاں اگر کوئی

تو ان سب صورتوں میں اس کا متولی انصاف سے بتلاتا جائے اور بعد تحریر کاغذ دو مردوں کو گواہ بنایا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو بوجہ دینداری کے تمہارے پسندیدہ گواہوں میں ہوں مقرر کرو۔ تاکہ ایک کے بھولتے وقت دوسری اسے یاد دلا دے اس لئے کہ عورتوں میں عموماً نسیان غالب اور حافظہ مغلوب ہوتا ہے اور مقرر کردہ گواہ بلاتے وقت انکار نہ کریں اور مدت مقررہ تک لکھنے میں سستی نہ کیا کرو۔ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ یہ لکھنا اللہ کے ہاں بہت انصاف کی بات ہے۔ اور بڑا مضبوط ذریعہ شہادت یاد رکھنے کا ہے اور اس سے امید ہے کہ تم بروقت ادائے شہادت شک میں نہ پڑو گے

ہاں جب کہ معاملہ دست بدست ہو جس کو اسی وقت ہاتھ بہ ہاتھ لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تمہیں گناہ نہیں۔ اور خاص خاص صورتوں میں خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ مقرر کر لیا کرو۔ سنو! اس قسم کے معاملات میں نہ محرر کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو کہ خواہ مخواہ موقع بے موقع ان کو کھینچتے پھرو۔ جس سے ان کا نقصان ہو۔ اور اگر اس کام میں اس کا قدرے نقصان ہو تو اس کا ان کو عوض دیا کرو اگر ایسا کرو گے یعنی محرر اور کاتب کا نقصان کرو گے اور ان کا ہرجانہ ان کو نہ دو گے تو یہ تمہارے حق میں گناہ کی بات ہوگی۔ ایسا مت کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا تم پر مہربان ہے۔ اور تمہارے بھلے کی باتیں تم کو سکھاتا ہے اور خدا بعد سکھلانے کے غافل اور بے خبر نہیں بلکہ ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور محرر نہ پاؤ تو اپنی کوئی چیز قرض خواہ کے ہاتھ میں بغیر سود گرو دے دیا کرو ہاں اگر کوئی

Marfat.com

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ

شخص کسی کو معتبر جانے تو وہ معتبر اپنے قرضہ کو ضرور ادا کر

أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا

دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا مالک ہے اور گواہی نہ چھپاؤ

الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ

جو کوئی اس کو چھپائے گا تو اس کا دل بگڑا ہوا ہے

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○ لِلَّهِ مَا فِي ع ۲

خدا تمہارے کاموں کو جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو کچھ

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنْ تُبْدُوا

آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اگر تم اپنے جی کی بات

مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

ظاہر ہو کر کروگے یا پوشیدہ اس کو کرو تو اللہ تم سے اس کا حساب

اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

لے گا پھر جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا

شخص کسی کو معتبر جانے اور اس سے کوئی چیز گرو نہ لے تو وہ معتبر اپنے قرضہ کو ضرور ادا کر دے اور اس کی حق تلفی میں اللہ سے ڈرے جو اس کا مالک ہے۔ اگر کسی قسم کی بددیانتی کرے گا تو گویا اپنے مالک سے بگاڑے گا۔ جس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا اور اگر تم کسی معاملہ میں گواہ ہو تو گواہی نہ چھپاؤ جو کوئی اس کو چھپائے گا خواہ کسی غرض سے چھپاوے تو جان لو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے اس کی سزا پائے گا۔ کیونکہ خدا تمہارے کاموں کو جانتا ہے اس کا علم نہایت وسیع ہے اس لئے کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں (۳۰) اور زمینوں میں ہے۔ جب کہ ملک اتنا وسیع ہے تو علم بھی وسیع کیوں نہ ہو۔ پس تم یہ سمجھ کر کہ خدا سب کچھ جانتا ہے ظاہر و باطن گناہ چھوڑ دو اور اگر تم اپنے جی کی بات ظاہر ہو کر کروگے یا پوشیدہ اس کو کروگے تو ہر حال میں اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے گا بخشے گا۔ اور جس کو چاہے گا

شانِ نزول ۳۰ پہلی آیت جس میں اِنْ تُبْدُوْا ہے اس کے ظاہری معنی تھے کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ گے تو بھی عذاب ہوگا۔ اس سے صحابہ کو رنج اور بے قراری ہوئی اور عرض کیا کہ اگر ہمارے دلوں کے خیالات فاسدہ پر بھی ہمیں سزا ملی تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا۔ دل میں تو خیالات ہر طرح کے بلا اختیار آجاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرح گستاخ نہ بنو۔ بلکہ جو حکم آوے اس کو تسلیم کرو۔ خدا علیم و حکیم ہے کوئی مناسب حکم اتارے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے جو غلط خیالات تمہارے دل میں بلا اختیار پیدا ہوتے ہیں یا آئندہ کو ہونگے ان پر تم کو پکڑ نہ ہوگی ۱۲ (ترمذی بتفصیل ما)

اس آیت کے فضائل احادیث میں بہت ہیں۔ ایک حدیث میں جو مسلم نے روایت کی ہے مذکور ہے کہ ایک فرشتے نے آسمان سے آکر حضرت اقدس کو مبارکباد دی کہ آپ کو دو چیزیں ایسی ملی ہیں کہ آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ وہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی اخیر کی آیتیں ہیں بعض لوگ پہلی آیت (اِنْ تُبْدُوْا) کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور بعض روایات صحابہ میں آیا بھی ہے مگر صحابہ کرام میں نسخ کے کئی ایک معنی ہوتے ہیں۔ کبھی وہ تفسیر اور توضیح پر بھی نسخ بول دیا کرتے (اعلام ابن قیم) پس اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ پچھلی آیت نے پہلی آیت کی تفسیر اور توضیح کر دی کہ مراد اس سے وہ کام ہیں جو انسانی طاقت کے اندر ہیں چنانچہ ہم نے یہی تفسیر کی ہے۔

حاشیہ ۳۰ (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ) اس آیت کی تفسیر جو ہم نے کی ہے ان آثار کے مخالف نہیں جن میں اس آیت کا منسوخ ہونا مذکور ہے اس لئے کہ نسخ کے معنی (تغیر) سے مخالف نہیں کیونکہ اصطلاحی نسخ کا محل انشاءات ہوا کرتے ہیں علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ نسخ کا محل امر و نہی اور وہ خبر ہے جس میں انشاء کے معنی ہوں اور جو خبر میں انشاء کے معنی نہ ہوں وہ ہرگز محل نسخ نہیں ہوسکتی اور وعدہ و وعید پر بھی نسخ نہیں آسکتا ہے۔ چونکہ یہ آیت انشاء نہیں خبر ہے۔ بلکہ وعید ہے یہاں پر نسخ کے معنی بجز اس کے صحیح نہ ہوں گے کہ پہلے اس آیت کے معنی اظہار اور اخفا کے تھے۔ بعد نزول آیت ثانیہ کے اس کے معنی مرادی کھل گئے یعنی اظہار عمل اور اخفائے عمل سمجھ میں آئے جیسا کہ ہم نے تفسیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم (منہ)

Marfat.com

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

عذاب کرے گا خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ

یہ رسول اور اس کے ساتھ والے مسلمان سارے خدا کی اتاری ہوئی

رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

باتوں کو مان گئے سب کے سب اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا

اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر یقین لائے

نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَ

اور بولے کہ ہم اللہ کے کسی رسول ماننے میں فرق نہیں کریں گے اور

قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

بولے ہم نے دل لگا کر سنا اور اطاعت کی اے ہمارے خدا ہم تیری بخشش چاہتے

وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ

ہیں اور تیری ہی طرف پھرنا ہے خدا کسی کو طاقت اس کی سے

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ

بڑھ کر حکم نہیں دیتا جو کچھ کوئی نیکی کرے وہ اسی کو ملے گا

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا

اور جو برائی کرے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا اے ہمارے مولا! نہ

تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

پکڑ ہم کو اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا

اے ہمارے مولا! نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا

جیسا کہ رکھا تھا تو نے ہم سے پہلوں پر

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

اے ہمارے مولا! ہم کو ایسے حکم نہ دیجیو کہ جن کی ہم میں طاقت

عذاب کرے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ کسی قوی اور زبردست سے دب جائے۔ کیونکہ اس سے تو کوئی زبردست ہی نہیں۔ اس لئے کہ خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ خدا اپنی صفات خداوندی میں کامل اور یکتا ہے۔ اسی طرح بعض بندے بھی اپنی صفات بندگی میں کامل ہیں جو حکم ان کو پہنچے خود ان کی طبیعت کے مخالف ہو یا موافق سب کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ رسول اور اس کے ساتھ والے مسلمان کیسے اپنے خدا کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے گو ان کی سمجھ میں نہ آئی لیکن انہوں نے فہم پر تسلیم کو مقدم رکھا۔ پس سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر یقین لائے اور بولے کہ ہم اللہ کے کسی کے رسول کے ماننے میں فرق نہیں کرینگے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح بعض کو مانے اور بعض سے انکاری ہوں اور یہ بھی بولے کہ جو حکم ہم کو ہوا ہم نے دل لگا کر سنا اور قبول کر کے اس کی اطاعت کی اگر اس میں ہم سے غلطی ہو جائے تو اے ہمارے خدا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ مر کر تیری ہی طرف پھرنا ہے اللہ کی طرف سے بھی ایسے نیک بندوں کی دعا قبول ہوئی اس لئے خدا کسی کو طاقت اس کی سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا بعہ مناسب حکم دینے کے جو کچھ کوئی نیکی کرے وہ اسی کو ملے گی اور جو برائی کرے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ یہ سنکر بھی وہ مومن یہی کہتے رہے کہ ہمارے مولا! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم سے بھول چوک سے گناہ ہو جائے اے ہمارے مولا! نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تو نے ہم سے پہلوں پر کہ ان کی توبہ قتل نفس سے ہوئی۔ اے ہمارے مولا! ہم کو ایسے حکم نہ دیجیو۔ جن کی ہم میں طاقت

شان نزول لہ معاملہ سابقہ کی تاکید کرنے کو کہ انصاف سے کرو۔ اور کسی کی جانبداری نہ کرو۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ (منہ)

371—P.U.P.—24,000—8-6-89
No ٢

لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

نہ ہو / اور ہم سے در گذر کر / اور ہم کو بخش / اور ہم پر رحم فرما / تو ہی ہمارا والی ہے / پس تو کافروں کی / قوم پر ہم کو / فتحیاب کر

ع ۴ / ۸

نہ ہو اے ہمارے مولا! اور ہماری آرزو ہے کہ ہمارے قصور ہم سے درگزر کر اور ہم کو اپنی مہربانی سے بخش اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا والی ہے۔ پس تو کافروں کی قوم پر (جو تیری توحید اور تیرے رسول کے ماننے کی وجہ سے ہمیں ستائیں) ہم کو فتحیاب کر

تمت

بالخیر

اللّٰھمّ اغفر لکاتبہ ولمفسرہ ولوالدیھما ولکلّ من سعی فیہ

جلد اوّل ختم ہوئی

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ

کہ

مسلمانوں کی رہنما غیر قوموں کی پیشوا اپنی طرز کی پہلی تفسیر

یعنی

تفسیرِ ثنائی

جلد اول

جس میں

سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کی تفسیر ہے:

مصنفہ جناب شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا محمد ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہٗ وبرّد اللہ مضجعہٗ

Marfat.com